مجموعۂ مضامین _ جلد ۲

- عشقِ رسول ﷺ
- تحفظِ ناموسِ رسالت
- توہینِ رسالت
- گستاخِ رسولؐ کی سزا
- شاتمینِ رسولؐ کو سزائے موت : شبہات و جوابات
- فتنۂ قادیانیت
- علاج کچھ اس کا بھی غمِ جاناں ہے کہ نہیں (۲ اقساط)
- یہ غبار نہ چھٹنے پائے گا (۳ اقساط، انور العولقی رحمہ اللہ)

مرتب کردہ : امیر حمزہ

ٹیلی گرام چینل : نظامِ اسلام بمقابلہ نظامِ باطلہ
t.me/medbh

یہ مضامین مجلہ نوائے افغان جہاد کے مختلف شماروں میں شائع ہو چکے ہیں۔

جرم توہین رسالت... چند پہلو

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ

آبروئے ما زنامِ مصطفیٰؐ است

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اللہ جل شانہ نے وہ تمام انسانی بلند اوصاف واخلاق جمع فرمادیئے تھے جن پر "شرفِ انسانی" کی بنیاد قائم ہے اور جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے ﴿وانك لعلیٰ خلق عظیم﴾ کے بلیغ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں، ایک مسلمان کے لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت اور زندگی گزارنے کی ایک ایک ادا، اس طرح قابل تقلید اور محبوب ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی طرف اس کا اسلام اور ایمان نگاہ اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے لیے عقیدتوں اور محبتوں کا چشمۂ خیر ہیں اور ان ہی کے نام سے اس کی آبرو قائم ہے، وہ بجاطور پر یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ "آبروئے ما زنامِ مصطفیٰؐ است"... بلکہ اس کی عقیدت اور عقیدے کا معیار یہ ہوتا ہے کہ:

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور کی سیرت، کسی خاص ملت کا نہیں بلکہ وہ سرمایہ انسانیت ہے کہ خود غیر مسلم مورخین نے جگہ جگہ اس کا اعتراف واقرار کیا ہے، ان مورخین اور مصنفین کی ایک طویل فہرست ہے، یہاں صرف مشہور فرانسیسی مورخ لامارتاں کی تحریر کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، وہ اپنی مشہور کتاب "تاریخ ترکیہ" میں لکھتا ہے:

"دنیا میں کسی انسان نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نصب العین سے بلند نصب العین اپنے سامنے نہیں رکھا۔ یہ عظیم الشان نصب العین کیا تھا، خدا اور بندے کے درمیان توہمات کے پردے اٹھادینا، خدا کو انسان کے قلب میں رچادینا، انسان کو خدائی صفات کے رنگ میں رنگ دینا اور صدہا باطل خداؤں کے بجائے خدا کا منزہ اور مقدس تصور پیش کرنا۔ آج تک کبھی کسی انسان نے اتنے بڑے کام کا بیڑا نہیں اٹھایا، جس کے وسائل اور ذرائع اس قدر محدود ہوں اور مقصد اتنا دشوار اور اس کی قدر سے باہر ہو... نصب العین کی بلندی، وسائل کی کمی اور پھر نتائج ایسے درخشاں حاصل کرنا اگر یہ کسی انسان کی غیر معمولی قابلیت کا معیار نہیں تو کون ہے، جو اس میدان میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی دوسرے انسان کو پیش کرنے کی جرات کرسکتا ہے؟ دنیا کے اور بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلحہ، قانون یا سلطنتیں پیدا کیں، وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کرسکے جو اکثر اوقات خود ان کی آنکھوں کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئیں۔ لیکن اس انسان نے صرف جیوش وعساکر، مجالس قانون ساز، وسیع سلطنتوں، قوموں اور خاندانوں کو ہی حرکت نہیں دی بلکہ ان کروڑوں انسانوں کے قلوب کو بھی، جو اس زمانہ کی آباد دنیا کے ایک تہائی حصہ میں بستے ہیں اور اس سے بھی زیادہ اس شخصیت نے قربان گاہوں، دیوتاؤں، مذاہب ومناسک، تصورات اور معتقدات بلکہ روحوں تک کو ہلا دیا... اس نے ایسی قومیت کی بنیاد رکھی، جس نے دنیا کی مختلف نسلوں اور زبانوں کے امتزاج سے ایک امت واحدہ پیدا کردی۔ یہ لافانی امت اور باطل خداؤں سے سرکشی اور تنفر اور ایک خدائے واحد کے لیے والہانہ عشق... اس نے تمام باطل خداؤں کی عبادت گاہوں کو ڈھادیا اور ایک تہائی دنیا میں آگ لگادی..." اس کی پاک زندگی، اس کی توہم پرستی کے خلاف جنگ، مکی دور میں طرح طرح کے مصائب کا حیرت انگیز استقلال اور صبر سے مقابلہ کرنا، پھر اس کی ہجرت اور دعوت رشد وہدایت، خدا کی راہ میں غیر منقطع جہاد، اپنے مقصد کی کامیابی پر یقین محکم اور نامساعد حالات میں اس کی مافوق البشر جمعیت خاطر، فتح وکامرانی میں تحمل وعفو، کسی سلطنت سازی کے لیے نہیں، بلکہ خالص خدائی مقاصد کی کامیابی کے واسطے۔ اس کی شبانہ روز نمازیں، دعائیں، اپنے معبود سے راز و نیاز کی باتیں، اس کی حیات، اس کی رحلت اور بعد وفات اس کی مقبولیت، یہ تمام حقائق کس قسم کی سیرت کی گواہی دیتے ہیں۔ عظیم مفکر، بلند پایہ خطیب، پیغامبر، مقنن، سپہ سالار، نہ صرف اجسام بلکہ اذہان و قلوب پر غلبہ پانے والا، صحیح نظریہ حیات کو علی وجہ البصیرت قائم کرنے والا، بہت سی سلطنتیں اور ان سب پر آسمانی بادشاہی کا بانی... یہ ہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم... ان تمام معیاروں کو اپنے ساتھ لاؤ، جس سے انسان کی عظمت اور بلندی کو ناپا اور پرکھا جا

سکتاہے، اس کے بعد بتاؤ کہ کیا دنیا میں اس سے بزرگ تر اور کوئی انسان کبھی ہوا ہے"؟(تاریخ ترکیہ جلد اول، صفحہ:۲۷۶)

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کسی مسلمان کی عقیدت و محبت، بے حقیقت جذباتی نظریہ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ یہ اس کے ایمان کا جز اور اس کے دین کا حصہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کی محبتوں کا محور اور اس کی تمناؤں کی آماج گاہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع اس کی سعی و عمل کے لیے نمونۂ بہشت ہے اور اسی میں اس کی ابدی سعادت کا راز مضمر ہے، قرآن کریم نے جگہ جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ(التوبۃ: ۲۴)۔

"آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بیٹھ جانے کا تم کو اندیشہ ہو، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (سزا دینے کے لیے) اپنا حکم بھیج دے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

ایک اور آیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے:

وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ(الحشر:۷)

"اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو، اور جس سے وہ تمہیں روک دیں، رک جایا کرو۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت سزا دینے میں بڑا سخت ہے"۔

ایک دوسری آیت میں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے، سر تسلیم خم کرنے کو مؤمنین کا شیوہ بتلاتے ہوئے کہا گیا:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا(النور:۵۱)

"ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ (ایمان والے) کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا"۔

ایک اور جگہ وضاحت کر دی ہے کہ اللہ اور رسول کے فیصلے اور حکم آنے کے بعد کسی مؤمن مرد، عورت کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اس کے برعکس من مانی کریں، ایسی صورت میں سوائے تعمیلِ حکم کے اس کے لیے کسی اور راہ کو اختیار کرنے کی گنجائش نہیں، ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب: ۳۶)

"اور کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لیے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں جا پڑے گا"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے نقل فرمائی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایؤمن احدکم حتی أکون احب إلیه من والدہ وولدہ والناس أجمعین (صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم:۱۴، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم:۱۷۷)

"تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کو مجھ سے اپنے ماں باپ، اولاد اور باقی سب لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ ہو"۔

عہد نبوی کے واقعات:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بعض بد بختوں کی طرف سے گستاخی کا سلسلہ کوئی نیا نہیں، خود عہد نبوی میں دربار نبوت کی بے حرمتی کے واقعات پیش آئے ہیں اور آپ کی ناموس پر کٹ مرنے والی پاکیزہ ہستیوں نے ان دریدہ دہن بد بختوں کو اپنے انجام تک پہنچایا ہے۔

ایک نابینا صحابی کی باندی حضور کی شان میں گستاخی کرتی تھی، وہ ایک رات اٹھے اور تلوار سے اس باندی کا پیٹ چاک کر کے اس کو قتل کر دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی تو فرمایا کہ اس کا خون ہدر اور رائیگاں ہے۔(بلوغ المرام فی احادیث الاحکام، ص:۱۲۳) ...

کعب بن اشرف مشہور یہودی رئیس تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا اور ہجویہ اشعار کہتا، حضرت محمد بن مسلمہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش پر جاکر اس کا کام تمام کیا...(صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم:۴۰۳۷)...

مدینہ منورہ میں ابوعفک نامی ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں ہجویہ نظم لکھی، حضرت سالم بن عمیرؓ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارے پر جاکر اسے قتل کیا...(سیرۃ ابن ہشام، جلد:۴، صفحہ ۲۸۲)...

فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا، لیکن شاتم رسول ابن خطل کو معافی نہیں دی گئی، اس نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑا تھا اور اسی حالت میں اسے قتل کیا گیا، ابن خطل کی دو لونڈیوں کا خون بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رائیگاں قرار دیا تھا کیونکہ وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ہجویہ اشعار گایا کرتی تھیں۔(الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۶۹، صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم:۴۰۳۵)

عصماء بنت مروان شاعرہ تھی اور قبیلہ بنو امیہ سے اس کا تعلق تھا، اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی، حضرت عمیر بن عدی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہنے پر جاکر اس کو قتل کیا۔(سیرت ابن ہشام، جلد:۴، صفحہ ۲۸۳)

توہین رسالت کی سزا:

عہد نبوی کے ان واقعات سے ایک بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ "توہین رسالت" کا جرم ایسا نہیں جس سے چشم پوشی کی جائے یا اس سے درگزر کیا جائے، چنانچہ تمام ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ توہین رسالت کا مجرم واجب القتل ہے...علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

> "حاصل یہ ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور اس کے قتل کے درست ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے"۔(جلد ۴، صفحہ:۶۴)

فقہ مالکیہ کے مشہور عالم قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور تنقیص کرنے والے کے قتل پر امت کا اجماع ہو چکا ہے"۔(کتاب الشفاء:۲۱۱/ ۲)

فقہ حنفی کی مشہور شخصیت امام سرخسی رحمہ اللہ شاتم رسول کے قتل پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شتم کیا، آپ کی توہین کی، دین یا شخصی اعتبار سے آپ پر عیب لگایا، آپ کی صفات میں کسی صفت پر نکتہ چینی کی تو چاہے یہ شاتم رسول مسلمان ہو یا غیر مسلم، یہودی ہو یا عیسائی یا غیر اہل کتاب، ذمی ہو یا حربی، خواہ یہ شتم واہانت عمداً ہو یا سہواً، سنجیدگی سے ہو یا بطور مذاق، وہ دائمی طور پر کافر ہوا، اس طرح پر کہ اگر وہ توبہ بھی کر لے تو اس کی توبہ نہ عنداللہ قبول ہوگی نہ عندالناس اور شریعت مطہرہ میں متاخر و متقدم تمام مجتہدین کے نزدیک اس کی سزا اجماعاً قتل ہے"۔(خلاصۃ الفتاویٰ:۳/۳۸۶)

بعض مغرب زدہ مسلمان دانشوروں نے "تنقید اور توہین" کا شوشہ چھوڑ کر اس بات پر جو زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو تنقید اور توہین کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے، توہین رسالت کی تو گنجائش نہیں لیکن تنقید پر مسلمانوں کو جذبات میں نہیں آنا چاہیے، یہ درست نہیں، منصب نبوت ہر قسم کی تنقید سے بلند ہے، انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں، منصب نبوت کی طرف کسی قسم کی انگشت نمائی یا تنقید"توہین رسالت" ہی کے زمرے میں آتی ہے، امت کے جلیل القدر علما نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، یہ دانش ور اگر ان کتابوں کا بغور مطالعہ کر لیں تو انہیں مستشرقین کے دائرہ اثر سے نکلنے کا موقع مل جائے گا، علامہ تقی الدین سبکی کی کتاب "السیف المسلول علی من سب الرسول"، علامہ ابن الطلاع اندلسی کی تالیف "اقضیۃ الرسول"، مشہور حنفی عالم، علامہ زین العابدین شامی کی "تنبیہ الولاۃ علی احکام شاتم خیر الأنام" اور علامہ ابن تیمیہ کی شہرہ آفاق تصنیف "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"...اس موضوع پر ایسی کتابیں ہیں جنھوں نے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا اور سب اس پر متفق ہیں کہ بارگاہ رسالت میں کسی بھی قسم کی تنقید کی سزا موت اور قتل ہے۔ چنانچہ جب اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور مسلمانوں کی عدالتیں دشمنوں کے دباؤ سے آزاد تھیں، تب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تو مجرم موت کی سزا پاکر کیفر کردار تک پہنچ جاتا بلکہ نویں صدی کے وسط میں اندلس کے اندر "شاتمین رسول" نے ایک جماعت کی شکل اختیار کر لی تھی لیکن مسلمان قاضیوں نے کوئی نرمی نہیں برتی اور اس کیس کے ہر مجرم کو سزائے موت دی، یولوجیس نامی عیسائی اس گروہ کا سربراہ تھا اور اس کی سزائے موت کے ساتھ ہی مسلم ہسپانیہ میں اس بدبخت جماعت کا خاتمہ ہوا۔(تفصیل کے لیے دیکھئے، تاریخ ہسپانیہ، جلد ۱، صفحہ:۲۰۰)

عیسائی دنیا کی اسلام دشمنی:

عیسائی دنیا کے ساتھ عالم اسلام کے تصادم کی بڑی طویل تاریخ ہے اور باہمی دشمنی کی جڑیں صدیوں پر محیط ہیں، عیسائی پادریوں کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں کے خلاف ان کے پروپیگنڈے کا خود عیسائی مؤرخین نے اعتراف کیا ہے۔ مشہور مورخ ڈوزی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"سب سے بڑھ کر پادری تھے جو شدید پیچ و تاب کھاتے تھے۔ جبلی طور پر وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکاروں سے نفرت کرتے تھے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی تعلیمات کے بارے میں وہ انتہائی باطل نظریات رکھتے تھے یا جس طرح وہ عربوں کے درمیان رہتے تھے، تو ان کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز آسان نہ تھی کہ وہ ان معاملات میں سچائی سے آگہی حاصل کرتے، لیکن انہوں نے اڑیل انداز سے، سرچشمہ کے اس قدر قریب ہونے کے باوجود اس حصول آگہی سے انکار کرتے ہوئے مکہ کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہر قسم کے مضحکہ خیز افسانے پر اعتبار کرنے اور اس کی تشہیر کرنے کو ترجیح دی، خواہ ایسے افسانے کا ماخذ کچھ بھی نہ ہو"۔ (ہسپانوی اسلام، صفحہ: ۲۶۸)

اور جے جے سانڈرس لکھتا ہے:

"اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبر عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیسائیوں نے کبھی بھی ہمدردی اور التفات کی نظر سے نہیں دیکھا جن کے لیے حضرت عیسیٰ کی شفیق اور معصوم ہستی ہی آئیڈیل رہی ہے۔ عیسائیت کو اسلام سے پہنچنے والے نقصانات اور وہ پروپیگنڈا جو صلیبی جنگوں کے دور میں پھیلایا گیا، غیر جانبدارانہ رائے کے لیے مدومعاون نہ تھے اور اس وقت سے لے کر تقریباً آج تک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو متنازعہ لٹریچر میں پیش کیا گیا ہے۔ بے ہودہ کہانیاں پھیلائی گئیں اور طویل عرصے تک ان پر یقین کیا جاتا رہا ہے"۔ (عہد وسطیٰ کے اسلام کی تاریخ، ص: ۳۵۔ ۳۴)

ڈبلیو منٹگمری واٹ اپنی کتاب "اسلام کیا ہے؟" میں رقمطراز ہے:

"مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں، جس کی جڑیں قرون وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہیے۔ تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن سمجھنا شروع کیا جو عسکری اور روحانی دونوں حلقہ اثر میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسی مہلک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لیے اپنے دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظر سے پیش کیا۔ حتیٰ کہ بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں بھی ان کے کچھ اثرات باقی ہیں"۔ (اسلام کیا ہے؟ صفحہ: ۲۰۱)

ایک اور جگہ ڈاکٹر واٹ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ:

"اسلام کے بارے میں ہمارا رویہ مجموعی طور پر غیر جانبدرانہ نہیں ہے۔ کسی حد تک اب بھی ہم عہد وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے کے زیر اثر ہیں"۔

ان اقتباسات کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ عیسائی دنیا کی دشمنی اسے توہین رسالت کے جرم پر وقتاً فوقتاً آمادہ کرتی رہی ہے اور گذشتہ دو تین صدیوں سے "آزادیٔ اظہار رائے" کی جو مسموم ہوا یورپ میں چل پڑی ہے، اس ناقابل معافی جرم کو بھی وہ اس کے بھینٹ چڑھانے کی سعی کر رہی ہے، پاکستان میں قابل فہم طور پر ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے ""توہینِ رسالت" کی سزا موت ہے، مغربی ممالک نے اس قانون کے خلاف بڑا واویلا مچایا اور اسے "آزادی" کے خلاف قرار دے کر مختلف حکومتوں پر یہ قوتیں دباؤ ڈالتی رہیں لیکن الحمدللہ یہاں کی عوامی قوت کے خوف سے کوئی حکومت اب تک اس میں تبدیلی نہیں کر سکی ہے۔ ایک مشہور بیوروکریٹ اور ادیب قدرت اللہ شہاب نے اس سلسلے میں مسلمانوں کے جذبات کا تجزیہ کرتے ہوئے کافی حد تک صحیح لکھا ہے کہ:

"رسول خدا کے متعلق اگر کوئی بدزبانی کرے تو لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو مرنے کی بازی لگا بیٹھتے ہیں، اس میں اچھے، نیم اچھے، بُرے مسلمان کی بالکل کوئی تخصیص نہیں، بلکہ تجربہ تو یہی شاہد ہے کہ جن لوگوں نے ناموس رسالت پر اپنی جان عزیز کو قربان کر دیا، ظاہری طور پر نہ تو وہ علم و فضل میں نمایاں تھے اور نہ زہد و تقوی میں ممتاز تھے، ایک عام مسلمان کا شعور اور لاشعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ شانِ رسالت کے حق میں مضطرب ہوتا ہے، اس کی بنیاد عقیدہ سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے، خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک جنون کی صورت میں نمودار ہوتی ہے"۔

ایک عام مسلمان کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کا یہ عالم ہے کہ وہ ناموس رسالت پر کٹ مرنے کو اپنے لیے مایہ فخر سمجھتا ہے اور مولانا محمد علی جوہر کی ایمانی غیرت وحمیت کے یہ الفاظ تقریباً ہر مسلمان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں:

"جہاں تک خود میرا تعلق ہے، مجھے نہ قانون کی ضرورت ہے نہ عدالتوں کی حاجت، اگر کوئی ہندوستانی اس قدر شقی القلب ہے کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے ان میں سب سے اشرف نبی سرور کونین اور باعثِ تکوین دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو تقدس میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، اس کا اتنا پاس بھی نہیں کرتا کہ اس برگذیدہ ہستی کی توہین کرکے میرے قلب کو چور چور کرنے سے احتراز کرے... تو مجھ سے جہاں تک صبر ہوسکے گا، صبر کروں گا، جب صبر کا جام لبریز ہوجائے گا تو اٹھوں گا اور یا تو اس گندہ دل، گندہ دماغ، گندہ دہن کافر کی جان لے لوں گا یا اپنی جان اس کی کوشش میں کھو دوں گا"۔ (مولانا محمد علی جوہر، آپ بیتی اور فکری مقالات، صفحہ: ۲۳۲)

جب کہیں مسلمان خود اقلیت میں ہوگئے یا مسلمانوں کی عدالتیں غیروں کے دباؤ میں آگئیں اور وہاں توہینِ رسالت کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے انصاف کے راستوں میں رکاوٹیں پیش آنے لگیں، تب سے عام مسلمانوں نے کسی قانون اور عدالت کی پروا نہیں کی، غازی علم الدین شہید سے لے کر عامر چیمہ شہید تک ناموسِ رسالت پر کٹ مرنے والے سعادت مندوں نے خود کو فنا کرکے دوام حاصل کیا۔

جہاں تک آزادی یا آزادی اظہار رائے کا تعلق ہے تو دنیا کے کسی بھی دستور میں "آزادیِ مطلق" کا حق نہیں دیا گیا، یہاں سیکولر ہونے کے دعویٰ دار چند معروف دستوروں کے حوالے دیئے جاتے ہیں: سب سے پہلے فرانس کو لے لیں جہاں کے اخبارات نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اہانت آمیز خاکے شائع کیے ہیں اور اسے "آزادی اظہار رائے" کا اپنا حق قرار دیا ہے، اس کے آرٹیکل نمبر ۱ میں کہا گیا ہے:

"انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد رہے گا اور سب کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے، لیکن سماجی حیثیت کا تعلق مفاد عامہ کے پیش نظر کیا جائے گا"۔

اور آرٹیکل نمبر ۴ میں کہا گیا ہے:

"آزادی کا حق اس حد تک تسلیم کیا جائے گا جب تک کہ اس سے کسی دوسرے شخص کا حق متاثر یا مجروح نہ ہو اور ان حقوق کا تعین بھی قانون کے ذریعہ کیا جائے گا"۔

جرمنی کے آئین کے آرٹیکل نمبر ۵ میں کہا گیا ہے:

"ہر شخص کو تحریر، تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق حاصل ہے"۔

مگر اس کے ذیلی آرٹیکل نمبر ۲ میں واضح کردیا گیا ہے کہ یہ حقوق شخصی عزت و تکریم کے دائروں میں رہتے ہوئے استعمال کیے جاسکیں گے۔ امریکی دستور میں بھی مطلق آزادی کا کوئی تصور نہیں، امریکن سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق دستور میں ایسی تحریر اور تقریر کی اجازت نہیں جو عوام میں اشتعال انگیزی یا امن عامہ میں خلل اندازی کا سبب بنے یا اس سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہو، ریاست کو ایسی آزادی سلب کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، اسی طرح آزادیٔ مذہب کے نام پر توہین مسیح کے ارتکاب کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ (امریکن سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی تفصیل محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے اپنی کتاب "ناموس رسالت اور توہین رسالت" کے باب پنجم میں لکھی ہے)۔

یہی حال برطانیہ کا ہے، وہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا برطانیہ کی ملکہ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کی اجازت نہیں، وہاں ہائیڈ پارک میں "اسپیکر کارنر" کے نام سے ایک گوشہ مختص ہے جہاں مخصوص اوقات میں ہر شخص کو جو جی میں آئے کہنے یا بکنے کی چھوٹ دی گئی ہے، لیکن یہاں بھی کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے یا ملکہ کی شان میں گستاخی کرے۔ جب خود ان قوموں کے دساتیر میں "آزادیٔ اظہار رائے" کو مشروط کیا گیا کہ اس کی اسی وقت اجازت ہے جب وہ کسی کے حق اور جذبات مجروح کرنے کا ذریعہ نہ بنے، ایسے میں قانونی حوالے سے اس کا جواز کیونکر ہوسکتا ہے کہ کائنات کی سب سے بزرگ ہستی کی توہین کی جائے۔ جو دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والے اربوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا ذریعہ بنتی ہے!! حقیقت یہ ہے کہ ناموس رسالت پر حملوں کے اس طرح کے افسوس ناک واقعات، عیسائی دنیا کی اس پرانی اسلام دشمنی کا نتیجہ ہیں جو صدیوں سے قائم ہے اور قرب قیامت تک قائم رہے گی، پیغمبر اسلام، اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ، اس کے متعصبانہ خمیر میں شامل ہے اور اس کے لیے انہوں نے بڑے بڑے ادارے قائم کیے جن کے تحت ہزاروں افراد کام کررہے ہیں، یہ لوگ صدیوں سے اسلام کے قلعے پر علمی، عملی اور سائنسی محاذوں سے حملہ آور ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اس قلعے میں شگاف پڑے، انہیں معلوم ہے کہ دین اسلام ہی ان کی ظاہری چمک دمک والی لیکن اندر سے کھوکھلی اور فرسودہ تہذیب کو کارزار حیات میں شکست وریخت سے دوچار کرکے مٹا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

اسلام میں شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ

بعد تمام تعریفوں کے خدا جل شانہ کے لیے ہیں، ائمہ کرام سے اس مسئلہ کے بارے میں فتویٰ حاصل کرنا ہے کہ ''جو شخص بلحاظ اسم مسلمان ہو اور خدا تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ پیغمبروں اور نبی آخر الزمان فخر موجودات اور محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اڑاتا ہو، ان کے بارے میں استہزائیہ انداز اختیار کرتا ہو۔ جو ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہو اور قرآن مجید کہ بارے میں یہ کہتا ہو کہ یہ کوئی تاریخ نہیں فقط ناول ہے، اور اک دیوانے شخص کا خواب ہے، جسے کہانی کا رنگ دیا گیا ہے تو ایسے شخص یعنی سلمان رشدی ملعون کے لیے علمائے کرام کا کیا فتویٰ ہے؟

عام مسلمانوں کے لیے علمائے کرام کے لیے، حکّام وقت اور حکومت وقت کے لیے، ازراہِ کرم بتائیے ایسے مسلمانوں کے لیے کیا حکم ہے جو ایسے گستاخ کو قتل کرنا چاہتے ہوں، جب کہ وہ ایک غیر اسلامی ملک (برطانیہ یا امریکہ) میں موجود ہو۔ کیا اس ملک کے ساتھ کسی قسم کے تعلقات قائم رکھے جا سکتے ہیں جب کہ وہ ملک اس ملعون کتاب کی اشاعت کی پشت پناہی بھی کر رہا ہو۔ اور ایسے ملعون شخص کو اپنے ہاں پناہ بھی دے رکھی ہو۔

سائل: سعید احمد (کراچی)

الجواب باسمہ تعالیٰ

صورت مسئولہ میں جو آدمی (کافر ہو یا مسلم) سید الاولین و آلاخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد صلیٰ اللہ علیہ وسلم پر ہنسی اڑاتا ہے، یا ان کی سیرت و زندگی کے کسی گوشے کے بارے میں استہزائیہ انداز اختیار کرتا ہے، یا ان کی توہین و تنقیص کرتا ہے یا ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے، یا ان کو گالی دیتا ہے، یا ان کی طرف بری باتوں کو منسوب کرتا ہے یا آپ کی ازواج مطہرات اور امہات المومنین (رضی اللہ عنہا) کو بازاری عورت اور طوائفوں کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے اور قرآن مجید کو ایک دیوانہ اور مجنون آدمی کا خواب بتاتا ہے، یا ایک ناول اور کہانی سے تعبیر کرتا ہے تو وہ آدمی سر اسر کافر، مرتد، زندیق اور ملحد ہے۔ اگر ایسا آدمی کسی مسلمان ملک میں حرکت کرتا ہے تو اس کو قتل کرنا مسلمانوں کی حکومت پر واجب ہے اور مشہور قول کے مطابق اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور جو اس کے کفر میں شک کرتا ہے وہ بھی کافر ہے اور یہ ائمہ اربعہ کا مسلک ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

جیسا کہ شیخ الاسلام امام تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد العلیم بن عبد السلام الحرانی الدمشقی المعروف بابن تیمیہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' میں نقل فرمایا کہ:

ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او کافر فانہ یجب قتلہ ھذا مذھب علیہ عامۃ اھل العلم. قال ان المنذر: أجمع عوام أھل العلم علی أن حد من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، القتل، وممن قالہ مالك واللیث و احمد و اسحق و ھو مذھب الشافعی....وقد حکی ابو بکر الفارسی من اصحاب الشافعی اجماع المسلمین علی ان حد من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم القتل(الصارم المسلول علی شاتم الرسول لتقی الدین ابن تیمیہ—المسئلۃ الاولی:(۳،۴) ط: نشر السنۃ ملتان)

''عام اہل علم کا مذہب ہے کہ جو آدمی خواہ مسلمان ہو یا کافر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گالی دیتا ہے اس کو قتل واجب ہے۔ ابن منذر نے فرمایا کہ عام اہل علم کا اجماع ہے کہ جو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے، اس کی حد قتل کرنا ہے اور اسی بات کو امام مالک، امام لیث، امام اسحٰق نے بھی اختیار فرمایا ہے اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے......اور ابو بکر فارسی نے اصحابِ امام شافعی سے مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حد قتل ہے''۔

وقال محمد بن سحنون: اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمنقّص لہ کافر، والوعید جاء علیہ بعذاب اللہ لہ وحکمہ عند الامۃ القتل، ومن شك فی کفرہ وعذابہ کفر(المرجع السابق)

''محمد بن سحنون نے فرمایا کہ علماء کا اجماع ہے کے شاتم رسول اور آپ کی توہین و تنقیص شان کرنے والا کافر ہے اور حدیث میں اس کے لیے سخت سزا کی وعید آئی ہے اور امت مسلمہ کے نزدیک اس کا شرعی حکم، قتل ہے۔ اور جو آدمی اس شخص کے کفر اور عذاب کے بارے میں شک و شبہ کرے گا وہ بھی کافر ہو گا''۔

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات آفتاب نیم روز کی مانند واضح ہو گئی کہ باجماع امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا یا ان کی توہین و تنقیص کرنے والا کھلا کافر ہے اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ اور آخرت میں اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور جو آدمی اس کے کافر ہونے اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے ایک کافر کے کفر میں شبہ کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے ''ابن سحنون'' سے مزید نقل کیا ہے کہ:

ان الساب ان کان مسلما فانہ یکفر و یقتل بغیر خلاف وھو مذھب الائمہ الأربعۃ وغیرھم(الصارم المسلول—۴،۳)

''اگر گالی دینے والا مسلمان ہے تو وہ کافر ہو جائے گا اور بلا اختلاف اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور یہ ائمہ اربعہ وغیرہ کا مذہب ہے''۔

اور امام احمد بن حنبلؒ نے تصریح کی ہے کہ:

قال ابن حنبل: سمعت ابا عبد الله يقول: كل من شتم النبي صلى الله عليه وسلم او تنقصه مسلما كان أو كافرا فعليه القتل، وأرى أن يقتل ولا يستتاب(المرجع السابق)

"جو آدمی بھی خواہ مسلمان ہو یا کافر اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے یا ان کی توہین و تنقیص کرتا ہے اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اس کو توبہ کرنے کے لیے مہلت نہیں دی جائے گی بلکہ فوراً ہی قتل کر دیا جائے گا۔"

"الدر المختار" میں ہے:

وفی الاشباہ ولا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ(الدر المختار — کتاب الجہاد — باب المرتد— ۴ / ۲۲۴)

"اشباہ میں ہے کہ (نشہ میں) مست آدمی کی ردّت کا اعتبار نہیں ہے، البتہ اگر کوئی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی وجہ سے مرتد ہو جاتا ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اُس گناہ کو معاف نہیں کیا جائے گا"۔

امام احمدؒ اور "اشباہ" کی عبارات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شاتم رسول کے جرم کو معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

پھر یہ شخص جب مسلسل اس جرم کے ارتکاب میں قائم ہے اور اس پر مُصر ہے تو اس کے واجب القتل ہونے اور اس کی توبہ قبول نہ کرنے کے بارے میں کوئی شک ہی نہیں۔

چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جو آدمی ارتداد کی حالت پر بدستور برقرار رہتا ہے یا بار بار مرتد ہوتا رہتا ہے اس کو فوراً قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

جیسا کہ "فتاویٰ شامی" میں ہے:

وعن ابن عمرو علی: لا تقبل توبۃ من تکررت ردتہ کالزندیق وھو قول مالك واحمد واللیث وعن ابی یوسف لو فعل ذالك مراراً یقتل غیلۃ.

(رد المختار علی الدر المختار — کتاب الجہاد — باب المرتد — مطلب مایشك فی انہ ردۃ لا یحکم بہا — ۴/ ۲۲۵)

"حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ متعدد بار مرتد ہونے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی جیسا کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جاتی اور یہ امام مالک، احمد اور لیث کا مذہب ہے، امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر کوئی آدمی مرتد ہونے کا جرم بار بار کرے تو اسے حیلہ سے بے خبری میں قتل کر دیا جائے"۔

اسی طرح "در مختار" میں ہے:

وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر. والکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حداً ولا تقبل توبتہ مطلقاً(الدر المختار — کتاب الجہاد — باب المرتد— ۴/ ۲۳۱)

"ہر وہ مسلم جو (نعوذ باللہ) مرتد ہو جاتا ہے اس کی توبہ قبول ہوتی ہے، مگر وہ جماعت جس کا ارتداد مکرر (بار بار) ہوتا ہو۔ ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اور جو آدمی انبیاء میں سے کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہو جائے اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ کسی حال میں بھی قبول نہیں کی جائے گی"۔

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ سبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی توہین اتنا بڑا جرم ہے کہ بالفرض اگر کوئی (نشہ میں) مست آدمی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے گا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تحقیر کرے گا تو اس کا قتل کر دیا جائے گا۔

اسی طرح امہات المومنین (رضوان اللہ علیہن اجمعین) کی شان میں گستاخی کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہے اور گستاخی کرنے والے پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ امہات المومنین کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور وہ مباح الدم ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو گناہ کی تہمت لگانے والوں کے جرم کا ثبوت اور حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی کا ثبوت تو قرآن میں مذکور ہے، فقہائے کرام نے بھی اس کی رُو سے ایسے شخص کو مباح الدم کہا ہے۔ جو حضرت عائشہ پر تہمتِ گناہ لگاتا ہے۔ جیسا کہ "فتاویٰ شامی" میں ہے:

نعم لاشك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا(رد المختار علی الدر المختار — کتاب الجہاد — باب المرتد— ۴/ ۲۳۷)

"سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگانے والا شخص بلاشبہ کافر ہے"

اور ملعون سلمان رشدی اپنی کتاب میں امہات المومنین کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں جیسا کہ ہفت روزہ "حریت" جلد ۷-۱۱ تا ۱۷ نومبر ۱۹۸۸ء شمارہ ۴۵ میں تفصیلی طور پر نقل کیا گیا ہے۔

اور یہ بات اہل دنیا کے سامنے ظاہر ہے کہ ملعون سلمان رشدی نے حالیہ ناول "شیطانی آیات" (satanic verses) کے علاوہ "مڈ نائٹ چلڈ رن" اور "شیم" میں بھی شان رسالت میں دریدہ دہنی اور ذہنی خباثت کی بدترین مثال پیش کی ہے۔ تفصیل کے لیے "انڈیا ٹوڈے" ستمبر ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں موجود ہے۔ اور مزید اس کتاب کو متعدد ممالک سے شائع کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے تاکہ دنیا میں فساد پھیلایا جائے اور دین اسلام کو بدنام کیا جائے، تاریخ کو مسخ کیا جائے، ناپختہ اذہان کو اسلام سے برگشتہ کیا جائے اور مسلمانوں کے دل و جگر پر تیشے چلائے جائیں اور تلاشِ حق میں دامنِ اسلام کی طرف بڑھنے والے سادہ دل انسانوں کو اسلام اور مسلمانوں سے بدظن کیا جائے۔ لہٰذا یہ شخص

اگر پہلے سے مسلمان تھا تو اب مرتد ہو گیا ہے اور ارتداد پر اصرار کرنے کی وجہ سے ملحد اور زندیق ہے جس کی توبہ کا کچھ اعتبار نہیں اور اس کی سزا قتل ہی ہے۔

دنیا کے تمام مسلمانوں کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، تبلیغ دین اور اشاعت حق میں بالکل امین اور حق گو ہیں اور اس منصب کو بالکل صحیح صحیح طریقہ سے انجام دینے والے ہیں۔ اور دین اسلام کی تکمیل فرما دی گئی ہے، اس میں کسی قسم کی کوتاہی اور خامی نہیں ہوئی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کو اللہ پاک کا کلام سمجھتے ہیں۔

قرآن کو غیر اللہ کا کلام کہنا سراسر کفر ہے۔ اسی لیے جب کفار مکہ نے قرآن کے کلام "انسانی" ہونے کا دعویٰ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں یہ چیلنج دیا کہ اگر قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے اور غیر اللہ کا کلام ہے تو تم اور تمہارے سارے دوست احباب اکٹھے ہو کر قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت جیسی کوئی سورت بنالاؤ اگر تم سچے ہو۔ لیکن اب تک کوئی نہ بنا سکا نہ تا قیامت بنا سکے گا۔ لیکن شاتم رسول سلمان رشدی نے الفاظ (Mahound) کی آڑ لے کر یہ تاثر دیا ہے کہ "جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں فرشتے اور شیطان کی آواز میں تمیز کرنے کی اہلیت نہ تھی"۔ اور یوں کلام الٰہی کو جو حضرت جبرائیل کی وساطت سے نازل ہوا ہے، نعوذ باللہ شیطانی کلام ظاہر کرنے کی گستاخانہ مکروہ اور شیطانی جسارت کی ہے۔ ان عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ سلمان رشدی قرآن شریف کو اللہ کا کلام ماننے کے لیے تیار نہیں ہے اور جو قرآن کو اللہ کا کلام نہیں مانتا وہ بدترین کافر ہے۔ اس قسم کے کافروں کو قتل کرنا واجب ہے جیسا کہ اوپر گزر رہا ہے۔

اسی لیے تمام اسلامی حکومتوں کے لیے ضروری ہے کہ اگر کافر مرتد زندیق سلمان رشدی ان کی حکومت کے ماتحت ہے تو فوری طور پر قتل کر کے اسے جہنم رسید کریں اگر ان کی حکومت میں نہیں ہے لیکن سفارتی تعلقات کے ذریعہ اس پر دباؤ ڈالنا کسی بھی طریقہ سے ممکن ہے تو اس پر دباؤ ڈال کر اس کو قتل کر دینا ضروری ہے ورنہ ایک بد بخت شقی ازلی اور شاتم رسول کو پناہ دینے والے یا اس کی پشت پناہی کرنے والے ملک سے تعلق اور دوستی رکھنا جائز نہیں ہو گا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (المجادلۃ: ۲۲)

"جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا اپنے گھرانے کے ہوں"۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ (الممتحنۃ:۱)

"اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دوستوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو"۔

اور اگر حکومت اس امر عظیم کو انجام دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ طاقت بشری کے مطابق کوشش کر کے اللہ کی زمین کو شاتم رسول سے پاک وصاف کر دے کیونکہ یہ اظہارِ دینِ خداوندی کی تکمیل اور اعلائے کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے، جب تک زمین سے شاتم رسول کو ختم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک مکمل دین اللہ کے لیے نہیں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال:۳۹)

"اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے، اور دین اللہ تعالیٰ کا ہو جاوے"۔

اس لیے صفحۂ گیتی میں تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا تھا اس کو قتل کر دیا جاتا تھا جیسا کہ کعب بن اشرف، یہودیہ عورت اور قبیلہ خطمہ کی عورت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی وجہ سے اور اسلام کی مخالفت میں سرگرم عمل رہنے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا۔

اسی طرح حضرت کعب بن زہیر عہد نبوی کے ایک نامور شاعر تھے، ابتدا میں وہ اسلام کی مخالفت میں سرگرم رہے حتیٰ کہ ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی "ہجو" میں کچھ شعر کہہ دیے، معاندانہ کارروائیوں اور ہجو گوئی کی پاداش میں بارگاہ رسالت سے ان کے واجب القتل ہونے کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ جب کہ سلمان رشدی نے صرف سب وشتم پر بس نہیں کیا بلکہ اس نے اسلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم، امّہات المومنین اور قرآن مجید کے بارے میں بھی ہر قسم کی گستاخی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

لٰہذا جو آدمی اس کو قتل کرے اس کو بہت زیادہ ثواب ملے گا تاکہ زمین اس کے فتنے سے محفوظ ہو جائے، اور آئندہ کسی کو اس جیسی دریدہ دھنی کی جسارت نہ ہو۔ جیسا کہ "فتاویٰ شامی" میں ہے:

وجمیع الکبائر......یباح قتل الکل ویثاب قاتلهم (الدر المختار — کتاب الحدود — باب التعزیر — ۴/ ۶۴)

"اور ایسے تمام مرتکبین کبیرہ جن کے گناہوں کا ضرر دوسروں کی طرف متعدی ہوتا ہے ان کو قتل کرنا جائز ہے اور قاتل ثواب کا مستحق ہے"۔

فقط واللہ اعلم

کتبہ

محمد انعام الحق

الجواب صحیح

۱۔ محمد عبد السلام عفا اللہ عنہ ۲۔ محمد شفیق عارف ۳۔ ابو بکر سعید الرحمٰن

بینات۔ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ

☆☆☆☆☆

موجودہ دور میں گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی شرعی حیثیت

[بلوغ المأمول فی الإقدام بقتل شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعہ بإحسان إلی یوم الدین، وبعد

دورِ حاضر میں جدید تہذیبِ مغرب نے تمام دنیائے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور مسلمان بحیثیتِ امت خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد سے محکوم ومغلوب ہیں۔ جدید تہذیبِ مغرب نے جہاں دنیا کو کئی قسم کے فتنوں اور فسق وفجور کے اندھیروں میں دھکیلا ہے اور ہر ایک راستے سے انسان کو اپنے رب والہ سے برگشتہ کیا ہے، وہیں ایک بہت بڑی گمراہی جو انسانیت کی جھولی میں ڈالی ہے، وہ ہے 'اظہارِ رائے کی آزادی'۔

اس وقت دنیا میں جس قدر کفر وشرک اور فساد پایا جاتا ہے، اس میں اہم کردار اسی اظہارِ رائے کی آزادی کا ہے۔ کیونکہ تہذیبِ مغرب ہر انسان کو اس بات کا درس دیتی ہے کہ وہ اپنے نظریات وعقائد وخیالات کے اپنانے میں بھی آزاد ہے اور اس کے بعد ان سب کے اظہار میں بھی آزاد ہے۔ اس تہذیب نے پہلے انسان کو کفر وشرک کی جدید شکلوں... سیکولرزم، لبرلزم، ہیمونزم... سے متعارف کرایا اور اس کے بعد جب بہت سے انسان اپنے خالق ورب اور الہامی دین کے انکاری ہوگئے تو اس کے بعد انھیں سکھلایا کہ اب وہ کھل کر دوسرے انسانوں میں انھی کفری نظریات کی دعوت دیں اور ببانگِ دہل ان کا پرچار کریں۔ یہ ایسی گندگی ہے کہ کوئی فطرتِ سلیم اس کی سڑانڈ سے کوسوں دور بچ کر گزرے، لیکن فتنوں کا ایسا دور ہے کہ اسی گندگی میں لتھڑے لوگ خود کو مہذب ومتمدن کہلانے کے دعوے دار ہیں۔ اور اسی گندگی کی ایک شکل پچھلے کئی سالوں سے تمام انسانوں کے سامنے آرہی ہے اور وہ ہے ربِ کائنات کے سب سے محبوب پیمبر، مخلوقاتِ کائنات میں سب سے زیادہ معزز اور مسلمانوں کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا ہے۔ ساری دنیا نے دیکھا کہ کس انداز میں مغرب میں بعض غلیظ طینت لوگوں نے ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بنائے اور کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نازیبا کلمات ادا کیے اور کھلے عام یہ سب مکروہ حرکات کی گئیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس وقت مسلم ملکوں میں بھی ایسے لوگوں کی تعداد میں آئے روز اضافہ ہورہا ہے اور جو سلسلہ سلمان رشدی ملعون سے شروع ہوا تھا، اب مسلم ملکوں میں کتنے ہی سلمان رشدی پیدا ہوچکے ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی مسلمان کے لیے یہ گنجائش ہے کہ اس کے سامنے ایسے لوگ دندناتے پھریں جو اس کے رب کو، اس کے دین کو اور پھر اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو... جن کی محبت سے ہر مسلمان کا دل لبریز ہوتا ہے... گالی دے، برا کہے، سب کی توہین کرے، لیکن وہ ایسے لوگوں اور ان کی حرکات سے نظریں چرا لے، آنکھیں بند کرلے۔

ہرگز نہیں، جس مسلمان کے دل میں ایمان ہے اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اسے اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھنا چاہیے جب تک کہ وہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن نہ اڑادے۔

لیکن آج کا مسلمان جب ایسا اقدام کرنے کی ہمت باندھتا ہے تو اسے مسلم معاشروں تک میں طرح طرح کے سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور حتیٰ کہ علمِ دین سے نسبت رکھنے والے حضرات کی مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس مسئلے میں سب سے زیادہ اعتراض دو نکات پر کیا جاتا ہے۔ ایک نکتہ یہ کہ یہ سزائے قتل دینا حکومتوں کا کام ہے، عام مسلمان کا نہیں، اور دوسرا اگر کوئی مسلمان ایسا کرے تو گویا وہ قانون ہاتھ میں لینے کے سبب مجرم بنتا ہے۔

اس مقالے میں ہم زمانہ حاضر میں عام مسلمان کی طرف سے گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامِ قتل کی شرعی حیثیت بیان کریں گے اور فقہِ اسلامی... بالخصوص مذہبِ حنفی... کی روشنی میں اس کا حکم بیان کریں گے۔

کون سی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کہلاتی ہیں؟

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ میں اس بات کو بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا چیزیں گستاخی کے زمرے میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھیں۔ یہ باتیں یہاں نقل کرنا بھی بہت زیادہ شاق ہے، کیونکہ ہم اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان باتوں کا تصور بھی دل میں نہیں لاسکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کرنے والا بنائیں، آمین۔ یہاں نقل کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر مسلمان جان لے کہ جس کسی شخص سے ان باتوں میں سے کسی بات کا صدور ہو تو وہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ ہے اور پھر وہ اس گستاخ کو سزا دینے کے لیے کمربستہ ہوجائے۔ وہ باتیں درج ذیل ہیں:

أ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا یا برا کہنا۔

ب. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، نسب اور دین میں صراحتاً یا اشارتاً عیب اور نقص نکالنا۔

ج. مذاق اڑانے کے انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز سے مشابہت بیان کرنا۔

د. کسی بھی انداز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانا۔

ہ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے لعنت کے الفاظ بولنا۔

و. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بد دعا کرنا۔

ز. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نقصان پہنچے کی تمنا کرنا۔

ح. قابلِ مذمت باتوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا۔

ط. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا اور خسیس قسم کی باتیں کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا۔

ي. دین کے راستے میں جو تکالیف اور آزمائشیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائیں، ان کے سبب عار دلانا۔

ک. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جائز بشری عوارض کو بنیاد بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کرنا۔[نعوذ باللہ من ذلك]

یہ نقل کرنے کے بعد قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهذا كله إجماع من العلماء وأئمة الفتوى من لدن الصحابة رضوان الله عليهم إلى هلم جرا۔[1]

”ان تمام (باتوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گستاخی ہونے) پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ابھی تک کے تمام علما اور اصحابِ فتویٰ کا اجماع ہے“۔

مسلمانوں میں سے گستاخ کی سزا قتل ہے:

جس شخص سے مذکورہ بالا باتوں کا صدور ہو تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے والا گستاخ ہے اور اسلام کی رو سے اس شخص کی سزا قتل ہے، چاہے وہ شخص مسلمان ہو یا کافر۔ کیونکہ جو کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو اس گستاخی کے ارتکاب سے وہ شخص مرتد ہو کر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ قرآنِ مجید کی درج ذیل آیات گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر اور سزائے قتل پر دلالت کرتی ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (الاحزاب:۵۷)

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے والے کے لیے دو سزاؤں کا ذکر ہوا؛ دنیا و آخرت میں لعنت اور رسوا کن عذاب۔ اور یہ دونوں سزائیں ایسے لوگوں کے کفر وارتداد پر دلالت کرتی ہیں۔ یہی حکم دوسری آیت میں یوں بیان ہوا:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (التوبۃ:۶۱)

سورۂ احزاب کی مذکورہ بالا آیت کے تین آیات بعد ایسوں کے قتل کا صریح حکم بھی بیان ہو گیا۔ فرمایا:

مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا (الاحزاب:۶۱)

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزائے قتل سنت سے بھی ثابت ہے۔ واقعہ افک میں جب عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا کر ارادتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی تھی۔ تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

من يعذرني من رجل بلغني أذاه في أهلي

اس پر انصارانِ مدینہ میں سے سیدنا اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

أنا يا رسول الله أعذرك منه، إن كان من الأوس ضربت عنقه، وإن كان من إخواننا الخزرج أمرتنا ففعلنا أمرك

یہ روایت صحیحین میں مروی ہے اور اس میں سیدنا اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ کا قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے والے گستاخ کی سزا قتل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ارادۂ قتل سے روکا نہیں، بلکہ اس کی تائید میں اقرار فرمایا۔[2]

یہ حدیث نام نہاد مسلمان گستاخ کے قتل کی دلیل ہے، باقی کفار میں سے گستاخی کرنے والوں کے قتل کے کئی واقعات احادیث میں مروی ہیں، جن کے لیے کتبِ حدیث کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ گستاخ کی اس سزائے قتل پر علمائے امت کا اجماع ہے جسے کئی علما نے نقل کیا ہے۔ ذیل میں چند ایک نقول ذکر کی جاتی ہیں:

امام ابن منذر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أجمع عوامّ أهل العلم على أن على من سبّ النبي صلى الله عليه وسلم القتل

قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أجمعت الأمة على قتل متنقّصه من المسلمين وسابّه

امام محمد بن سحنون رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ص۴۲۸، دار الحدیث القاھرۃ

[2] یہاں کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ روایات میں تین مسلمانوں کے نام بھی آتے ہیں جو اس تہمت میں شریک ہو گئے تھے، لیکن نہ ان کے قتل کی کوئی بات روایات میں منقول ہے اور نہ ہی ان کے کفر و نفاق کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعے کا تعلق بالواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ تھا اور اس واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی۔ اب اس واقعے میں عبد اللہ بن ابی کا براہِ راست مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا تھا، جیسا کہ ہم نے اوپر جملے میں ارادتاً کا لفظ داخل کیا ہے۔ جب کہ مذکورہ بالا تین مسلمانوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اذیت پہنچانے کا ہرگز مقصد و ارادہ نہ تھا۔ اس لیے ان پر صرف حدِ قذف جاری ہوئی۔ معلوم ہوا کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اذیت پہنچائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو اس کی سزا قتل ہی ہے۔

أجمع العلماء أن شاتم النبي عليه السلام المتنقّص له كافر، والوعيد جار عليه بعذاب الله، وحكمه عند الأمة القتل، ومن شك في كفره وعذابه كفر۔[3]

مسلمانوں میں سے گستاخ مرتد کے حکم میں آتا ہے یا زندیق کے؟

البتہ گستاخی کے مرتکب مسلمان کے بارے میں بعض علمانے مرتد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ جب کہ بعض علمانے ایسے شخص کو زندیق کے حکم میں بیان کیا ہے۔ مرتد وہ شخص ہوتا ہے جو اسلام لانے کے بعد اپنے عقیدے یا عمل کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

من بدّل دينه فاقتلوه۔[4]

”جو کوئی اپنا دین بدل لے (یعنی اسلام کے بعد دوبارہ کفر اختیار کرلے) اسے قتل کردو“۔

زندیق بھی مرتد ہی کی ایک قسم ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ مرتد پہلے مسلمان تھا، بعد میں کسی عمل سے کفر میں داخل ہو گیا، جب کہ زندیق خود کو مسلمان ظاہر تو کرتا ہے لیکن وہ دراصل باطن میں کافر ہوتا ہے، اعتقادی طور پر کافر ہوتا ہے۔ ایسا شخص جانتے بوجھتے اسلام کے لبادے میں خود کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن کسی موقع پر ایسا عمل یا اعمال کر دیتا ہے جو اس کے باطن کے کفر کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ ایسے شخص کو زندیق کہا جاتا ہے۔ مرتد اور زندیق کی سزا میں یہ فرق ہے کہ مرتد کو توبہ کی مہلت دی جاتی ہے تاکہ وہ اسلام قبول کرلے، جب کہ زندیق اگر پکڑا جائے تو چاہے توبہ کا اظہار کرے، اسے ہر حال میں قتل کیا جاتا ہے۔

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں احناف اور شوافع ارتداد کا حکم لگاتے ہیں، جب کہ مالکیہ اور حنابلہ زندیق ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔ اسی بنیاد پر مالکیہ اور حنابلہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو توبہ کی مہلت نہیں دیتے اور اگر وہ خود سے توبہ کرلے تو اس کا اعتبار نہیں کرتے اور اسے ہر حال میں قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جب کہ احناف اور شوافع کے یہاں گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرتد ہے، اگر توبہ کرلے تو وہ قتل سے بچ جاتا ہے۔[5]

احناف میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ 'کتاب الخراج' میں لکھتے ہیں:

وأيما رجل مسلم سبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم أو كذّبه أو عابه أو تنقّصه فقد كفر بالله وبانت منه زوجته، فإن تاب وإلا قتل۔[6]

شوافع میں سے امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'السیف المسلول علی من سبّ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم' میں لکھتے ہیں:

السابّ المسلم مرتد قطعا فالكلام فيه كالكلام في قتل المرتد۔[7]

خود امام مالک رحمہ اللہ سے امام ابن القاسم کی روایت کتبِ مالکیہ 'المبسوط'، 'العتبیہ' وغیرہ میں درج ہے کہ:

من سب النبي صلى الله عليه وسلم من المسلمين قتل، ولم يستتب[8]

مالکیہ کے معروف متن 'العتبیہ' میں امام ابن القاسم رحمہ اللہ سے مروی ہے:

من سبّه أو شتمه أو عابه أو تنقّصه فإنه يقتل وحكمه عند الأمة القتل كالزنديق۔[9]

امام احمد رحمہ اللہ سے بھی امام مالک رحمہ اللہ کے مشابہ روایات منقول ہیں، اسی وجہ سے شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بحکمِ زندیق ہونا حنابلہ کے یہاں مفتی بہ ہے۔ علامہ مرداوی رحمہ اللہ 'الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف' میں لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ (وَهَلْ تُقْبَلُ تَوْبَةُ الزِّنْدِيقِ ، وَمَنْ تَكَرَّرَتْ رِدَّتُهُ ، أَوْ مَنْ سَبَّ اللهَ أَوْ رَسُولَهُ ، وَالسَّاحِرِ ؟) . يَعْنِي الَّذِي يَكْفُرُ بِسِحْرِهِ (عَلَى رِوَايَتَيْنِ) . . . . إِحْدَاهُمَا : لَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ ، وَيُقْتَلُ بِكُلِّ حَالٍ . وَهُوَ الْمَذْهَبُ۔[10]

مرتد و زندیق کے حکم میں فرق کا گستاخ کے حکم پر اثر:

مذکورہ بالا بحث یہ معلوم ہوتا ہے کہ علمائے امت میں گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو طبقات ہیں۔ ایک طبقہ علما کا کہنا ہے کہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا ہر حال میں قتل ہے، چاہے وہ توبہ بھی کرلے۔ لہٰذا اسے ہر حال میں قتل کیا جائے۔ جب کہ دوسرے طبقے کا کہنا ہے کہ کوئی بھی مسلمان گستاخی کے سبب اسلام سے خارج ہو کر مرتد ہو جاتا ہے۔ اب اس کا حکم مرتد کا ہے یعنی وہ واجب القتل ہے۔ لیکن حاکم اسے توبہ کی مہلت دے سکتا ہے اور اگر وہ توبہ کرلے تو پھر قتل سے بچ جائے گا۔ اگر حاکم توبہ کی مہلت نہ دے یا وہ خود توبہ نہ کرے تو ضرور قتل کیا جائے گا۔

گستاخان کی دو اقسام:

واقعاتی دنیا میں دیکھا جائے تو گستاخی کا مرتکب ہونے والے مسلمان دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ مسلمان جو کسی خاص موقع پر کسی وقتی داعیے کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر بیٹھے۔ اور جب اسے احساس ہو کہ اس نے ایسا کیا ہے تو نادم ہو

---

[3] ان نقول کے لیے دیکھیے: الشفا، ص ۴۲۶، ۴۲۸، ۴۲۹، دار الحدیث القاهرة، السیف المسلول علی من سبّ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۱۹ تا ۱۲۱، دار الفتح، عمان اردن

[4] رواه الجماعة إلا مسلم

[5] قلیل شافعیہ کی رائے عدم استتاب کی ہے جب کہ جمہور شافعیہ کی رائے استتابہ کی ہے۔

[6] کتاب الخراج، ص ۱۸۲، دار المعرفة بیروت لبنان

[7] السیف المسلول علی من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۵۴، دار الفتح، عمان اردن

[8] الشفا؛ ص ۴۲۹

[9] أیضا

[10] الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف، ج ۱۰، ص ۳۳۲، تحقیق الشیخ حامد الفقی وطباعته

کر توبہ کر لے۔ ایسا شخص یقیناً گستاخی کے سبب اسلام سے خارج ہو کر ارتداد کا مرتکب ہو جاتا ہے، لیکن توبہ کے سبب دوبارہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن ہر گستاخ اس قسم کا نہیں ہوتا، بلکہ گستاخان کی زیادہ تعداد ایسی ہوتی ہے جو لوگ باطن میں کفر چھپائے بیٹھے ہوتے ہیں اور ظاہر میں مسلمان بنے ہوتے ہیں۔ بالخصوص آج کی دنیا میں ایسے نام نہاد مسلمانوں کی تعداد کافی بڑھ چکی ہے جنھیں مسلمان گھرانے میں پیدائش کے سبب اسلام سے صرف نام کا تعلق ہے، لیکن افکار و نظریات اور عقائد میں وہ کفار کے مثل ہوتے ہیں۔ جب ایسے فرد کی طرف سے گستاخی کا ارتکاب ہوتا ہے تو وہ کسی وقتی داعیے سے متاثر ہو کر نہیں ہوتا، بلکہ پختہ عقائد کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ایسا گستاخ یقیناً تمام علمائے امت کے نزدیک زندیق کے حکم میں آتا ہے جسے ہر حال میں قتل کیا جانا لازم ہے۔ احناف نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ ان کے یہاں بھی ہر قسم کا گستاخ مرتد کے حکم میں نہیں ہے جسے توبہ کی مہلت دی جائے بلکہ مذکورہ بالا گستاخ زندیق کے حکم میں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'تنبیہ الولاۃ والحکام' میں لکھتے ہیں:

نعم لو قیل إذا تکرر السبّ من هذا الشقي الخبیث بحیث أنه کلما أخذ تاب، یقتل، وکذا لو ظهر أن ذلك معتادہ وتجاهر به کان ذلك قولا وجیها کما ذکروا مثله في الذمي ویکون بمنزلة الزندیق۔[11]

سیکولر، ملحدانہ نظریات کے حامل گستاخ زندیق ہیں، ہر حال میں واجب القتل ہیں:

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کی عبارت میں غور کیجیے کہ وہ شخص جس نے گستاخی کو عادت بنا رکھا ہو اور وہ کھلے بندوں اس کا مرتکب ہوتا ہو، زندیق کے حکم میں ہے۔ آج ہمیں جن گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ ہے وہ بیش تر سیکولر اور ملحد افکار و نظریات کے حامل لوگ ہیں جنھیں اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین سے دشمنی ہے۔ یہی دشمنی ان بدباطن خبثاء کو کبھی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی پر مجبور کرتی ہے اور کبھی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر اکساتی ہے۔ اور یہ لوگ جرأت کے ساتھ کھلے بندوں ایسا کرتے ہیں۔ ان گستاخان کا حکم بلاشبہ زندیق کا ہے جن کی سزا ہر حال میں قتل ہے۔

عہد حاضر میں گستاخانِ رسول کا حکم بالکل واضح ہے اور توبہ کا موقع دینے یا نہ دینے کے سیاق سے خارج ہے چاہے ان پر زندیق کا حکم لگے یا مرتد کا اور اس کی درج ذیل وجوہ ہیں:

أ. ان کی تحریرات تصریحاً ثابت کرتی ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کے نہ صرف جواز کے قایل ہیں بلکہ اس کو بنیادی انسانی حق سمجھتے ہیں۔

ب. تسلسل کے ساتھ گستاخانہ مواد کو شائع کرنا اور اس کے حق میں استدلال کرنا۔

ت. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی پر موت کی سزا کے قانون کو انسانی حقوق کے خلاف قرار دینا اور اس کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کرنا اور اس قانون کے غلط ہونے کے موقف کے حق میں بے سروپا دلائل دینا۔

شریعتِ اسلامیہ میں مرتد و زندیق کے قتل کا اختیار کس کو ہے؟

زمین پر احکامِ اسلام کا اجراء اور شریعت کا نفاذ قوت و شوکت مانگتا ہے، اسی قوت و شوکت کے لیے اسلام میں حاکم کا تقرر فرض کیا گیا ہے۔ مسلمان حاکم کی قوت کے بل پر زمین پر دین قائم ہوتا ہے اور دین کے معاملے میں کوتاہی اور جرم کرنے والوں کو اسی قوت سے روکا جاتا ہے۔ جرائم کی خاص تعداد... جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو چکی ہیں... کو شریعت کی اصطلاح میں حدود کہا جاتا ہے، جیسا کہ زنا کی حد، شراب پینے کی حد، چوری کی حد، تہمتِ زنا کی حد۔ ان مخصوص حدود کے قیام کو فقہائے اسلام نے صرف حاکم کے ساتھ خاص کیا ہے۔ امام کاسانی رحمہ اللہ بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں:

وَأَمَّا شَرَائِطُ جَوَازِ إقَامَتِهَا فَمِنْهَا مَا يَعُمُّ الْحُدُودَ كُلَّهَا، وَمِنْهَا مَا يَخُصُّ الْبَعْضَ دُونَ الْبَعْضِ، أَمَّا الَّذِي يَعُمُّ الْحُدُودَ كُلَّهَا فَهُوَ الْإِمَامَةُ: وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْمُقِيمُ لِلْحَدِّ هُوَ الْإِمَامُ أَوْ مَنْ وَلَّاهُ الْإِمَامُ۔[12]

احناف حاکم اور اس کے نائب کے علاوہ کسی کے لیے حد قائم کرنے کو جائز نہیں کہتے، البتہ دیگر مذاہبِ ثلاثہ میں آقا اپنے غلام پر حد جاری کر سکتا ہے۔

اسی طرح حدود کے علاوہ قصاص و دیت اور قتلِ ارتداد کے مسئلے میں بھی فقہائے اسلام نے سزا کے اجرا کو حاکم کے ساتھ خاص کیا ہے۔ شوافع نے تو قتلِ ارتداد کو اصطلاحی طور پر حدود ہی میں شامل کیا ہے، جیسا کہ ان کی کتب سے معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ دیگر نے مرتد و زندیق کے قتل کو کافر و حربی ہونے کی سزا قرار دیا ہے، اصطلاحی حد نہیں۔ امام ابن قدامہ حنبلی امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال سے اختلاف کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُهُ: { وَأَقِيمُوا الْحُدُودَ } . فَلَا يَتَنَاوَلُ الْقَتْلَ لِلرِّدَّةِ، فَإِنَّهُ قُتِلَ لِكُفْرِهِ، لَا حَدًّا فِي حَقِّهِ.[13]

یہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ مرتد سے ہٹ کر گستاخ کے مسئلے میں مالکیہ اور حنابلہ کا یہ قول ان کی کتب میں منقول ہے کہ گستاخ کو حداً قتل کیا جائے گا، کفراً نہیں۔ اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ ان کا قول بجا ہے، اس سے ان کی مراد گستاخ کے قتل کو اصطلاحی حدود میں شامل قرار دینا نہیں ہے، بلکہ یہ بتلانا ہے کہ گستاخ کو لامحالہ قتل کیا جائے گا، چاہے توبہ کر لے، جس طرح توبہ کرنے سے حدود ساقط نہیں ہوتیں، اسی طرح گستاخ

---

[11] رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۳۳۵

[12] بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع؛ ج ۹، ص ۲۵۰، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان

[13] المغني علی مختصر الخرقي؛ ج ۸، ص ۹۰، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان

بھی توبہ کرلے تو اب اس سے سزائے قتل ساقط نہیں ہو گی۔ باقی وہ بھی تفصیل یہی لکھتے ہیں کہ گستاخ اپنی طرف سے گستاخی کے سبب زندیق کے حکم میں چلا جاتا ہے جس کی توبہ مقبول نہیں، جیسا کہ ہم نے اوپر ان کے اقوال ذکر کیے ہیں۔ اسی انداز میں فقہاء نے ارتداد کی سزا کو اصطلاحاً حد میں شامل نہیں کیا ہے، البتہ یہ ذکر ضرور کیا ہے کہ اس سزا میں ایک گونہ حد کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔

خیر، مرتد اور زندیق کے قتل کے معاملے میں مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے یہاں واضح صراحت موجود ہے کہ اس کا اجرا حاکم اور اس کے نائب کا کام ہے، اگر کوئی عام مسلمان ایسا کردے گا تو اس پر قصاص اور دیت تو نہیں لیکن افتیات علی الامام یعنی قانون ہاتھ میں لینے کے سبب اسے حاکم کچھ تعزیری سزا دے سکتا ہے۔

مالکیہ میں سے امام خرشی رحمہ نے 'مختصر خلیل' کی شرح میں لکھا ہے:

المرتد إذا قتله مسلم بغير إذن الإمام فإنه لا يقتل به ولكن يؤدب۔[14]

'مختصر خلیل' کی شرح 'مواہب الجلیل' میں لکھا ہے:

وَقَالَ الْقَاضِي عَبْدُ الْوَهَّابِ فِي شَرْحِ الرِّسَالَةِ وَعَرْضُ التَّوْبَةِ وَاجِبٌ عَلَى الظَّاهِرِ مِنْ الْمَذْهَبِ إلَّا أَنَّهُ إنْ قَتَلَهُ قَاتِلٌ قَبْلَ اسْتِتَابَتِهِ فَبِئْسَ مَا صَنَعَ وَلَا يَكُونُ فِيهِ قَوَدٌ وَلَا دِيَةٌ انْتَهَى.[16][15]

شوافع میں سے علامہ خطیب شربینی رحمہ اللہ 'منہاج الطالبین' کی شرح 'مغني المحتاج' میں لکھتے ہیں:

وَيَقْتُلُهُ الْإِمَامُ أَوْ نَائِبُهُ إنْ كَانَ حُرًّا لِأَنَّهُ قَتْلٌ مُسْتَحَقٌّ لِلَّهِ تَعَالَى فَكَانَ لِلْإِمَامِ وَلِمَنْ أَذِنَ لَهُ كَرَجْمِ الزَّانِي، هَذَا إنْ لَمْ يُقَاتِلْ، فَإِنْ قَاتَلَ جَازَ قَتْلُهُ لِكُلِّ مَنْ قَدَرَ عَلَيْهِ، وَيَجُوزُ لِلسَّيِّدِ قَتْلُ رَقِيقِهِ الْمُرْتَدِّ عَلَى الْأَصَحِّ، وَيُقْتَلُ بِضَرْبِ الْعُنُقِ دُونَ الْإِحْرَاقِ وَنَحْوِهِ لِلْأَمْرِ بِإِحْسَانِ الْقِتْلَةِ، فَإِنْ خَالَفَ

[14] شرح الخرشي على مختصر خليل، ج٨، ص٤، المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر

[15] مواهب الجليل لشرح مختصر خليل؛ ج٨، ص٣٧٣، دار عالم الكتب

[16] یہاں یہ واضح رہے کہ مذہبِ مالکی کی ایک روایت میں برخلاف دیگر مذاہبِ ثلاثہ کے جو کوئی کسی مرتد کو استتابہ سے پہلے قتل کردے تو اس پر کچھ مقدارِ دیت لازم آتی ہے۔ جو ایک مسلمان کی دیت کے ثلث خمس یعنی پانچویں حصے کی ایک تہائی لکھی گئی ہے۔ جب کہ زانی محصن، محارب اور موجبِ قصاص قاتل کے قتل میں کسی قسم کی کوئی دیت نہیں ہے۔ اس فرق کی وجہ مواہب جلیل میں یہ ذکر کی گئی ہے:

وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ الْمُرْتَدَّ تَجِبُ اسْتِتَابَتُهُ عَلَى الْمَذْهَبِ فَكَأَنَّ قَاتِلَهُ قَتَلَ كَافِرًا مُحَرَّمَ الْقَتْلِ بِخِلَافِ الزَّانِي الْمُحْصَنِ فَتَأَمَّلْهُ.

البتہ یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کے یہاں مفتیٰ بہ قول کے مطابق شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندیق کے حکم میں ہے جس کی بابت استتابہ کے عدمِ وجوب بلکہ توبہ کی عدمِ قبولیت کا قول اختیار کیا گیا ہے۔ ایسے میں زندیق اور گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل میں کسی قسم کی کوئی دیت نہیں، جیسا کہ علامہ ابن عرفہ رحمہ اللہ کی تصریح کتبِ مالکیہ میں موجود ہے۔

وَقَتَلَهُ بِغَيْرِهِ أَوْ قَتَلَهُ غَيْرُ الْإِمَامِ أَوْ نَائِبِهِ بِغَيْرِ إذْنِهِ عُزِّرَ الْأَوَّلُ لِعُدُولِهِ عَنْ الْمَأْمُورِ بِهِ. وَالثَّانِي لِافْتِيَاتِهِ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ مِنْ قِصَاصٍ أَوْ دِيَةٍ۔[17]

حنابلہ میں سے امام ابن قدامہ رحمہ اللہ 'المغني' میں لکھتے ہیں:

فَإِنْ قَتَلَهُ غَيْرُ الْإِمَامِ، أَسَاءَ، وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ مَحَلٌّ غَيْرُ مَعْصُومٍ، وَسَوَاءٌ قَتَلَهُ قَبْلَ الِاسْتِتَابَةِ أَوْ بَعْدَهَا؛ لِذَلِكَ. وَعَلَى مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ التَّعْزِيرُ؛ لِإِسَاءَتِهِ وَافْتِيَاتِهِ.[18]

البتہ احناف کے یہاں اس مسئلے میں روایات مختلف ہیں۔

احناف کے یہاں مرتد کے قتل کی بابت روایات کی تنقیح:

احناف کے یہاں اس مسئلے میں تین طرح کی روایات ہیں:

۱۔ مرتد کا قتل اس کے حربی ہونے کے سبب ہے اور حربی کا قتل ہر مسلمان کے لیے جائز ہے، افضل یہ ہے کہ حاکم سزا اجاری کرے۔

۲۔ چاہیے کہ حاکم مرتد کو قتل کرے، لیکن اگر حاکم کے علاوہ کوئی مسلمان مرتد کو قتل کردے، تو اس پر کوئی وبال اور ضمان نہیں۔ وكل جناية على المرتد فهي هدر۔

۳۔ اگر حاکم کے علاوہ کوئی مسلمان مرتد کو قتل کردے تو حاکم اسے تعزیر کرسکتا ہے، جیسا کہ دیگر مذاہب کا بھی مسلک ہے۔

پہلی روایت خود امام محمد سے مروی ہے، ظاہر الروایہ ہے۔ شرح السیر الکبیر میں امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے:

الْمُرْتَدُّ يُقْتَلُ إنْ لَمْ يُسْلِمْ حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا، لِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: { مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ } . وَهُوَ يَعُمُّ الْأَحْرَارَ وَالْعَبِيدَ، وَلِمَوْلَى الْعَبْدِ أَنْ يَقْتُلَهُ بِنَفْسِهِ إنْ شَاءَ، فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بِعَبْدٍ لَهُ تَنَصَّرَ، وَلِأَنَّهُ بِالرِّدَّةِ صَارَ كَالْحَرْبِيِّ فِي حُكْمِ الْقَتْلِ، وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ قَتْلُ الْحَرْبِيِّ الَّذِي لَا أَمَانَ لَهُ، إلَّا أَنَّ الْأَفْضَلَ لَهُ أَنْ يَرْفَعَهُ إلَى الْإِمَامِ لِيَكُونَ هُوَ الَّذِي يَقْتُلُهُ؛ لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْحَدِّ. وَاسْتِيفَاءُ الْحُدُودِ إلَى الْإِمَامِ.[19]

امام صاحب اور صاحبین میں سے اس باب میں امام محمد ہی کا واضح قول منقول ہے اور پھر یہ ظاہر الروایہ بھی ہے۔ اس قول میں امام محمد رحمہ اللہ نے آقا کا مرتد غلام کو قتل کرنے کا جواز ذکر کیا ہے، البتہ اس کی جو تعلیل کی ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں اس کی تعمیم ہے، یعنی کسی بھی مرتد کو کوئی بھی مسلمان قتل کرسکتا ہے کیونکہ وہ حربی کے حکم میں ہے۔ تعجب ہے کہ 'ہمارے سروں کے تاج' خاتمۃ المحققین علامہ ظفر احمد عثمانی

[17] مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج؛ ج٤، ص١٨١، دار المعرفة، بيروت لبنان

[18] المغني على مختصر الخرقي؛ ج٨، ص٩٠، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

[19] شرح السير الكبير؛ ج٥، ص١٦٦، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

رحمہ اللہ نے إعلاء السنن میں امام محمد رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد اسے یہ کہتے ہوئے رد کیا ہے کہ هو قول محمد وحده، لا قول أئمتنا جميعا، والله أعلم۔[20] حالانکہ شیخین سے تو اس مسئلے میں اس کے خلاف کچھ منقول نہیں، جیسا کہ خود علامہ عثمانی رحمہ اللہ بھی کوئی قول نہیں لاسکے۔ پھر یہ ظاہر الروایہ بھی ہے۔

دوسری روایت بیشتر متون اور فتاویٰ کی ہے۔ متون میں یہی لکھا ہے کہ اگر حاکم کے علاوہ کوئی دوسرا شخص مرتد کو قتل کر دے تو اس پر کوئی وبال نہیں۔

مختصر قدوری میں لکھا ہے:

فإن قتله قاتلٌ قبل عرض الإسلام عليه كره له ذلك، ولا شيء على القاتل۔[21]

مختار میں لکھا ہے:

فإن قتله قاتل قبل العرض لاشيء عليه.[22]

مختار کی عبارت کے مثل ہدایہ کی بھی عبارت ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے:

وردة الرجل تبطل عصمة نفسه حتى لو قتله قاتل بغير أمر القاضي عمدا أو خطأ أو بغير أمر السلطان أو أتلف عضوا من أعضائه لاشيء عليه۔[23]

تیسری روایت شروحات کی ہے اور متون میں سے صرف مختصر طحاوی میں درج ہے کہ اگر حاکم کے علاوہ کوئی مسلمان مرتد کو قتل کر دے تو حاکم اسے تعزیر کر سکتا ہے، جیسا کہ البحر الرائق میں ابن نجیم لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ وَكُرِهَ قَتْلُهُ قَبْلَهُ) أَيْ قَبْلَ عَرْضِ الْإِسْلَامِ لِأَنَّ إسْلَامَهُ مَرْجُوٌّ قَالَ فِي الْهِدَايَةِ وَمَعْنَى الْكَرَاهَةِ هُنَا تَرْكُ الْمُسْتَحَبِّ اهـ. يَعْنِي: فَهِيَ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلَى الْقَوْلِ بِاسْتِحْبَابِ الْعَرْضِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِوُجُوبِهِ فَهِيَ كَرَاهَةُ تَحْرِيمٍ كَمَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ أَطْلَقَهُ فَشَمِلَ قَتْلَ الْإِمَامِ وَغَيْرِهِ لَكِنْ إنْ قَتَلَهُ غَيْرُهُ أَوْ قَطَعَ عُضْوًا مِنْهُ بِغَيْرِ إذْنِ الْإِمَامِ أَدَّبَهُ الْإِمَامُ كَمَا فِي شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ (قَوْلُهُ وَلَمْ يَضْمَنْ قَاتِلُهُ لِأَنَّ الْكُفْرَ مُبِيحٌ لِلْقَتْلِ) وَكُلُّ جِنَايَةٍ عَلَى الْمُرْتَدِّ فَهِيَ هَدَرٌ.[24]

باقی حاکم کے علاوہ اگر کوئی مسلمان مرتد کو قتل کر دے تو حاکم کے تعزیر کرنے کا سبب کیا ہے؟ اس میں بھی دو اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ کسی شبہ کی وجہ سے کوئی شخص مرتد ہو گیا ہو، تو اس شبہ کو دور کرنے کے لیے اسے توبہ کی مہلت دینی چاہیے۔ یہ توبہ کی مہلت دینا احناف کے یہاں مستحب ہے۔ چونکہ مرتد کو قتل کرنے والے نے یہ مہلت نہیں دی، جس میں امید تھی کہ شاید وہ دوبارہ مسلمان ہو جاتا، اس وجہ سے حاکم کے پاس گنجائش ہے کہ وہ قاتلِ مرتد کو تعزیری سزا دے۔ اور اسی وجہ سے اس قتل کی کراہتِ تنزیہی کا قول اختیار کیا گیا ہے۔ امام جصاص رحمہ اللہ نے مختصر طحاوی کی شرح میں لکھا ہے:

قال [ولا شيء على من قتل مرتدا قبل استتابته أو قطع عضوا منه، لكنه يؤدب] وذلك لأن عصمة دمه زائلة بنفس الردة، ولكن الأحسن تقديم الاستتابة والدعاء إلى الإسلام قبل قتله، فمن قتله قبل ذلك لم يكن عليه ضمان دمه وكان مسيئا في إقدامه كمن قتل حربيا قبل الدعاء إلى الإسلام۔[25]

فقہائے احناف نے اس تعزیر کا دوسرا سبب افتیات علی الامام کو قرار دیا ہے۔ الاختیار لتعلیل المختار میں لکھا ہے:

قال: (فإن قتله قاتل قبل العرض لاشيء عليه) لأنه مستحق للقتل بالكفر فلا ضمان عليه، ويكره له ذلك لما فيه من ترك الغرض المستحب، ولما فيه من الافتيات على الإمام.[26]

مسئلہ ھذہ میں احناف کا مفتی بہ قول کیا ہے؟

جو روایت اس بات میں مطلق ہے کہ قاتل پر کچھ وبال نہیں، اس کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ یہاں قاتل پر سے صرف قصاص اور دیت وضمان کی نفی کی جا رہی ہے، تعزیر کی نہیں۔ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی مرتد کو قتل کر دے تو اس پر نہ قصاص ہے اور نہ دیت۔ یہی وجہ ہے کہ متاخرین فقہائے احناف نے یہی وضاحت کر کے ساتھ حاکم کی تادیب کا ذکر کیا ہے جب کہ ایسا حاکم کی اجازت کے بغیر کیا گیا ہو، یعنی قاتلِ مرتد پر قصاص ودیت تو نہیں، لیکن حاکم اس کی تادیب کا حق رکھتا ہے۔ اس تادیب کی ایک علت کہ توبہ کی مہلت نہ دینے کے سبب تادیب ہو گی تو یہ وجہ زندیق کے معاملے سے خارج ہے، کیونکہ اسے توبہ

---

[20] إعلاء السنن، ج ١٢، ص ٦٤١، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي باكستان

[21] مختصر القدوري؛ ص ٢٣٧، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

[22] الإختيار لتعليل المختار؛ ج ٤، ص ١٤٦، تحقيق الشيخ محمود أبو دقيقة دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

[23] الخانية بهامش الهندية، ج ٣، ص ٥٨١، المكتبة التجارية مصطفیٰ أحمد الباز، مكة المكرمة

[24] البحر الرائق؛ ج ٥، ص ٢١٧، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

[25] تحقيق الجزء الثالث من شرح مختصر الطحاوي، رسالة الدكتوراه في جامعة أم القرىٰ، تحقيق: محمد عبيد الله خان، الجزء الثاني، ص ٤٦٦۔ فالكتاب مطبوع الآن بتقديم الدكتور سائد محمد يحيیٰ بكداش، ولكن ما كان لدي في ظروفنا الصعبة التي نواجهها في إحدى ثغور الجهاد وهو خراسان، وأما رسالة الدكتوراه فوجدتها في مكتبتي مكتبة الكتب المصورة، والحمد لله على كل حال۔

[26] الإختيار لتعليل المختار؛ ج ٤، ص ١٤٦، تحقيق الشيخ محمود أبو دقيقة دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

کی مہلت نہیں دی جاتی۔ ہمارے معاملے میں گستاخ کے قتل کے معاملے میں جو زندیق ہو، یہ علت اس کے حق میں منتفی ہے۔ دوسری علت افتیات علی الامام ہے، جس کا تعلق مرتد وزندیق دونوں کے معاملے سے ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ دیگر مذاہب کی کتب میں تو مسئلہ وضاحت سے ایک ہی ذکر ہوا ہے۔ احناف کے یہاں تین روایات ہیں تو اس میں سے مفتی بہ قول کیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ یہ حقیقت ہے کہ جس وقت حاکم اور قاضی صاحبان شریعت کے مطابق اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہوں اور ہر قسم کے مجرمین کو سزائیں دی جا رہی ہوں، تو ایسے میں ہر مسلمان کو اجازت دینا کہ وہ خود سے مجرمین کو سزا دے، یہ کسی صورت قرینِ مصلحت نہیں ہے، بلکہ کسی موقع پر موجب فتنہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس مصلحت کے ساتھ حاکم سے ہٹ کر کسی مسلمان کا مرتد کو قتل کر دینے پر حاکم کو تعزیری سزا کا حق ہونا چاہیے۔ اسی مصلحت کے تحت ظاہر الروایہ سے عدول جائز ہو سکتا ہے۔ وگرنہ اگر احناف کے اصولوں کو دیکھا جائے تو ظاہر الروایہ سے عدول کی کوئی دوسری وجہ سمجھ نہیں آتی، جس میں ہر مسلمان کے لیے گنجائش ہے کہ وہ مرتد کو قتل کر دے۔

ہاں، اتنا ہے کہ اس معاملے میں حاکم کا تعزیری سزا دینے کا حق تو ہے، لیکن ضروری نہیں ہے کہ وہ ایسے فرد کو ہر حال میں سزا دے۔ احناف کے یہاں اتنا ضرور ہے کہ انھوں نے مرتد کے قتل کے معاملے میں باقی موجباتِ قتل کی نسبت عام مسلمان کے حق میں تخفیف رکھی ہے۔ مثلاً زانی محصن کے معاملے میں... جب کہ زنا ثابت ہو جائے... کسی مسلمان کے قتل پر حاکم کے لیے وینبغی أن یعزر لافتیاته علی الإمام [کما فی الدر المختار] کے الفاظ استعمال کیے ہیں، یعنی ضروری ہے کہ امام ایسے فرد کو تعزیر کرے۔ جب کہ مرتد کے قتل کے معاملے میں یؤدب اور یعزر مجہول کے صیغے کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ پھر دیگر مذاہبِ ثلاثہ کی نسبت تخفیف کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے یہاں مرتد کو توبہ کی مہلت دینا واجب ہے، اس سے قبل قتل کو جائز نہیں کہتے، جب کہ احناف کے یہاں توبہ کی مہلت دینا محض مستحب ہے۔

پس احناف کے مسلک کے مطابق بھی یہی سمجھ آتا ہے کہ جب حاکم شریعت کے مطابق اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہا ہو اور قاضی شریعت کے مطابق مقدمات فیصل کر رہا ہو تو کسی عام مسلمان کو مرتد وزندیق کے قتل پر اقدام نہیں کرنا چاہیے۔ یہی معاملہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان غیرتِ دینی میں ایسا کر دے تو حاکم مصلحت دیکھتے ہوئے اسے تھوڑی سی تعزیری سزا دے سکتا ہے اور جہاں اس اقدام پر کوئی مفسدہ ثابت نہ ہو رہا ہو تو حاکم کو چاہیے کہ ایسے فرد کو کچھ نہ کہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرے، جیسا کہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کے واقعے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی جنھوں نے اپنی لونڈی کو گستاخیِ رسول کے جرم میں از خود قتل کر دیا تھا۔

اس واقعے کو امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السنن میں باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت کیا ہے۔

تنبیہ: یہ عدمِ ضمان اسی صورت میں ہے جب ارتداد وزندقہ اعلانیہ ہو یا پھر قاضی کے یہاں ارتداد وزندقہ ثابت ہو چکا ہو:

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہم جس مسئلہ پر بات کر رہے ہیں کہ حاکم کے علاوہ اگر کوئی مسلمان کسی مرتد کو قتل کر دے تو اس کا تعلق دو صورتوں سے ہے:

اول: جب قاضی کے پاس کسی مسلمان کا ارتداد ثابت ہو جائے اور قاضی اس کے مرتد ہونے کا فیصلہ دے دے۔

دوم: جب ارتداد کھلا ہوا ہو، یعنی کوئی مسلمان کھلے عام کسی دوسرے دین میں داخل ہو گیا ہو اور ہر فرد جانتا ہو۔ یا کوئی مسلمان کھلے عام کفر بکتا ہو اور کفر کا اظہار کرتا ہو یعنی کھلا زندیق ہو یا کھلا گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

انھی صورتوں میں اگر کوئی مسلمان ایسے فرد کو قتل کر دے تو اس پر نہ قصاص ہے اور نہ دیت۔ وگرنہ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قتل کر دیا اور بعد میں دعویٰ کیا کہ یہ شخص مرتد تھا، تو اسے قاضی کے یہاں اپنے دعوے کو ثابت کرنا پڑے گا اور اگر شہادتیں نہ ہونے کی وجہ سے ارتداد ثابت نہ ہوا تو قصاص ودیت لازم آئے گی۔ اسی طرح عام حدود میں بھی جب تک سزا کا تعین نہیں ہوا، اس وقت تک کسی بھی مسلمان کی طرف سے خود سے سزا جاری کرنے پر وہ قصاص ودیت اور تعزیر سے نہیں بچے گا۔

موجوہ دور میں حکام کے علاوہ کسی عام مسلمان کا گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا حکم:

اس مسئلے کی مذکورہ بالا توضیح کا مقصد یہ ہے کہ ہم آج کے دور میں اپنے لیے رہنمائی طلب کریں کہ آج گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کیا صورت بنے گی۔ اس حوالے سے درج ذیل احکام کا جاننا ضروری ہے۔

پہلا حکم: دار الاسلام اور دار الحرب کے احکام میں فرق، اور دار الحرب میں مرتد وزندیق کا حکم

دار الاسلام اور دار الحرب میں شریعت کے احکام مختلف ہوتے ہیں۔ ان احکام میں سے قتل اور حرب کے احکام میں عام طور پر چاروں مذاہب میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ لہٰذا پہلے ضروری ہے کہ یہ طے کیا جائے کہ اس وقت دنیا میں موجود مسلم ممالک کس حکم میں ہیں؟ آیا وہ دار الاسلام ہیں یا دار الحرب ہیں؟

بس فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ جو مسلمان دار الاسلام میں مرتد ہو جائے یا زندیق ہو اور پھر دار الحرب چلا جائے اور جو مسلمان دار الحرب میں رہتے ہوئے مرتد ہو جائے تو یہ دونوں حربی کافر کے حکم میں ہیں، ان کی جان ومال ہر حال میں ہر مسلمان کے لیے مباح ہے۔

امام سرخسی رحمہ اللہ المبسوط میں لکھتے ہیں:

إن لحق [المرتد] بدار الحرب... نقول إنه صار حربيًا حقيقةً وحكمًا لأنه قد أبطل حياة نفسه بدار الحرب حين عاد إلى دار الحرب حربًا للمسلمين...[27]

مالکیہ کی کتاب مختصر خلیل کی شرح 'التاج والإکلیل' میں امام ابن رشد الجد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا گیا کہ جو مرتد دارالحرب بھاگ جائے وہ بحکم حربی ہے۔

وَقَدْ تَقَدَّمَ قَوْلُ ابْنِ رُشْدٍ إنْ لَحِقَ [المرتد] بِأَرْضِ الْكُفْرِ أَنَّهُ كَالْحَرْبِيِّ.[28]

حنابلہ میں سے علامہ منصور بہوتی رحمہ اللہ 'زاد المستقنع' کی شرح 'روض المربع' میں لکھتے ہیں:

ولا يقتله [أي المرتد] إلا الإمام أو نائبه ما لم يلحق بدار حرب فلكل أحد قتله وأخذ ما معه.[29]

لہٰذا جو مرتد یا زندیق دار الحرب میں ہو تو اسے کوئی بھی مسلمان قتل کر سکتا ہے۔ اسی طرح جو بھی گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دار الحرب میں ہو تو اسے کوئی بھی مسلمان قتل کر سکتا ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ ہر وقت مسلمان ایسے گستاخ کے قتل کے لیے موقع کی تلاش میں ہو اور جیسے ہی موقع ملے تو ایسے گستاخ کو قتل کر کے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق ٹھہرے۔

پس معلوم ہوا کہ دار الحرب میں ہر مسلمان کا حق ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر اقدام کرے۔ البتہ یہ حکم اس شخص کے متعلق ہے جو کھلے عام گستاخی کرتا ہے اور دینِ اسلام پر طعن کرتا ہے۔ وگرنہ اگر کسی مسلمان سے ایسے کلمات کا صدور ہو جن میں گستاخی کا شبہ ہو لیکن صراحت نہ ہو تو ایسے شخص کے قتل پر اقدام جائز نہیں، کیونکہ ایسے شخص کی تحقیق کے لیے قضا کی ضرورت پڑتی ہے اور شہادتوں کے بعد ثبوت اور عدمِ ثبوت کا فیصلہ ہوتا ہے اور یہ سب باتیں دار الحرب میں مفقود ہیں۔ لہٰذا ایسے کسی مسلمان کے قتل کا اقدام کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

دوسرا حکم: موجودہ دور میں جن مسلم ملکوں میں اجرائے احکامِ کفر ہے، وہ دار الحرب کے حکم میں ہیں

اس وقت جن مسلم ملکوں میں کفری احکام جاری ہیں، اسلامی احکام کے اجراء کو بالجبر روکا جاتا ہے، وہ دار الحرب کے حکم میں ہیں۔ فقہائے اسلام نے دار الاسلام اور دار الحرب کی یہی تفصیل بیان کی ہے کہ جس خطے میں اسلامی احکام نافذ ہوں، شریعتِ اسلامیہ نافذ ہو، وہ دار الاسلام کے حکم میں ہیں، جب کہ جس خطے میں کفری احکام نافذ ہوں تو وہ دار الحرب کے حکم میں ہیں۔ امام سرخسی رحمہ اللہ 'المبسوط' میں لکھتے ہیں:

فكل موضع ظهر فيه حكم الشرك فالقوة في ذلك الموضع للمشركين فكانت دار حرب، وكل موضع كان الظاهر فيه حكم الإسلام فالقوة فيه للمسلمين۔[30]

امام صاحب اور صاحبین [رحمہم اللہ] کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دار الحرب اسی وقت دار الاسلام بنتا ہے جب غلبے کے بعد اجرائے احکامِ اسلام ہو جائے۔ امام کاسانی رحمہ اللہ 'بدائع' میں لکھتے ہیں:

لا خلاف بين أصحابنا في أن دار الكفر تصير دار إسلام بظهور أحكام الإسلام فيها۔[31]

البتہ دار الاسلام کے دار الحرب بننے میں امام صاحب اور صاحبین [رحمہم اللہ] کا اختلاف ہے۔ امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واختلفوا في دار الإسلام, إنها بماذا تصير دار الكفر؟ قال أبوحنيفة: إنها لا تصير دار الكفر إلا بثلاث شرائط, أحدها: ظهور أحكام الكفر فيها والثاني: أن تكون متاخمة لدار الكفر والثالث: أن لا يبقى فيها مسلم ولا ذمي آمنا بالأمان الأول, وهو أمان المسلمين. وقال أبويوسف ومحمد۔ رحمهما الله: إنها تصير دار الكفر بظهور أحكام الكفر فيها۔[32]

اس اختلاف کا اثر ہمارے موجودہ دور میں زیادہ نہیں پڑتا، کیونکہ خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد بالفعل دنیا پر اقوامِ کفر کا غلبہ تام ہو گیا تھا اور امام صاحب کی بیان کردہ شرائط بھی مفقود ہو گئی تھیں۔ اسی وجہ سے اس وقت کے بیش تر کبار علما نے مسلم ملکوں کے دار الحرب بن جانے کا فتویٰ دیا تھا۔ ہمارے خطے میں تو جب انگریز کا غلبہ قائم ہوا تو اس وقت انیسویں صدی کے ابتدا ہی میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے برصغیر کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ دے دیا تھا[33]۔ لہٰذا اس خطے میں سے کسی جگہ کے دوبارہ دار الاسلام بننے کے لیے لازم ہے کہ اجرائے احکامِ اسلام ہو، جو یہاں کسی جگہ نہیں ہوا۔

پس اس وقت کے وہ مسلم ملک جہاں کفری احکام بے دغدغہ جاری ہیں اور اسلامی احکام کو بزورِ قوت روکا جاتا ہے۔ اسلامی احکام کے نفاذ کی آواز بلند کرنے والوں کو یا قید کر دیا جاتا

---

[27] المبسوط؛ ج ۱۰، ص ۱۰۳، دار المعرفة، بيروت لبنان

[28] نسخت العبارة من المكتبة الشاملة

[29] أيضًا

[30] المبسوط؛ ج ۱۰، ص ۱۱۴، دار المعرفة، بيروت لبنان

[31] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع؛ ج ۹، ص ۵۱۹، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

[32] أيضًا

[33] دیکھیے: فتاویٰ عزیزی؛ ص ۴۵۴، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی پاکستان

ہے یا قتل، ایسے تمام ممالک دار الحرب کے حکم میں ہیں۔ لہٰذا ان ملکوں میں زندیق گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا وہی حکم ہو گا، جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔

تیسرا حکم: اگر کوئی جگہ دار الاسلام ہو لیکن وہاں کا حاکم اسلامی سزائیں جاری نہ کرتا ہو، تو وہاں عام مسلمان کی طرف سے گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا حکم:

موجودہ مسلم ملکوں کی جو حیثیت ہم نے بیان کی ہے، بہت سے علما ایسے ہیں جنھیں اس سے اتفاق نہیں ہے۔ ان کے نزدیک یہ خطے دار الاسلام کے حکم میں ہیں۔ چونکہ ہمارا اس مقالے کا موضوع دار الاسلام یا دار الحرب کی بحث نہیں ہے، اس لیے ہم یہاں ان حضرات کے دلائل پر بات نہیں کریں گے۔ لیکن اس بات میں تو سب کا اتفاق ہے کہ ان مسلم ملکوں میں اسلامی سزائیں جاری نہیں ہیں، بلکہ جرائم کی سزائیں اور ان سزاؤں کے ثبوت کا طریقِ کار مغربی قوانین کے مطابق نافذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان ملکوں میں حدود یا blasphemy کے نام سے جو قانون سازی بھی اگر کی گئی ہے، اس میں جرم کے ثبوت کا طریقِ کار شریعت کے مطابق نہیں رکھا گیا ہے جس کے سبب وہ قانون سازی بے اثر ہے اور ایک دھوکہ ہے۔ اور اس قانون سازی کے باوجود حکمران اور نظام زنادقہ اور ملحدین کی پشت پناہی کرتے ہیں، نہ کہ انھیں سزائیں دیتے ہیں۔ حال ہی میں بلاگرز کا قضیہ سب پاکستانیوں کے سامنے آ گیا، جنھیں جو تھوڑی بہت سزا دی گئی وہ ریاست کی مخالفت کرنے پر دی گئی، جب کہ ان کی طرف سے گستاخیوں کو معاف کر دیا گیا اور انھیں چھوڑ دیا گیا۔

لہٰذا جو علما ان مسلم ملکوں کو دار الاسلام قرار دیتے ہیں، وہ اس امر سے اتفاق کریں گے کہ ان ملکوں میں کوئی سزا شریعت کے مطابق نہیں دی جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا دار الاسلام جہاں کا مسلمان حاکم شرعی سزائیں جاری نہیں کرتا، بلکہ مجرمین کو چھوڑے دیتا ہے، وہاں کسی عام مسلمان کی طرف سے اگر کسی کھلے زندیق اور گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا اقدام کیا جائے تو کیا اس کا حکم وہی ہو گا جب دار الاسلام میں مسلمان حاکم کی طرف سے خود اسلامی احکام جاری اور شرعی سزاؤں کا نفاذ ہو۔ یا اس سے مختلف ہو گا۔

اس مسئلے کا جواب صراحت کے ساتھ کتبِ فقہاء میں نہیں ملتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب فقہائے اسلام نے احکامات مدون کیے، اس وقت کہیں ایسی مثالیں موجود نہیں تھیں کہ کسی جگہ مسلمان غالب ہوں، اور وہاں کا حاکم اسلامی احکام جاری نہ کرے، بلکہ کفری احکام جاری کرے۔ البتہ دیکھنا یہ ہے کہ ہم اوپر جو 'افتیات علی الامام' کا مسئلہ پڑھ آئے جس کی وجہ سے عام مسلمان کی طرف سے مرتد و زندیق کے اقدامِ قتل پر تعزیر کا حکم بیان ہوا تھا، کیا اس کا اطلاق اس واقعاتی صورتحال پر ہوتا ہے۔

اسلام کے مقاصد اور فقہاء کی عبارات، کلیات و جزئیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ افتیات علی الامام کا مسئلہ اسی وقت سے تعلق رکھتا ہے جب امام خود شرعی سزاؤں کا نفاذ کرتا ہے اور قاضی شریعت کے مطابق جرائم کے مقدمات میں فیصلہ کرتا ہے۔ جب حاکم خود ان معاملات میں اسلام کے خلاف فیصلہ کرتا ہے اور مجرموں کو سزا نہیں دیتا تو ایسے میں جائز امور میں افتیات علی الامام کی علت باقی نہیں رہتی۔ ہاں بعض دوسرے موانع موجود رہتے ہیں جن کے سبب عام مسلمانوں کے لیے ان سزاؤں کا اجرا جائز نہیں ہوتا جنھیں حدود کہا جاتا ہے یا جن میں ثبوت کے لیے قضا ضروری ہو، کیونکہ مسلمان خود سے ان کے ثبوت کی تحقیق نہیں کر سکتے۔ لیکن کھلے زنادقہ اور گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ثبوت کے لیے کسی شرعی قضاء کی ضرورت نہیں، وہاں یقیناً افتیات علی الامام سمیت کوئی بھی مانع ایسا نہیں ہے جو عام مسلمان کو ان لوگوں کے قتل پر خود سے اقدام کرنے سے روکے۔ بلکہ ہر مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ کھلے عام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والے زندیقوں کے قتل پر اقدام کرے۔ اور جس مسلمان کو جہاں موقع ملے، وہ انھیں قتل کرے۔ اگر علما میں سے کوئی ایسے افراد کے حق میں بھی ایسے حکام کو جو خود اسلامی احکام جاری کرنے میں رکاوٹ ہوں، گستاخوں کے قتل پر تعزیر کا حق دیتا ہے، تو وہ یقیناً کھلی خطا پر ہے اور دوسرے علما پر لازم ہے کہ ایسے عالم کو شریعت کے غلط مسائل بیان کرنے پر روکیں اور اس پر نکیر کریں۔

مسئلہ افتیات علی الإمام:

ہم نے جو یہ کہا ہے کہ جب حاکم خود مرتدین، زنادقہ اور گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سزا جاری نہیں کرتا، بلکہ اس سمیت تمام شرعی سزاؤں کے جاری کرنے سے رکتا ہے، تو ایسے میں اگر کوئی عام مسلمان مرتد و زندیق کے قتل پر خود سے اقدام کرے تو جو فقہاء نے افتیات علی الامام کی وجہ سے اس کی تعزیر کی گنجائش حاکم کو دی تھی، وہ ایسے حاکم کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ ان حالات میں کھلے ہوئے مرتدین و زنادقہ کا قتل ہر مسلمان کے لیے جائز ہے۔ اگر موجودہ حکام ایسے عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی سزا دیں گے تو یہ ان کے فسق و فجور اور کفر میں مزید اضافے کی علامت ہے، نہ کہ کوئی شرعی حق۔ اور ان حکام کے ان اقدامات کے خلاف کلمہ حق کہنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

اس مسئلے میں ہمیں احناف کے یہاں صراحت نہیں ملتی، لیکن افتیات کے مسئلے کو سمجھنے کے لیے ہمیں کتب احناف کی عبارتوں اور ایک نظیر سے مدد ملتی ہے۔

اول: افتیات علی الامام اس وقت ہے جب کوئی حاکم کے مقابلے میں سبقت کرے اور حاکم کے فیصلے سے پہلے کوئی فیصلہ کر دے

مثلاً زانی محصن کے مسئلے میں جس پر قاضی کے فیصلے سے زنا ثابت ہو گیا ہو، افتیات علی الامام کے مسئلے کے تحت علامہ شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ فَهَدَرٌ) أَيْ لَا قِصَاصَ فِيهِ لَوْ عَمْدًا وَلَا دِيَةَ لَوْ خَطَأً (قَوْلُهُ وَيَنْبَغِي إلَخْ) صَرَّحَ بِهِ فِي الْفَتْحِ فِي بَابِ الشَّهَادَةِ عَلَى الزِّنَا (قَوْلُهُ لِافْتِيَاتِهِ) افْتِعَالٌ مِنْ فَاتَ يَفُوتُ فَوْتًا وَفَوَاتًا . قَالَ فِي الْمِصْبَاحِ : وَفَاتَهُ فُلَانٌ بِذِرَاعٍ سَبَقَهُ بِهَا ،

وَمِنْهُ قِيلَ افْتَاتَ فُلَانٌ افْتِيَاتًا إِذَا سَبَقَ بِفِعْلِ شَيْءٍ وَاسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ وَلَمْ يُؤَامِرْ فِيهِ مَنْ هُوَ أَحَقُّ مِنْهُ بِالْأَمْرِ فِيهِ۔[34]

یہاں افتیات کی جو تعریف علامہ شامی رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ بتا رہی ہے کہ ایسے معاملے میں جب کہ حاکم کا اختیار ہے کہ وہ کوئی کام انجام دے، کوئی دوسرا وہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے کر حاکم پر سبقت کرے اور حاکم کے اقدام کا انتظار نہ کرے تو یہ افتیات ہے۔

لیکن جہاں معلوم ہو کہ حاکم نے اقدام کرنا ہی نہیں ہے، بلکہ وہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا کے خلاف ہے، کجا یہ کہ وہ سزا نافذ کرنے والا ہو، تو یہاں افتیات کا معنی نہیں پایا جائے گا۔

دوم: جہاں مصلحت ہو، وہاں افتیات علی الامام کا حکم لاگو نہیں ہوگا

کتبِ احناف میں افتیات علی الامام کے مسئلے میں اس مقام کا بھی ذکر ہے کہ جب امام کسی قلعے کا محاصرہ کرلے تو اس وقت کوئی عام مسلمان امام سے پہلے قلعے والوں کو امان دے دے۔ اس مسئلے کی بابت امام ابن الہمام 'شرح فتح القدیر' میں لکھتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُهُ (وَلَوْ حَاصَرَ الْإِمَامُ حِصْنًا وَأَمِنَ وَاحِدٌ مِنْ النَّاسِ إلَخْ) فَلَيْسَ تَكْرَارًا مَحْضًا بَلْ ذَكَرَهُ لِيَبْنِيَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ (وَيُؤَدِّبُهُ الْإِمَامُ لِافْتِيَاتِهِ عَلَى رَأْيِهِ بِخِلَافِ، مَا إذَا كَانَ فِيهِ نَظَرٌ) لَا يُؤَدِّبُهُ (لِأَنَّهُ رُبَّمَا) فَعَلَ ذَلِكَ مَخَافَةَ أَنْ (تَفُوتَ الْمَصْلَحَةُ بِالتَّأْخِيرِ) إلَى أَنْ يَعْلَمَ الْإِمَامُ بِهَا وَيُؤَمِّنُ هُوَ بِنَفْسِهِ.

وَالِافْتِيَاتُ افْتِعَالٌ مِنْ الْفَوْتِ وَهُوَ السَّبْقُ، وَإِنَّمَا يُقَالُ الِافْتِعَالُ لِلسَّبْقِ إلَى الشَّيْءِ دُونَ ائْتِمَارِ مَنْ يَنْبَغِي أَنْ يُؤَامِرَ فِيهِ، بِخِلَافِ غَيْرِهِ قَالَ فَاتَنِي ذَلِكَ الْفَارِسُ: أَيْ سَبَقَنِي فَأَصْلُهُ افْتِوَاتٌ قُلِبَتْ وَاوُهُ يَاءً لِكَسْرِ مَا قَبْلَهَا، وَالتَّعْلِيلُ بِهِ مُطْلَقًا يَقْتَضِي أَنْ يُؤَدِّبَهُ مُطْلَقًا لِتَحَقُّقِ الِافْتِيَاتِ فِيمَا فِيهِ الْمَصْلَحَةُ، فَالْوَجْهُ تَقْيِيدُهُ بِقَوْلِنَا افْتِيَاتٌ فِيمَا لَا مَصْلَحَةَ فِيهِ۔[35]

اس مسئلے میں فقہائے احناف نے افتیات علی الامام کو مقید کیا ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ افتیات میں کوئی مصلحت نہ ہو۔ اگر کسی مسلمان کے اقدام افتیات میں دین کی مصلحت موجود ہے تو ایسے میں اس وجہ سے حاکم کو حق نہیں رہے گا کہ وہ کوئی تعزیری سزا دے۔

پس ایسی حالت میں جب حکام کافروں کے باجگزار ہوں اور گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی کرنے والے ہوں، تو ایسے میں کسی مسلمان کے ازخود اقدامِ قتل کو افتیات عل الامام نہیں کہیں گے، کیونکہ اسی میں تو دین کی مصلحت موجود ہے اور اسی میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا دفاع ہے۔

[34] رد المحتار علی الدر المختار؛ ج ۶، ص ۱۴، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان

[35] شرح فتح القدیر؛ ج ۵، ص ۴۵۲، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان

سوم: مذہبِ امام مالک رحمہ اللہ سے استشہاد

یہ بات تو احناف کے اصولوں میں سے ہے جب کسی مسئلے کے متعلق کتبِ احناف میں صراحت نہ ملے تو اس وقت کتبِ مالکیہ کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ ان کا مسلک اقرب الی الاحناف ہے اور ان کے قول پر فتویٰ دیا جائے۔ کتبِ مالکیہ میں اقدامِ قتل کے معاملے میں افتیات کے مسئلے میں واضح استثناءات کا ذکر موجود ہے۔ مالکیہ کے معروف عالم علامہ خرشی رحمہ اللہ نے 'مختصر خلیل' کی شرح میں خود سے اقدامِ قتل موجبِ قصاص کے بارے میں لکھا ہے:

والمعنى أن القاتل دمه معصوم بالنسبة إلى غير مستحق دمه وأما بالنسبة إلى مستحق دمه فلا عصمة لكن إذا قتله من غير إذن الإمام فإنه يؤدب لافتياته على الإمام أي الإمام العدل وإلا فلا أدب كما قاله أبو عمران[36]

اس کے حاشیے میں علامہ عدوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(قوله لافتياته) وحيث كان العلة في ذلك الافتيات فلا أدب إذا أسلمه الإمام كما أنه إذا علم أن الإمام لا يقتله فلا أدب عليه في قتله ولو غيلة[37]

یہاں افتیات علی الامام کی بنیاد پر تعزیری سزا میں تین استثنائی صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے:

پہلی صورت جب خود امام قاتل کو ولی مقتول کے حوالے کر دے۔

دوسری صورت جب ولی مقتول کو معلوم ہو کہ امام قاتل کو قتل نہیں کرے گا، سو چاہے وہ چالبازی کے ساتھ قتل کر دے، تب بھی کوئی سزا نہیں۔

تیسری صورت جب امام خود غیر عادل ہو۔

یہی تین استثنائی صورتوں کا ذکر علامہ دسوقی مالکی رحمہ اللہ نے بھی 'الشرح الکبیر للدردیر' کے حاشیہ میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ لِافْتِيَاتِهِ إلَخْ) أَيْ فَلَوْ أَسْلَمَهُ الْإِمَامُ لِمُسْتَحِقِّ الدَّمِ فَقَتَلَهُ فَلَا أَدَبَ عَلَيْهِ لِعَدَمِ الِافْتِيَاتِ كَمَا أَنَّهُ إذَا عَلِمَ أَنَّ الْإِمَامَ لَا يَقْتُلُهُ فَإِنَّهُ لَا أَدَبَ عَلَيْهِ فِي قَتْلِهِ وَكَمَا يَسْقُطُ الْأَدَبُ إذَا كَانَ الْإِمَامُ غَيْرَ عَدْلٍ قَالَهُ أَبُو عِمْرَانَ[38]

انھی عبارتوں کے بعد درج بالا کتب میں موجبِ قصاص قتل کے ساتھ ہی قتل مرتد میں افتیات علی الإمام کے مسئلے کو تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی معلوم ہوا کہ ان دونوں مسائل میں افتیات علی الامام کی مذکورہ بالا استثنائی صورتیں موجود ہیں۔ ہمارے احوال سے آخری دو صورتوں کا تعلق ہے۔ یعنی

[36] شرح الخرشی علی مختصر خلیل، ج ۸، ص ۴، المطبعة الکبری الأمیریة ببولاق مصر

[37] أیضا

[38] حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر، ج ۴، ص ۲۳۹، دار إحیاء الکتب العربیة

ایسی صورت میں جب معلوم ہو کہ امام یا حاکمِ وقت مرتد کو قتل نہیں کرے گا، اور ایسی صورت میں جب حاکمِ وقت کا ظالم ہونا معلوم ہو تو اب اگر کوئی مرتد کو از خود قتل کر دے تو اس پر کوئی تعزیری سزا نہیں ہے۔

چہارم: احناف کے ظاہر الروایہ میں تو مرتد کے قتل کو مطلقاً ہر مسلمان کے لیے جائز کہا گیا ہے

پھر جب ہم اوپر دیکھ آئے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے تو قتلِ مرتد کو مطلقاً حربی ہونے کی وجہ سے ہر مسلمان کے لیے جائز کہا ہے۔ تو ایسی صورت جب کہ حکام کی طرف سے کھلے مرتد و زندیق کے قتل کی کوئی صورت نہ ہو تو بدرجہا عام مسلمان کی طرف سے ان کا اقدامِ قتل جائز ہے اور ایسے میں افتیات علی الامام کی تعلیل کی بنیاد پر اسے ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں اور اس حاکم کو جو خود اسلام دشمن ہے، ایسے مسلمان کو سزا دینے کا فتویٰ دینا کسی صورت جائز نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مسلک بھی امام محمد رحمہ اللہ کی طرح ہے:

حنابلہ میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب 'الصارم المسلول علی شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم' میں عام مسلمان کی طرف سے شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے معاملے میں اس اعتراض کا ذکر کرتے ہیں کہ شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزائے قتل شریعت میں مقرر 'حد' ہے تو اس کا جاری کرنا صرف امام المسلمین اور اس کے نائب کے ساتھ خاص ہے، عام مسلمان کو حق نہیں۔ اس کے جواب میں وہ کئی وجوہ ذکر کرنے کے علاوہ دو وجوہ یہ ذکر کرتے ہیں:

الوجه الثالث: أن هذا وإن كان حدًا فهو قتل حربي أيضا، فصار بمنزلة قتل الحربي تحتّم قتله، وهذا يجوز قتله لكل أحد، وعلى هذا يحمل قول ابن عمر في الراهب الذي قيل له: إنه يسب النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: لو سمعته لقتلته۔

الوجه الرابع: أن مثل هذا قد وقع على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، مثل المنافق الذي قتله عمر رضي الله عنه بدون إذن النبي صلى الله عليه وسلم لما لم يرض بحكمه، فنزل القرآن بإقراره، ومثل بنت مروان التي قتلها ذلك الرجل حتى سماه النبي صلى الله عليه وسلم ناصرا الله ورسوله، وذلك أن من وجب قتله لمعنى يكيد به الدين ويفسده ليس بمنزلة من قتل لأجل معصية من زنى ونحوه۔[39]

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ آئے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے بھی ہر مسلمان کے لیے قتلِ مرتد کا جواز اسی علت کے ساتھ بیان کیا کہ وہ حربی کے حکم میں ہے، اسی کے موافق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزائے قتل کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔ اور قتلِ حربی کی علت کے تحت اسے عام مسلمان کے لیے جائز کہا ہے۔

حاصلِ کلام

پس مذکورہ بالا بحث سے معلوم و متعین ہے کہ کفار کے ممالک کے ساتھ ساتھ ایسے ممالک میں جہاں نام کے مسلمان حکام اپنی قوت سے کفری احکام جاری کرتے ہیں اور اسلامی احکام کے جاری کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں، وہاں کھلے گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے ہر مسلمان کا اقدام کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب اور اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔ یہ ممالک دار الحرب کے حکم میں ہیں۔ اور اس کا حکم اس دار الاسلام سے مختلف ہے جہاں کا مسلمان حاکم خود اسلامی سزائیں جاری کرتا ہو اور وہاں کے قاضی شریعت کے مطابق مقدمات کے فیصلے کرتے ہوں، کیونکہ وہاں عام مسلمان کو خود سے گستاخ کے قدم پر اقدام نہیں کرنا چاہیے، بلکہ یہ مقدمہ قاضی اور حاکم کے پاس پیش کرنا چاہیے تاکہ وہ اسے سزا دے۔

چنانچہ ہمارے ملکوں میں عامۃ المسلمین میں سے کسی کی طرف سے گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی صورت میں کسی بھی عالمِ دین کا اسے غلط کہنا اور حکام کو اس کی سرکوبی کی اجازت دینا ہرگز جائز نہیں۔ اسی کے ساتھ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ قتل کا یہ حکم ان گستاخان کے بارے میں ہے جو کھلے بندوں واضح گستاخیاں کرتے ہیں۔ وگرنہ اگر کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان سے کسی بات میں گستاخی کا شبہ ہو تو اس کے لیے اس وقت تک اقدامِ قتل جائز نہیں جب تک کہ معتبر علمائے کرام سے استفسار نہ کرلے۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر مسلمان کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق ادا کرنا والا بنائیں، ہم سب کے دلوں میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی کماحقہ محبت و عشق ڈال دیں اور ہمیں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و عزت کے دفاع میں گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گردنیں اڑانے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ بلاشبہ اس معاملے میں ہم کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں بندے کی اس چھوٹی سی کاوش کو قبول فرمائیں اور بندے سمیت تمام مسلمانوں کو روزِ قیامت اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ رکھیں اور حوضِ کوثر پر دستِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جام عطا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوان أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا الحبيب۔

کتبہ محمد مثنی حسان

۲۷ شوال، ۱۴۳۸ھ

☆☆☆☆☆

[39] الصارم المسلول على شاتم الرسول صلى الله عليه وسلم، ج ۲، ص ۵۲۱، سلسلة الرسائل الجامعية، مكتبة رمادي للنشر، المملكة العربية السعودية

شاتمینِ رسول کو سزائے موت کا قانون: شبہات وجوابات

مولوی حافظ حق نواز مدّ ظلہ العالی

دنیا میں صرف وہی افراد وا قوام عزت کی زندگی گزارتے ہیں جو غیرت کے ساتھ جیتے ہیں۔ غیرت کے ساتھ جینے کے لیے مالی اسباب ووسائل اور افرادی قوت درکار نہیں ہوتی بلکہ غیرت کا جذبہ ان سب سے ماورا اور تہی ہو کر اپنا آپ ثابت کرتا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں عظمت صرف غیرت مند کے لیے تو کوئی مبالغہ نہیں۔ غیرت کے بغیر جینا تو مُردار خور کی سی زندگی جو صرف سانس اور بدن کے رشتے کی بقا کے سوا کچھ نہیں۔ دنیا کا ہر مسلمان غیرت مند ہوتا ہے اور کوئی مسلمان غیرت مند نہیں تو یقیناً ایمان اس کے قلب کی حالت نہیں ورنہ ایمان اور بے غیرتی جمع نہیں ہو سکتے۔ عرب قوم تو جبلّت و فطرت کے اعتبار سے ہی غیرت مند تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غیرت کا رخ قبیلہ وخاندان سے پھیر کر اللہ، اس کے رسول اور شعائرِ دینِ اسلام کی طرف پھیر دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی ذات، امہات وازواج اور بنات وبنین پر غیرت کھاتے لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور بات پر ان سب سے بڑھ کر غیرت کھاتے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور دربان ومحافظ کھڑے تھے۔ مشرکین کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی قاصد کی حیثیت سے آئے ہوئے تھے اور مکالمہ جاری تھا۔ دورانِ گفتگو انہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگایا جیسا کہ بات چیت میں اپنی بات منوانے کے لیے منّت کا ایک انداز ہوتا ہے۔ تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارا اور کہا:

أخر يدك عن لحية رسول الله صلى الله عليه وسلم

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک سے سے اپنا ہاتھ دور رکھ!“

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے جب ان کے والد حالتِ شرک میں ملنے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو انہوں نے روک دیا اور کہا:

بَلْ هُوَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ امْرُؤٌ نَجَسٌ مُشْرِكٌ

شاتمِ رسول کو قتل کرنے کا مسئلہ سمجھنے کے لیے جس بنیادی وصف کی ضرورت ہے وہ یہی غیرت ہے۔ دیوثوں کو غیرت وعزت کے ساتھ جینا مرنا سکھانا ناممکن ہے۔ غیرت سے تہی افراد کو یہ سمجھانا ناممکن کہ اگر کوئی ان کی ماں یا بیٹی کی عزت پر حملہ کرے تو کسی فقہی جزیے کا باطل سہارا لے کر ان عزت کو تار تار ہونے دینا انسانیت نہیں بدترین گھٹیا پن ہے جو صرف حیوانوں میں ہوتا ہے۔ غیرت مند تو جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ہیں، أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدَيْهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِين ہیں... لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی بکنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو قتل کرنا غیرت کا تقاضا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاتم کو قتل کی سزا پر علمی دلائل پیش کرنے کا مقصود اور اس پر وارد کیے گئے شبہات کا رد کرنا صرف عامۃ المسلمین کو ذہنی انتشار سے بچانے کے لیے ہے ورنہ ہر غیرت مند جانتا کہ اپنے مولیٰ وآقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے مرنا جینا کسی فتویٰ کا محتاج نہیں ہوتا۔ ذیل میں اس مسئلہ پر شبہات اور ان کا رد ذکر کیا جاتا ہے

پہلا شبہ: مغرب میں توہینِ رسالت کے قوانین موجود نہیں اور مسلمانوں کے ہاں دین میں اس پر سزائے موت کا قانون ہے اور وہ اس پر اصرار کرتے ہیں تو اس سے دینِ اسلام میں جبر واکراہ کے اعتراضات پیدا ہوتے ہیں؟

یہ شبہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر باطل ہے:

أ۔ کسی دعویٰ وموقف کا درست ہونا اس بات کا محتاج نہیں ہوتا کہ دوسری اقوام و طبقات کے ہاں اس کو درست تسلیم کیا جاتا ہو۔ اس طرح تو دنیا کا ہر قانون، دعویٰ اور موقف غلط ہو جائے۔ یہود، عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور مصلوب ہو جانے کو حقیقتِ امر سمجھتے اور دوبارہ نزولِ مسیح ان کے نزدیک محض فرضی کہانی ہے، جب کہ نصاریٰ 'مصلوبیتِ مسیح کے قائل لیکن پھر زندہ کر دیے جانے اور رفعِ آسمانی اور دوبارہ نزول کو نہیں مانتے۔ جب کہ مسلمان مسیح علیہ السلام کو مصلوب کر دیے جانے کے دعویٰ کو باطل سمجھتے اور رفعِ آسمانی اور قیامت سے قبل نزول کا اعتقاد رکھتے۔ یہ تین مختلف مواقف ہیں۔ اور کوئی طبقہ دوسرے کے موقف کی بنیاد پر اپنا موقف درست یا غلط جانچنے کا قائل نہیں۔

ب۔ اکثر کوئی موقف یا دعویٰ اپنے خاص تناظر، سیاق اور مسلّمات سے ثابت ہوتا اور اس کو کسی دوسرے علم یا گروہ کے تناظر، سیاق یا مسلّمات سے ثابت کرنے کا مطالبہ عقلاً غلط ہوتا۔ مثلاً سائنس کا دعویٰ ہے کہ پانی ہائیڈروجن اور آکسیجن سے مل کے بنتا ہے۔ یہ دعویٰ سائنس کے سیاق ومسلّمات سے ثابت کیا جا سکتا اس کے علاوہ کسی بھی علم کے سیاق ومسلّمات سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح فلسفہ میں ہیگل کی ”تاریخ کی جدلیاتی تعبیر“ کا موقف وثبوت فلسفہ وعقلیات کے سیاق ومسلّمات سے ہو سکتا نا کہ سائنس کے مسلّمات سے۔ ہر علم اپنے اصولوں اور مسلّمات پر قائم ہوتا ہے۔ شاعری اپنے مسلّمات پر قائم ہے اور کیمیا اپنے مسلّمات پر۔ شاعری، علمِ کیمیا سے اور علمِ کیمیا، شاعری سے ثابت نہیں ہوتا۔ ایک علم میں کیا گیا دعویٰ دوسرے علم سے ثابت کرنے کی طلب ومطالبہ درست نہیں۔

ج. کسی دعویٰ یا موقف کا درست ہونا، اس کی درست عقلیت پر مبنی ہوتا ہے۔

توہین رسالت پر موت کی سزا ان عقلی اصولوں پر قائم ہے:

اَ. کسی انسان کی توہین اصلاً ممنوع ہے اور قابلِ سزا جرم ہے۔ اس پر عقل، تاریخِ مذہبیات، تاریخ قانون اور تاریخ سماجیات شاہد ہیں کہ کسی انسان کی توہین کا جرم ہونا انسانی مسلّمات میں سے ہے اور صرف اسی شخص کو اپنی توہین معاف کرنے کا حق ہے۔ قرآن بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انسان اصلاً قابلِ تکریم ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ اگر کسی کو اس عقلی اصول سے اختلاف ہے تو وہ اپنی اور اپنے ماں باپ کی توہین کی عمومی اجازت دے کر اپنی نفسیاتی صورت حال کا جائزہ لے کہ کیا نتائج نکلتے ہیں۔

ب. انسانوں کے مابین علمی، عقلی، منصبی اور خاندانی مراتب کے باعث اہل شرف و تکریم ہونے میں تفاوت ہوتا ہے۔ قوموں میں کچھ افراد ہیروز کے طور پر جانے جاتے اور ان سے قوموں کی جذباتی وابستگی ہوتی۔ قومیں انہیں عزت و تکریم کے اعتبار سے سب سے فائق سمجھتیں۔ یہ بھی ایک تاریخی، سماجی، عقلی و مشاہداتی حقیقت ہے۔

ج. اگر کسی شخصیت سے کروڑوں انسانوں کی عقلی، مذہبی، جذباتی، تاریخی اور عملی وابستگی ہو اس کی توہین کو معمولی سمجھنا، اس کی توہین کو رواج دینا، اس کی توہین کرنے والوں کو تحفظ فراہم کرنا اور اس کی توہین کی ترویج و اشاعت کی کوشش کرنا سادہ عقلیت و فطرت کی روشنی میں دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے کا عمل ہے، جو انتہائی مجرمانہ ہے۔ کروڑوں انسانوں کو انتقامی عمل میں داخل کرنے کا عمل ہے اور پست سے پست ذہن بھی اس عمل کو ناقابلِ قبول قرار دے گا۔ فتنہ و فساد کے اس عمل کو جڑ سے اکھیڑنا اور اس عمل کے مجرم کو قتل کی سزا دینا معاشروں کو جنگ سے بچاتا ہے۔

د. کروڑوں انسانوں کے عقلی، علمی و عملی محور و مرکز شخص کی توہین جب یقینی نقضِ امن ہو اور اس سے پوری دنیا میں جنگ کا نقشہ ترتیب پاتا ہو اور بہت سے لوگ توہین کے عمل کے بعد قتل ہوئے ہوں تو واضح ہو جاتا کہ یہ عمل سماجی لحاظ سے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہے۔ لہٰذا اس کو فروغ دینا در اصل کروڑوں لوگوں کو نفسیاتی طور رد عمل میں لا کر جنگ میں دھکیلنا ہے جو عالمی جنگی جرم سے کم نہیں۔ لہٰذا عالمی جنگی جرم کا مرتکب واجب القتل ہے۔

ہ. کسی قوم کو اپنا فکری و جذباتی محور و مرکز تبدیل کرنے پر مجبور کرنا ظالمانہ فعل ہے اور اس جبر کی، دنیا کو کوئی قانون، اجازت نہیں دیتا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کی وابستگی ان کا استحقاق ہے جس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور دنیا کی کوئی عقلیت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ انہیں اس وابستگی کو ختم کرنے کو کہا جائے۔ اگر امریکہ یا یورپ اس کا قائل ہے کہ لوگوں کی اس طرح کی وابستگی عقلاً غلط ہے تو وہ اسرائیل کو ریاستی سطح پر مجبور کرے کہ موسیٰ علیہ السلام سے دینی و عملی وابستگی کو غلط قرار دے اور ہر اسرائیلی یا یہودی کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے تعلق کو غیر عقلی و غیر ضروری سمجھے۔ اسی طرح امریکہ و یورپ پوری دنیا کی نصرانیت کو مسیح علیہ السلام سے دینی و جذباتی وابستگی رکھنے سے بالجبر روکے اور پوپ کو فرمان جاری کرنے کا کہا جائے کہ نصرانی کسی طرح کی بھی جذباتی وابستگی مسیح علیہ السلام سے نہ رکھیں۔ مغرب مسلمانوں پر زور آزمائی کرنے کی بجائے اپنے علاقوں میں زور صرف کرے۔ (یہ بات الزامی دلیل کے طور پر کی گئی ورنہ ہر مسلمان ان انبیاء کی توہین کو بھی اسی طرح کفر سمجھتا جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کو کفر گردانتا۔ مسلمانوں کا اصول لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ہے)

و. محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے نسل انسانی کا کوئی عقلی، عملی اور سماجی فائدہ وابستہ نہیں اور نہ اس عمل سے دنیا میں کسی قوم کو کوئی مقام و مرتبہ ملنے کی امید ہے۔ البتہ ان کی توہین سے کروڑوں انسانوں کے جذبات مجروح ہوتے اور دنیا میں حالتِ جنگ پیدا ہوتی ہے۔ اور انہیں ذاتی توہین سے بڑھ کر محسوس ہوتی۔ کروڑوں انسانوں کو یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے فکری و عملی محور کیوں ہیں؟ آپ کو ان سے کیوں عقلی و جذباتی محبت ہے؟ آپ کو ان کی توہین اپنی ذاتی توہین سے بڑھ کر کیوں محسوس ہوتی؟ یہ سب سماجیات و نفسیات کی روشنی میں انتہائی لایعنی سوال ہیں۔ انسانی و سماجی حقائق، حقائق ہوتے، ان کو تسلیم نہ کرنے کا مطلب معاشروں کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔

ز. محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر اگر مسلمان سزائے قتل کے قائل و فاعل ہیں اور وہ اپنے اکثریتی علاقوں میں اکثریت کے فیصلے پر (جو مغرب کے نزدیک عین عقل و حق ہے) سزائے قتل کو لاگو کرتے تو کسی دوسرے نظام فکر و مذہب سے تعلق رکھنے والے کے لیے اس میں کوئی وجہِ اعتراض موجود نہیں۔ (یہ جواب اصولِ جدل و بحث کی روشنی میں ہے جو مغرب نظامِ فکر کے مسلّمہ اصول کے مطابق ہے نہ کہ ہمارے اصول کے مطابق)

د. جبر واکراہ اگر درست کام کے لیے ہو تو یہ عین عدل ہے۔ دنیا کا ہر قانون مجرم کے لیے قید و سزا کا قائل ہے۔ قید و سزا 'جبر و اکراہ کا ہی نام ہے۔ امریکہ نے صدام کو پھانسی دی تو کسی قانون کے جبر و اکراہ کے تحت ہی دی تھی۔ لہٰذا محض جبر واکراہ کوئی برائی نہیں۔ ظالمانہ جبر واکراہ برائی ہے۔

ہ. محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے سزائے قتل تجویز کرنا کسی صورت جبر و اکراہ نہیں۔ کیا تمام ریاستیں اپنے غدار، اپنے خطے کی سالمیت کے خلاف دشمنوں کے ساتھ ملنے والے کے لیے سزائے موت کو عقلاً و عملاً درست نہیں سمجھتیں؟ آخر کس وجہ سے ایک طرف موت کی سزا عین ضرورت اور دوسری طرف جبر واکراہ ہے؟

و. جبر واکراہ کے اصول مسلمانوں کو کسی دوسری قوم سے مانگنے اور ان کی علمیت و عقلیت پر استوار کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب مغرب مسلمانوں کی علمیت و عقلیت پر اپنے اصولِ قانون و معاشرت کو استوار نہیں کرتا تو آخر مسلمانوں کو کیا ضرورت ہے کہ ان کے اصولوں پر اپنے قوانین و معاشرت استوار کریں؟

دوسرا شبہ: کتب مقدسہ میں (تورات و اناجیل) انبیاء سے زناکاری، شراب نوشی اور کذب و افتراء منسوب ہے اور جب یہود و نصاریٰ جیسے دو بڑے ادیان کی مقدس کتب اس سے لبریز ہیں تو مقدس کتب اور تاریخِ ادیان مسلمانوں کے قانونِ توہینِ رسالت کی مؤید نہ رہیں۔ مسلمان ان کتب کو منزل من اللہ مانتے ہیں اور ان مذاہب کو آسمانی ادیان میں سے مانتے ہیں تو اس لحاظ مسلمانوں کا توہینِ رسالت پر موت کی سزا کا موقف دو بڑے ادیان کے حاملین کی تائید سے محروم ہے۔

یہ شبہ درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر قابل رد ہے:

اَ. مسلمانوں کا ان کتابوں کو منزل من اللہ ماننا ان کے متون کی صحت کی بنیاد پر نہیں بلکہ قرآن مجید کی بنیاد پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ

ب. مسلمان ان کتابوں کو اگر منزل من اللہ مانتے تو یہ بھی ساتھ مانتے کہ یہ سب محرف کتابیں ہیں۔ ان کتب کے متون میں تحریف و تبدل اور حک و اضافہ ہوا ہے، یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اس عقیدے کی بنیاد قرآن مجید اور فرامینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن میں ہے:

مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (النساء:۴۶)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ (المائدۃ:۴۱)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

ج. بالفرض محال اگر ان کتابوں میں ایک حرف بھی تبدیل نہ ہوا ہو تب بھی قرآن کی آمد کے بعد یہ منسوخ کتابیں ہیں۔ ان کی حیثیت تاریخی ہے تشریعی نہیں۔

د. اگر ان کتابوں میں یہ بڑے بڑے گناہ انبیاء سے منسوب کیے گئے تو باطل طور پر کیے گئے۔ اور جہاں تک یہ بات کہ ان سے انبیاء کی توہین لازم آتی اور ان کو تسلیم کرنے اور درست سمجھنے کے باعث تو تمام یہودی و نصرانی واجب القتل ہونے چاہئیں کیونکہ یہ سب انبیاء کی گستاخیاں ہیں تو اس کے سلسلے میں تحقیق یہ ہے کہ

i. یہود و نصاریٰ نے ان کو باتوں کو توہین کے لیے منسوب نہیں کیا اور نہ ہی توہین کا ارادہ کیا بلکہ باطل طور پر اولین محرفین نے یہ کتب اس طرح کتاب اللہ بنا کر نقل کیں۔

ii. وہ انبیاء کو ان گناہوں کے بعد اللہ کی جانب سے پاکیزگی عطا کیے جانے کے قائل ہیں۔ گویا ان گناہوں کے ارتکاب کو عارضی سمجھتے ہیں اور حقیقتاً وہ انبیاء کو پاکیزہ ہی سمجھتے ہیں۔

iii. اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا عقیدہ جو یقیناً اللہ کی گستاخی ہے کو اس لیے علی الاطلاق قتل کی اساس نہیں قرار دیا گیا کہ مشرکین کے شرک کا مقصود توہین کی بجائے تنزیہ و تعظیم ہوتا۔ چونکہ اللہ دلوں کے حال جانتا اس لیے اس نے باوجود شرک کو بدترین گناہ قرار دینے کے اللہ کی گستاخی کے زمرے میں داخل کر کے ہر شرک کو قتل کا موجب نہیں قرار دیا۔ اس لیے جن اعتقادات کو اللہ اور اس کے رسول نے توہین قرار دے کر مرتکب کو واجب القتل قرار دینے کا حکم نہیں دیا ہم اسے اسی حال پر باقی رکھتے ہیں۔ لیکن اس سے مزید کسی کو اس پر قیاس کر کے گستاخی کی اجازت نہیں دیتے۔ منصوص کو منصوص تک محدود رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم دلوں کے حال نہیں جانتے۔ اللہ دلوں کا حال جانتا اس نے جس عقیدے پر توہین کا اطلاق نہیں کیا ہم نے اس حد تک محدود رکھا۔ اس کے ماسوا کو توہین قرار دیا۔

ہ. ان دونوں مذاہب کا باطل ہونا ثابت ہے تو ان کی تائید کی اسلام کو ضرورت نہیں۔ البتہ ایسا نہیں کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کی بالعموم اور موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کی بالخصوص، توہین کو دینی و اعتقادی نقطہ نظر سے درست

سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ان دونوں مذاہب میں ان سب شخصیات کو کبھی مقدس نہ کہا جاتا۔ اس لیے ان کی کتب میں انبیاء سے ان گناہوں کا منسوب کرنا خطاءً ہے، اہانتاً نہیں (گو اس سے یقینی اہانت لازم آتی، لیکن گستاخی کا قصد نہ ہونا اور کتابوں میں تحریف ہو جانا ان کا رخ دوسری سمت میں پھیر دیتا۔ اور ہم نے یہ جواب علی سبیل التنزل دیا، ورنہ یہودیت و نصرانیت کے بدعقیدوں کے مسلمان ذمہ دار نہیں اور نہ ہی ان کے عقیدے پر اسلام کے کسی قانون کا دارومدار ہے۔ نیز اہلِ مغرب یہود و نصاریٰ ہی ہیں اور ہم ان دونوں کے مابین تفریق کے قائل نہیں۔ اہلِ مغرب یہود و نصاریٰ کے بگاڑ کی بدترین شکل ہیں)

تیسرا شبہ: مختلف اسلامی فرقوں کے مابین مقامِ رسالت سے متعلق اعتقادی اختلافات موجود ہیں۔ ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علام الغیوب اور حاضر و ناظر نہ ماننا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی قرار دیتا ہے اور اپنے مخالف دینی فرقے پر گستاخ رسول ہونے کا الزام عائد کرتا ہے۔ فرقوں کے مابین ایک دوسرے کو گستاخِ رسول قرار دینا عام صورتِ حال ہے اور اس طرح الزامات و مباحث پر مبنی ایک بڑا لٹریچر موجود ہے۔ اس لحاظ سے ہر فرقہ ہی توہینِ رسالت کا ملزم ہے تو توہینِ رسالت کے قانون کے کیا معنی رہ گئے؟

اس شبہ کی تردید یہ ہے:

أ. معترضین جن فرقوں کے باہم ایک دوسرے پر گستاخیٔ رسول کے الزامات کو شبہ کی بنیاد بناتے، انہی فرقوں کے مابین متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ کا گستاخ واجب القتل ہے، تو آخر کیا وجہ ہے کہ ان فرقوں کا ایک دوسرے پر گستاخی کا محض الزام تو شبہ کی بنیاد بن جاتا لیکن ان کا اتفاق معترضین کے لیے دلیل نہیں بنتا؟

ب. ان فرقوں کا ایک دوسرے پر الزام، محض الزام ہی ہے۔ جب کہ ہر فریق گستاخی سے برأت کا اعلان کرتا اور دوسرے کے دعویٰ کی تردید کرتا گویا یہ الزام مالا یلزم کی کیفیت ہے۔ اس طرح کے معاملات معاشروں میں تعصب کے باعث پیدا ہو جاتے لیکن ان ہی فرقوں کے سنجیدہ علما اس کی تردید بھی کرتے اور ان الزامات کی روش کو غلط قرار دیتے۔

ج. ان فرقوں کے متعدد مجلسی و سیاسی اتحاد، باہمی منعقدہ اجلاسوں میں مختلف دینی امور پر مل بیٹھنا اور مشترکہ بیانات اس بات کی دلیل کہ وہ ایک دوسرے کو گستاخِ رسول نہیں سمجھتے ورنہ یہ اتحاد و اتفاق نہ ہوتا۔

د. یہ درست ہے کہ فرقہ وارانہ تعصبات کے باعث ایک دوسرے پر گستاخیٔ رسول کے اتہامات عائد کرنا انتہائی غلط روش ہے۔ لیکن اس سے توہینِ رسالت کے مجرمین کو کوئی وجہ جواز نہیں ملتا کیونکہ گستاخ رسول کے مجرم ہونے اور اس کی سزا قتل ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

چوتھا شبہ: جس مسئلہ پر فقہاء کے مابین اختلاف ہو اس کی حیثیت اجتہادی کی ہوتی۔ توہینِ رسالت پر سزائے موت کے مسئلہ میں فقہائے اسلام کے مابین اختلاف ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک توبہ کا موقع دیا جائے گا، دوسرے کے نزدیک نہیں؟ ایک کے نزدیک کسی کو شاتم قرار دینے کے لیے اس کی طرف سے توہین کرنے کی نیت ہونا لازم ہے جب کہ دوسرے کے نزدیک صرف ظاہر پر ہی دارومدار ہے نیت و قصد نہیں پوچھا جائے گا؟ اس صورت میں یہ مسئلہ اجماعی نہیں بلکہ اختلافی و اجتہادی رہ جاتا۔ لہٰذا اس پر قانون سازی یا ایک موقف پر اصرار سختی اور غیر منصوص کو منصوص کی طرح بنانا ہے۔

یہ شبہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر بلا دلیل ہے:

أ. فقہاء کا گستاخِ رسول کی سزا قتل ہونے پر اتفاق ہے۔ ان کا اتفاق تو معترضین کے دلیل نہیں بن پاتا لیکن وہ جزوی و ذیلی اختلافات کے ذریعے بہانہ بازی کرتے ہوئے اپنے لیے راستہ نکالنے کی کوشش کرتے۔

ب. فقہاء کے اختلافات تو نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کے فروعی اور ذیلی احکامات سب میں ہیں اگر اس طرح نتیجہ نکال کر نماز، روزہ، زکاۃ اور حج تمام فرائض کا خاتمہ کر دیا جائے تو دین کا کوئی حصہ اس اصولِ باطل کے تحت نہ بچے۔ فقہاء کے اختلاف کا مطلب کسی حکم کا عدمِ وجود نہیں ہوتا ورنہ اختلاف ہی نہ ہوتا۔ فروعی اختلاف کا مطلب ہی کسی حکم کا ثبوت و وجود ہے۔ پھر فقہاء تو حکم کی جزئیات تک مع استدلال و براہین بیان کریں اور معترضین اس سے نتیجہ نکالیں ان احکامات کی ضرورت نہیں۔ یہ تو انتہا درجے کی بدعقلی ہے۔

ج. فقہاء کے اختلافات اور معترضین کے اعتراضات کے مقاصد و نتائج یکسر مختلف ہیں۔

i. فقہا قرآن و سنت اور آثار صحابہ سے سے دلیل پکڑتے ہوئے شاتمِ رسول کی سزا موت ثابت کرتے ہیں جب کہ معترضین یا مرعوبین 'شاتمِ رسول کی سزا کچھ بھی نہیں ہے' کو انسانی حقوق، آزادیٔ اظہار رائے اور قوانینِ مغرب کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں۔ گویا ان کا مصدرِ دلیل ہی مختلف ہے اور مقصود بھی مختلف۔

ii. فقہاء فروع و ذیل میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن اصل میں اتفاق ہے کہ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف آنا دینی حمیت کے خلاف ہے اور اس عمل کا مرتکب مجرم ہے۔ معترضین کو اصل سے ہی اتفاق نہیں۔

ان کے نزدیک شاتمِ رسول مجرم نہیں اور ان کے نزدیک یہ سزا اصولِ رواداری اور اصولِ برداشت کے خلاف ہے۔

iii. فقہاء کے ہاں توبہ کا موقع دینے کا مسئلہ اس لیے ہے کہ مرتکبِ جرم فرد شاید اخروی طور پر دائمی جہنم سے خود کو بچالے لیکن معترضین کے ہاں اول تو جنت دوزخ کا مسئلہ ہی نہیں اور معترضین کو جن دین فروش مولویوں کا ساتھ حاصل ہے ان کا توبہ توبہ کی رٹ لگانا محض بہانے بازی اور نفس مسئلہ کو مختلف فیہ بنانے کے لیے فقہی لٹریچر کی آڑ لینا ہے۔ ورنہ پچھلے کئی سالوں سے کس گرفتار گستاخ سے توبہ کا مطالبہ کیا گیا۔ بحث تو آج تک یہی کی جاتی ہے اور کی جارہی کہ قانون ہی غلط ہے اور انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ جب اصل ہی معترضین کے نزدیک درست نہیں تو توبہ کو موقع دینے یا نہ دینے کا مسئلہ چھیڑنا تو جعل سازی ہے۔ گستاخانِ رسول کو توبہ کا موقع دینے کی بجائے آج تک ان کو بیرون ملک پورے پروٹوکول کے ساتھ بھجوانے کا موقع دیا گیا۔

پانچواں شبہ: پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت حکومتی قانون ہے۔ اور اس کا طریقہ کار بھی قانونی طور پر متعین ہے۔ لہٰذا اس کے نفاذ اور اس کی تشریح و تعبیر کے سارے اختیارات بھی حکومت کے پاس ہیں۔ مذہبی طبقہ اس قانون کو قانون مانتا ہے اور اسی کے حوالے سے مجرموں کا سزا کی بات کرتا، مقدمات دائر کرتا اور عدالتوں سے فیصلے طلب کرتا لیکن جب حکومت اس قانون میں تبدیلی کی بات کرتی، اس کا طریقہ کار وضع کرتی یا عدالتیں مجرموں کو بری کرتی تو حکومت کو مجرم ٹھہرایا جاتا، عدالتوں کو مجرم اور اہانت رسول کا معاون کہا جاتا۔ حالانکہ جس اصول کے تحت مذہبی طبقہ نے اس قانون کو قانون مانا، اسی اصول کے تحت باقی سب کچھ بھی ہوتا، اس کو کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ کیا یہ اصولی تضاد نہیں؟

اس شبہ کے جواب چند اصولی باتیں پیش کی جاتی ہیں

أ. علمائے جہاد 'دین کے اصول و فروع کو اس جدید سیاسی نظام کے اندر قانون سازی کا محتاج نہیں سمجھتے اور یہ بات ان کے نزدیک عقیدے کے درجے میں ہے۔ اسلام کا کوئی حکم اسمبلی میں اکثریت کی منظوری کا محتاج نہیں اور اگر کوئی اس اصول کا قائل ہے کہ شریعت کا کوئی حکم تب پاکستان میں نافذ ہوگا جب اسمبلی اسے پاس کرے گی تو اس کا اسلام مشکوک ہے۔ علمائے جہاد تو اسمبلی کے فورم پر شریعت کے کسی مسلمہ حکم کو برائے بحث و منظوری پیش کرنا ہی کفر سمجھتے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات بندوں کے اعتراضات اور بحث و منظوری کا مورد نہیں ہیں۔

ب. قانونِ ناموسِ رسالت کے اس حصے کو ہی علمائے جہاد صرف درست تسلیم کرتے ہیں جو شریعت کے موافق ہے۔ اور اسے درست تسلیم کرنے کی وجہ اس کا اسمبلی سے منظور شدہ قانون ہونا نہیں ہے بلکہ شریعت کے مطابق ہونا ہے۔ علمائے جہاد پاکستان کے ہر اس قانون کو رد کرتے ہیں جو دینِ اسلام کے خلاف ہے اور ایسی قانون سازی کرنے والوں کو کفر کا مرتکب سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس قانون کی اہمیت شریعت کے موافق ہونے کے باعث ہے نہ کہ اسمبلی سے منظور ہونے کے باعث۔

ج. جدید عدالتوں میں مقدمات دائر کرنا، ان سے فیصلوں کا طالب ہونا سب نظام کے جبر کے باعث ہے۔ یہ حالتِ اضطرار ہے جس کے بارے قرآن نے کہا: غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔ اس کی نظیر قرآن میں یوسفؑ کا فرعونِ مصر سے رہائی کا طالب ہونا ہے۔ باطل نظام اور قانون سے اہلِ ایمان کا اپنے تحفظ کے لیے کوشش کرنا اور ظلم و عدوان سے محفوظ رہنے کے لیے لادینی عدالتوں سے رجوع کرنا حالتِ اضطرار کا معاملہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف سے واپسی پر مکہ میں داخل ہونے کے لیے مطعم بن عدی کی پناہ لینا اس کی ایک اور نظیر ہے۔ لہٰذا علمائے جہاد ناموسِ رسالت کی حفاظت کے لیے مقدمات کرنا اور جدید قانون کے تحت شاتمین کو سزا دلوانے کی کوشش کرنا مباح عمل سمجھتے جب تک کہ شرعی عدالتیں قائم نہ ہو جائیں۔ البتہ ان عدالتوں کے ہر فیصلے کو شریعت کی میزان پر پرکھتے ہیں اگر اس کے مطابق ہوں تو درست ورنہ باطل۔

آخر میں قرآن مجید کا شاتمینِ رسول اور ان کے معاونین کے نام تہدیدی پیغام درج کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

> لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا
>
> ”اگر یہ منافقین جن کے دلوں میں مرض ہے، اور وہ لوگ جو مدینہ میں افواہیں اڑاتے پھرتے، باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس شہر میں رہ پائیں گے۔ یہ لعنتی ہیں لہٰذا جہاں بھی ان کو پاؤ، پکڑ لو اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے لوگوں کے بارے بھی تھی اور آپ ہرگز اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے“۔

☆☆☆☆☆

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی سزا

مولوی محمد مرتضیٰ صدیقی

ناموس رسالت قرآن مجید میں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ایذا بھی اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں۔ سورۂ احزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ (الاحزاب:۵۳)

"اس بات سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ تم سے شرماتا ہے"۔

اسی طرح آگے ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا

"اور تمہیں یہ حق نہیں کہ تم رسول اللہ کو اذیت دو اور نہ تمہارے لیے ہمیشہ کے لیے یہ جائز ہے کہ ان کی بیویوں سے ان کی وفات کے بعد نکاح کرو، بے شک اللہ کے ہاں یہ بہت بڑا گناہ ہے"۔

پہلی آیت حضرت زینبؓ کے ساتھ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا اس وقت نازل ہوئی لوگ ولیمہ کھانے کے بعد دیر تک محو گفتگو رہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ بار ہو رہا تھا، تنبیہ کی گئی کہ کھانے کے بعد گپ شپ کی محفلیں نہ سجائیں بلکہ منتشر ہو جائیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب ہے۔

دوسری آیت مبارکہ میں عام الفاظ میں ایسے ہر قول و فعل کو حرام کر دیا گیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا و تکلیف پہنچے، اس کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی وفات کے بعد کسی کا نکاح حلال نہیں، اس حکم میں جہاں اور بہت سی حکمتیں ہیں وہیں یہ بات بھی ہے کہ طبعی طور پر پر کوئی شوہر اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی دوسرے کے نکاح میں جائے مگر اس طبعی خواہش کا پورا کرنا شرعاً ضروری نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طبعی خواہش کا بھی حق تعالیٰ نے احترام فرمایا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی اعزاز ہے۔ (معارف القرآن)

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں وہ برباد ہو جائے:

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے سلسلہ کا آغاز فرمایا تو کوہِ صفا پہ چڑھ کر اپنے قبیلہ قریش کے لوگوں کو آواز دی جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے توحید کی بات ان کے سامنے رکھی تو ابولہب نے کھڑے ہو کر کہا تباً لك أَلِهٰذا جمعتنا ہلاکت ہو تیرے لیے کیا تو نے ہمیں اس کے لیے جمع کیا تھا، اور آپ کو مارنے کے لیے ایک پتھر اٹھالیا اس پر یہ سورت نازل ہوئی کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا غزوہ بدر کے ساتھ روز بعد اس کے طاعون کی گلٹی نکلی جس کو عرب 'عدسہ' کہتے ہیں۔ مرض دوسرے لوگوں کو لگ جانے کے خوس سے سب گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا یہاں تک کہ اسی بے کسی کی حالت میں مر گیا اور تین روز تک اس کی لاش یوں پڑی رہی۔ جب سڑنے لگا تو مزدوروں سے اٹھوا کر دبو دیا۔ انہوں نے ایک گڑھا کھود کر ایک لکڑی سے اس کی لاش کو گڑھے میں ڈال دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیے"۔

(معارف القرآن)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہی بے نام و نشان ہو گا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

"کفار مکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نرینہ اولاد نہ رہنے کی وجہ سے ابتر ہونے کے طعنے دیتے تھے یا دوسری وجوہ سے آپ کی شان میں گستاخی کرتے تھے ان کے جواب میں سورۂ کوثر نازل ہوئی۔ جس میں ان کے طعنوں کا جواب بھی ہے کہ صرف اولاد نرینہ کے نہ رہنے سے آپ کو مقطوع النسل کہنے والے حقائق سے بے خبر ہیں۔ آپ کی نسبی نسل بھی ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا میں تا قیامت باقی رہے گی اگرچہ دختری اولاد سے ہو اور نسل معنوی یعنی آپ پر ایمان لانے والے مسلمان جو در حقیقت نبی کی اولاد معنوی ہوتے ہیں وہ تو اس کثرت سے ہوں گے کہ پچھلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امتوں سے بھی بڑھ جائیں گے۔ اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور مکرم و معظم ہونا بھی مذکور ہے"۔ (معارف القرآن)

قرآن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کا پول کھول دیا:

ولید بن مغیرہ نامی کافر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ کہے تو قرآن کریم نے سورۃ القلم میں اس کی نو کلمات میں برائیاں بیان کیں فرمایا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (القلم:۱۰-۱۳)

یعنی یہ بدبخت کافر نو(۹) بدصفات کا حامل ہے:

حلّاف: قسمیں کھانے کا عادی ہے، مھین: بے قدر اور ذلیل آدمی ہے۔ ھماز: طعنہ دینے کا عادی ہے، ہاتھ زبان، کسی بھی ذریعہ سے طنز و تشنیع کا خوگر ہے۔ مشاء بنمیم: چغل خور آدمی ہے۔ مناع للخیر: کنجوس اور بخیل ہے۔ معتد اثیم: اور زیادتی میں حدیں پھلانگنے والا۔ اثیم: گناہ کرنے والا۔ عتل: بدمزاج، بد خلق، فحش گو، ذلیل، کمینہ۔ زنیم: یہ حرامی آدمی ہے۔ علامہ آلوسی (رح) لکھتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کو قریشی کہتا تھا حالانکہ ان میں سے نہیں تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک آدمی نے بیٹے ہونے کا زبانی دعویٰ کیا۔ (روح المعانی) آپ دیکھیں کہ گستاخ رسول کے خلاف قرآن کریم کا لب و لہجہ کتنا سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم ذات ہے لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ گستاخی و تکلیف گوارا نہیں!!!

دین میں طعن کرنے والے کے ساتھ قتال کا حکم:

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ (توبہ: ۱۲)

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ومن ھاھنا أخذ قتل من سب الرسول صلوات اللہ علیہ وسلامہ او من طعن فی دین الاسلام او ذکرہ بتنقیص

"اس آیت سے شاتم رسول کے قتل کا ثبوت ہے اس طرح جو دین اسلام کی کسی بات کی تحقیر یا تنقیص کرے"۔

دردناک عذاب:

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيِقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ...... وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰہِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (التوبۃ: ۶۱)

منافقین میں سے بعض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ طور پر یہ کہا کرتے تھے کہ وہ تو سراپا کان ہیں۔ (یعنی ہر ایک کی بات سن لیتے ہیں اور قبول کر لیتے ہیں) اس گستاخانہ بات پہ یہ اعلان ہوا کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تکلیف دینے والوں پہ لعنت:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (الاحزاب: ۵۷)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت میں ملعون کر دیا اور ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

تفسیر عثمانی میں ہے:

"اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں۔ جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اب بتلایا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون و مطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ کو ستانا یہی ہے کہ اس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں۔ گویا دو عذابوں کا اعلان ہے (۱) دنیا و آخرت میں ملعون ہونا۔ (۲) ذلت آمیز عذاب جس کی کوئی صورت بھی ہو سکتی ہے۔ (گستاخوں کا انجام دیکھ لیں تاریخ میں)"۔

آوازیں پست رکھو:

سورۃ حجرات آیت ۱ تا آیت ۵ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک مجلس ہونے والوں کو آداب بتلائے گئے ہیں:

- اللہ اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر کسی معاملے میں سبقت نہ کرو۔
- اپنی آوازیں پیغمبر سے اونچی نہ کرو۔
- ان سے اس طرح بات چیت مت کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔
- جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے پست آواز رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا، ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔
- جو لوگ حجرے سے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں۔

ملاحظہ: غور کرنے کی بات ہے کہ آپ کے روبرو اونچی آواز میں بات چیت اور بے گفتگو کی بنا پر حبطِ اعمال (اعمال کے برباد ہونے) سے ڈرایا گیا ہے جو شخص گستاخی کا مرتکب ہو جائے اس کے بارے میں غضب الٰہی کا آپ خود ہی اندازہ لگائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم کرو:

فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا (النساء: ۵۶)

"پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے فیصلہ کرا دیں پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کر لیں"۔

حضرت مفتی اعظم، مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور علو مرتبت کے اظہار کے ساتھ آپ کی اطاعت جو بے شمار آیات قرآنیہ سے ثابت ہے اس کی واضح تشریح بیان فرمائی۔ اس آیت میں قسم کھا کر حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مؤمن یا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرے کہ اس کے دل میں بھی اس فیصلہ سے کوئی تنگی نہ پائی جائے"۔(معارف القرآن)

گستاخوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے:

وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (المجادلۃ:۸)

"جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تمہیں اس طریقے سے سلام کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر سلام نہیں کیا، ان کے لیے جہنم ہی کافی ہے، اسی کو وہ ایندھن بنیں گے، بڑا ہی برا انجام ہے ان کا"

یہودیوں کا دستور تھا کہ وہ "السلام علیکم" کے بجائے "السام علیکم" کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے، جس کے معنیٰ موت کے آتے ہیں، اس پر یہ تنبیہ نازل ہوئی کہ ایسے گستاخوں کا انجام جہنم ہی سے اور بد انجام کے حقدار ہیں۔

یہ تو چند آیات "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر ذکر کی گئی ہیں۔ ورنہ حقیقت میں غور کیا جائے تو قرآن کریم کی ہر سطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی گواہی دیتی ہے اور اس معاملہ میں قرآن کریم کا لب ولہجہ اس مسئلہ کی حساسیت اور نزاکت کو ظاہر کرتا ہے۔ ان تمام آیات کو بغور پڑھنے کے بعد ایک منصف مزاج انسان اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رسالت کے مقام کے حاملین کا بہت بلند مقام ہے جو آدمی اس منصب کے حاملین میں سے کسی کی شان میں تنقیص، تحقیر، طنز وتشنیع کا کوئی جملہ کہتا ہے تو وہ حقیقت میں اس عظیم منصب کی توہین کرتا ہے جس پر غیرت الٰہی جوش مارتی ہے اور ایسے کمینے رذیل آدمی کے لیے سخت سے سخت سزا کا اعلان کرتی ہے جیسا کہ آپ نے آیات کے مفاہیم سے اندازہ لگا لیا ہوگا۔

گستاخ رسول کی سزا احادیث طیبہ کی روشنی میں:

کعب بن اشرف کا قتل:

غزوۂ بدر کی فتح سے کعب بن اشرف نامی یہودی سردار کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے اپنے غصہ کو نکالنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ، طنزیہ اشعار کہنا شروع کر دیے۔ پاک باز مسلمان عورتوں کے بارے میں عشقیہ اشعار کہنا شروع کر دیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی طور پر بہت تکلیف پہنچی۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کعب بن اشرف کے قتل کے لیے کون تیار ہے؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ یہ سن کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی اور اس کام کے لیے کعب بن اشرف کے دودھ شریک بھائی ابونائلہ، عماد بن بشر ابوعیسیٰ بن جبیر کو شریک کیا۔ آپ نے انہیں بقیع الغرقد تک چھوڑا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ قرض لینے کے بہانے کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس کی خوشبو کی تعریف کی پھر سر کی خوشبو سونگھنے کے بہانے اسے مضبوطی سے پکڑا اور ساتھیوں کو مدد کے لیے پکارا۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے خود اپنا چھوٹا خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اس کا سر کاٹ کر واپس لوٹے۔ اخیر شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہیں فوراً ارشاد فرمایا: "افلحت الوجوہ" ان چہروں نے فلاح پائی اور کامیاب ہوگئے۔ ان لوگوں نے جواباً عرض کیا ووجهك يا رسول الله! (اور سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک اے اللہ کے رسول) بعد ازاں کعب بن اشرف کا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحمد للہ کہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سیرۃ المصطفیٰ تلخیص)

قاضی عیاض رحمہ اللہ الشفاء میں اس واقعہ سے متعلق لکھتے ہیں:

ووجه اليه من قتله غيلة دون دعوة بخلاف غيره من المشركين وعلل بِأذاه له فدل ان قتله اياه لغير الاشراك بل له لأذى (ص۱۳۷)

"آپ نے اپنی عادت شریفہ کے برعکس پیشگی دعوت وتنبیہ کے بغیر بہت ہی خفیہ اور راز داری کے طریقہ سے اس کا کام تمام کر دیا۔ جب کہ دیگر کفار ومشرکین میں سے کسی کو آپ نے اس طریقے سے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور اس کی قتل کی وجہ خود بیان فرمائی کہ "فانه يؤذى الله ورسوله" کہ اس نے تکلیف پہنچائی ہے تو آپ کا اس کو قتل کروانا دراصل اسی تکلیف پہنچانے کی وجہ سے تھا"۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"قتل کا سب سے قوی سبب آپ کی شان اقدس میں دریدہ دہنی اور سب وشتم اور آپ کی ہجو میں اشعار کہنا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں اس پر مفصل کلام کیا ہے"۔ (سیرۃ المصطفیٰ جلد اول)

ابو رافع یہودی کا قتل:

ابورافع بھی ایک یہودی مال دار تاجر تھا، گستاخِ رسول اور دین اسلام کا کٹر دشمن، کعب بن اشرف کو چونکہ قبیلہ اوس کے لوگوں نے ٹھکانہ لگایا تھا اس لیے قبیلہ خزرج کے لوگوں نے گستاخِ رسول کو ٹھکانہ لگانے کی سعادت میں مسابقت سے کام لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابورافع گستاخ کے قتل کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوشی اجازت دے دی، عبد اللہ بن عتیک کی سرکردگی میں چند انصار صحابہ کرام نے جاکر اسے قتل کر دیا۔ واپسی میں بلندی سے نیچے گر کر حضرت عبد اللہ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ٹوٹی ہوئی ہڈی پر لعاب دہن لگایا تو وہ زخم ایسا بھر گیا گویا کبھی زخم لگا ہی نہیں تھا۔

قاضی عیاض اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وکان یؤذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و یعین علیہ (الشفاء:۲۳۱)

"عبد اللہ رافع آپ کو ایذاء دیتا تھا اور اس بارے میں لوگوں کی مدد کرتا تھا"۔

ابن خطل گستاخ کا انجام:

ابن خطل نامی گستاخ آپ کی شان میں ہجو کرتا اور اپنی دو لونڈیوں کو بھی اس جرم میں شریک کر لیا کرتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن تشریف لائے تھے تو کفار و مشرکین کو عام معافی دی اور اس کا اعلان بھی کروایا، اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے ابن خطل کو اپنے ہاتھوں انجام تک پہنچایا جب کہ اس نے خانہ کعبہ کے غلاف سے چمٹ کر پناہ لی ہوئی تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا گستاخ کو قتل کرنا:

ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: من یکفینی عدوی کہ میرے دشمن کو کون ٹھکانے لگائے گا؟ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ سعادت انجام دوں گا، چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔(الشفاء:۲۳۱)

بوڑھے شاعر کو قتل کرنا:

ابوعفک بوڑھے گستاخ شاعر کو حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی لیا اور خواہش پہ اپنے انجام تک پہنچایا (سیرت احمد مجتبیٰ بحوالہ مجلہ المصطفیٰ)

نابینا صحابی کا گستاخ عورت کو قتل کرنا:

ایک یہودی شاعرہ عصماء نامی عورت کے گستاخانہ اشعار اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں تکلیف دہ حرکات پہ عمیر بن عدی نامی نابینا صحابی نے اسے قتل کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کی۔(سیرت احمد مجتبیٰ بحوالہ مجلہ المصطفیٰ)

نابینا صحابی کا اپنی گستاخ لونڈی کو قتل کرنا:

ایک نابینا صحابی کی باندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتی تھی، صحابی نے اسے روکا وہ باز نہ آئی، ایک رات وہ شان اقدس میں گستاخی کرنے لگی تو اس صحابی نے اسے قتل کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ (الشفاء:۲۳۱)

کوئی سزا نہیں دی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ کر قتل کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا کہ اس کی کوئی سزا نہیں۔(سنن ابی داود کتاب الحدود)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا گستاخ کو قتل کرنا:

قاضی عیاض الشفاء میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو میرے دشمن کو ٹھکانے لگائے؟؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا"میں یہ خدمت انجام دوں گا"۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کر دیا۔

گستاخوں کے علاوہ سب کو معافی دی:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن قتال کرنے سے منع فرمایا سوائے ان چھ مردوں اور چار عورتوں کے جو آپ کو ایذا پہنچاتے تھے۔ حالانکہ آپ نے جنگ میں عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا۔(مدارج النبوۃ)

اجماع امت:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "الشفاء" میں تحریر فرماتے ہیں:

اجمع عوام اھل العلم علی ان من سب النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقتل(ص:۲۳۷)

لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلہ اذا کان مسلما (ایضاً)

ولانعلم خلافا فی استباحۃ دمہ بین العلماء الأمصار و سلف الأمۃ و قد ذکر غیرواحد الاجماع علی قتلہ و تکفیرہ (ایضاً)

ان جیسی تمام عبارتوں کا حاصل یہی ہے کہ گستاخ رسول کے واجب القتل ہونے اور کافر ہو جانے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

"واما من سب اللہ تعالیٰ او النبی صلی اللہ علیہ و سلم او احدا من الملائکۃ او الانبیاء فان کان مسلما قتل اتفاقا"

"اگر کوئی مسلمان شانِ رسالت میں گستاخی کرے تو بالاتفاق قتل کر دیا جائے گا"۔

ائمہ اربعہ کا مذہب:

علامہ ابن تیمیہ (رح) لکھتے ہیں:

ان الساب ان کان مسلما فانه یکفر و یقتل وهو مذهب الائمة الاربعة

(الصارم المسلول)

گستاخ اگر مسلمان ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور قتل کر دیا جائے گا یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔

مالکیہ، حنابلہ کا مسلک:

حضرات مالکیہ، حنابلہ کا ظاہر مذہب یہی ہے کہ گستاخِ رسول اگرچہ توبہ کرے اسے قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ جو توبہ کرلے اسے بطور حد و سزا کے قتل کیا جائے اور جو توبہ نہ کرے اسے مرتد ہونے کی بناپر قتل کیا جائے گا۔ دنیا میں اس کی توبہ اس کو کوئی فائدہ نہیں دے گی ایک قول کے مطابق حضرات حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (وفی المجموع شرح المهذب: ص ۱ ج ۲۴)

ذهب الحنفية و المالكية و ظاهر مذهب احمد و هوقول ابن تيمية ان ساب الرسول يقتل تاب او لم يتب و لكنهم فرّقوا بين التائب و غير التائب فقالوا التائب يقتل حدّاً و غير التائب يقتل كفراً۔ فالتوبة على هذا لاتدرأعن ساب الرسول عليه الصلوٰة والسلام الحد فى الدنيا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ، ظاہریہ اور حنفیہ کا راجح مذہب یہ ہے کہ اگر گستاخ توبہ کرے تو اس سے سزا ساقط ہو جائے گی۔

وفيه ايضاً: ذهب اليه اصحابنا الشافعية والظاهرية و رواية عن احمد و قول للحنفية ان حكم ساب الرسول صلى الله عليه و سلم حكم المرتد فان لم يتب و الاقتل۔ (ص ۱۷ ج ۲۴)

علامہ شامی رحمہ اللہ کی جامع عبارت:

علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت جامع الفاظ میں شرعی سزا کی تشریح فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں:

والحامل انه لاشك و لا شبهة فى كفر شاتم النبى صلى الله عليه و سلم و فى استباحة قتله وهو المنقول عن الائمة الأربعة و انما الخلاف فى قبول توبته اذا اسلم فعندنا وهو المشهور عند الشافعية القبول و عند المالكية و الحنابلة عدمه

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے کے کافر ہو جانے اور واجب القتل ہو جانے میں کوئی شک و شبہ نہیں، یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ اس کی (دنیا میں) توبہ قبول ہو گی یا نہیں جب کہ وہ دوبارہ مسلمان ہونا چاہے، قتل کی سزا سے بچے گا یا نہیں؟ ہمارے یعنی احناف اور شوافع کے مشہور اور راجح مذہب کے مطابق توبہ قبول ہو گی، لیکن حضرات مالکیہ اور احنابلہ کے مشہور اور راجح مذہب کے مطابق دنیا میں اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی ہر صورت میں قتل کیا جائے گا"۔

وضاحت:

احناف اور شوافع کے ہاں توبہ قبول ہونے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ توبہ کے بعد اسلامی مملکت کا حاکم اپنی صواب دید سے کوئی سزا یا تعزیر جاری نہیں کر سکتا، بلکہ تعزیر کا باب اگر اس بات کی اجازت دے اور حکمت و مصلحت کا تقاضا یہی ہو کہ اگر گستاخوں کی توبہ قبول کرنے سے گستاخوں کو چھوٹ مل رہی ہو، ان میں بے باکی اور جرأت و جسارت بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو حضرات حنفیہ کے ہاں حاکم اپنی صواب دید سے کوئی سزا بھی جاری کر سکتا ہے اگر ایسے لوگوں کو قتل کرنا ہی عین مصلحت ہو تو قتل بھی کر سکتا ہے اگرچہ وہ توبہ کر لیں۔ تاکہ گستاخی کا دروازہ بند رہے اور کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔

وفى حاشية ابن عابدين رحمة الله عليه مطلب يكون التعزير بالقتل (كتاب الحدود)

أن له ان يعزّر بالقتل فى الجرائم التى تعظمت بالتكرار و شرع القتل فى جنسها ولهٰذا افتى اكثرهم بقتل من اكثر من سب النبى صلى الله عليه و سلم من اهل الذمة و ان اسلم اخذه و قالوا يقتل سياسة

یااللہ! یارحمن یارحیم! ہمیں شانِ رسالت میں ہر قسم کی گستاخی سے محفوظ و مامون فرما اور یا اللہ! آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ دندناتے پھر رہے ہیں انہیں اپنی پکڑ میں لے لے۔ اور ہم کمزور و ناتواں لوگوں کو یہ سعادت نصیب فرما کہ ہم ان سے عبرت ناک انتقام لے سکیں۔ آمین یارب العالمین

☆☆☆☆☆

"مغربی نظام تعلیم جب کسی مسلمان سوسائٹی میں نافذ کیا جائے گا تو اس سے ابتداءً ذہنی کشمکش، پھر اعتقادی تزلزل، پھر ذہنی اور بعد میں (الاماشاءاللہ) دینی و فکری ارتداد قدرتی ہے"۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

تحفظِ ناموسِ رسالت........وقت کی پکار

چودھری فیضان

وبه نستعین، الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی النبی الأمین محمد وعلی آله وصحبه أجمعین

انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی توحید کو پھیلانے اور شرک واہلِ شرک سے برأت کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ اسی مقصد کی خاطر خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا جن پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا ایمان کا تقاضا اور عین توحید ہے۔ اسی طرح امت محمدیہ علی صاحبھا السلام کے پیروکاروں کے لیے بھی توحیدِ خالص کو لوگوں پر واضح کرنا اور شرک کے اندھیروں سے توحید کی روشنی کی جانب گامزن کرنا واجب ہے۔

آج اہلِ کفر اور مسلمان خطوں پر حاکم طاغوتی حکمرانوں کی جانب سے اس مبنی بر حق دعوت کی بنیاد پر ضربیں لگانے کی منظم کوششیں کی جارہی ہیں۔ امتِ مسلمہ کو غفلت کی نیند میں سوتے دیکھ کر ان اسلام دشمنوں نے اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف اپنے ترکش کے آخری زہریلے تیروں کو استعمال کرنے کی کوششیں شروع کیں اور ہمارے لیے نہایت ہی محبوب اور عظیم ترہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے بغیر ہم اپنے آپ کو نامکمل سمجھتے ہیں، اور جن کی عزت و احترام ہم اپنی جانوں سے اور گھر بار سے زیادہ کرتے ہیں، کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں اپنی پاک کتاب میں یہ واضح فرمایا ہے کہ یہ کفار ہر ممکن طریقے سے تمہیں یعنی مسلمانوں کو ایذا پہنچانے سے گریز نہیں کرتے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاء وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ(الممتحنۃ:۲)

اور اسی مقصد کے لیے ان کفار کی اور ان کے ایجنٹوں کی مسلم امت کے خلاف جنگ کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہمیں ہمارے ایمان سے برگشتہ کر دیں اور ہمیں اسلام سے دور کر دیں، یہ بات قرآنی نص سے ثابت ہے:

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا(البقرۃ:۲۱۷)

توحید کے اہم کڑے کلمۂ شہادت جس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی گواہی دیئے بغیر کوئی ذی روح دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا آج اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے نت نئے طریقۂ کار میڈیا کے ذریعے سے ریاستی سرپرستی میں پھیلائے جارہے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ سے مروی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

لا یؤمن أحدکم حتیٰ أکون أحب إلیه من والده وولده والناس أجمعین

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کے میں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔

پس کون ایسا بدبخت ہو گا جو آج توہین رسالت کے مرتکب خبثاء اور ان کی تائید کرنے والے نام نہاد دینی سکالروں کے ساتھ اظہارِ ہمدردی رکھے اور کون ہو گا جو توہین رسالت کے مرتکب افراد کو موت کے گھاٹ لگتے دیکھ کر افسوس کرے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے امت سے محبت:

وہ ہستی جن کی اپنی امت کے بارے میں تڑپ قران ارشاد فرماتا ہے کہ:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

"بلاشبہ تمہارے پاس رسول آیا ہے، جو تم میں سے ہے۔ تمہیں جو تکلیف پہنچے وہ اس کے لیے نہایت گراں ہے وہ تمہارے نفع کے لیے حریص ہے، مؤمنین کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرنے والا ہے"۔

اور حدیث نبوی کے مطابق ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے ساتھ ایسا محبت بھرا دردمندانہ تعلق تھا جو ان الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بیان فرماتے ہیں:

مثلی کمثل رجل استوقد نارا، فلما أضاءت ما حولها جعل الفراش وهذه الدواب التی یقعن فی النار، یقعن فیها، وجعل یحجزهن ویغلبنه، فیتقحمن فیها، فذلك مثلی ومثلکم، أنا آخذ بحجزکم عن النار، هلم عن النار، هلم عن النار، فتغلبونی، تقحمون فیها (متفق علیه)

مفہوم: میری مثال اس شخص کی ہے جو آگ کا ایک الاؤ جلائے جب آگ اچھی طرح پھیل جائے تو اس کے اردگرد پروانے اڑنے لگے اور زور کے ساتھ اس آگ کے الاؤ میں گرنے کی کوشش کریں، یہ میری اور تمہاری

مثال ہے، وہ شخص ان پروانوں کو آگ میں کودنے سے روکتا رہا اور میں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آگ سے تمہیں یعنی (امت) کو بچانے کی خاطر تمہاری کمروں کو تھامتا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلنے کی خاطر چھینا جھپٹی کر رہے ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے لگاؤ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریفہ ومطہرہ کے ساتھ محبت اور لگاؤ اور ان کی تعظیم و تکریم اسی قدر تھی کہ وہ ایسے کسی بھی شخص کو جو ناموس رسالت کی اس سرخ لکیر کو پار کرنے کی کوشش کرتا اسے اس کے انجام تک ضرور پہنچاتے خواہ وہ کعب بن اشرف ہو یا فتح مکہ کے دن مسلمانوں کی ہجو بیان کرنے والی خواتین۔ آپ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی غیرت و حمیت اس امر کو قطعاً برداشت نہیں کرتی تھی کہ کوئی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اور انہیں اذیت پہنچائے اور ایسے ہر گستاخ شخص کے ساتھ رویہ شدت اور غضب ہی کا تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور اکرام کا جو منظر حضرت عروہ بن مسعودؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کا احوال وہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

> ”اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھوں میں لے لیتا اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ان صحابہ کو کسی کام کو حکم دیتے تو سب اسے پورا کرنے کے لیے لپکتے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کو لینے کے لیے صحابہ ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز پست کر لیتے اور صحابہ کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی عزت و عظمت تھی کہ وہ آپ کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتے تھے، اور میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری اتنی کرتے ہوں جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے اصحاب کرتے ہیں“۔

اسی لیے یہ امر مسلمانوں کے لیے تاقیامت محفوظ کیا جا چکا ہے کہ جو ہماری نہایت محترم اور محبوب ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائے، اپنے قول یا فعل سے یا عمل سے، انہیں گالی دے، ان کی ہجو کرے یا ان کی بے توقیری کرے تو ایسے شخص کا علاج صرف اور صرف قتل ہے۔ تاکہ آئندہ کے لیے ہر اس شخص کو عبرت کا نمونہ بنا دیا جائے جو مسلمانوں اور دین اسلام کی اس سرخ لکیر کو پار کرنے کی کوشش کرے۔

گستاخِ رسول کے لیے شریعت کا طے کردہ ابدی طریقہ کار:

قران کریم ایسے گستاخوں کے بارے میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے:

> وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ (التوبۃ:٦٥)

> ”اور جب ان سے پوچھا جائے (کہ وہ کیا کر رہے تھے) تو وہ کہیں گے ہم تو کھیل تماشا کر رہے تھے، کہ دو کیا تم اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پر نازل کردہ آیات کے ساتھ دل لگی کرتے ہو، معذرتیں مت کرو، تم اسلام لانے کے بعد کفر کر چکے ہو“۔

تو یہ سلمان تاثیر اور مشال خان اور ان کی قبیل کے دیگر افراد کے کفر اور ارتداد کی واضح دلیل ہے جو کوئی بھی اللہ اور اس کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا اس کی لائی ہوئی شریعت کی شان میں گستاخی کرے، یہ کفر ہے اور اس میں کوئی عذر قبول نہیں ہے۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی مجلس میں ایک شخص نے یہ بات کی کہ: کعب بن اشرف کو دھوکے سے قتل کیا گیا اس بات کے سنتے ہی حضرت علیؓ نے اس شخص کے قتل کا حکم دے دیا، اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کی مجلس میں ایک شخص نے اسی قسم کی بات کی تو حضرت محمد بن مسلمہؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ: اے معاویہؓ! کیا آپ کی مجلس میں یہ بات کی جا رہی ہے اور آپ خاموش ہیں، اللہ کی قسم میں اس چھت کے نیچے نہیں بیٹھوں گا یہاں تک کہ مجھے موقع ملے اور میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں۔

مبسوط میں عثمان بن کنانہؒ سے روایت ہے: جس نے مسلمانوں میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

علمائے سلف و خلف کا اس امر پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے یا ان کی شان میں گستاخی کرنے والے کی مدد کرے یا شعائر اسلام کے ساتھ استہزا کرے اس کی جزا قتل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم فرمایا ہے کہ وہ اس کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ان کی ذاتِ گرامی کے ساتھ محبت رکھیں، ان کی توقیر کریں اور ان کے دیے گئے اوامر کو بجالائیں اور ان کی ہر صورت نصرت کریں۔ جب کہ اس نے

اپنے بندوں پر حرام ٹھہرایا ہے کہ اس کے بندے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کریں، انہیں اذیت دیں یا ان کی عزت واکرام میں کمی لائیں اور ان کی بے توقیری کرنے والے کو اس کے برے انجام تک پہنچائیں۔ اور اس کا سب سے بڑا سبب اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم قدر و منزلت ہے جس کا انبیاء علیہم السلام بھی احترام فرماتے ہیں۔

ایک مکتبہ فکر کا قضیہ؟:

جو شخص بھی ممتاز قادریؒ کے مسئلے کو صرف ایک خاص مکتبہ فکر کا مسئلہ سمجھتا ہے اسے جان لینا چاہیے کہ یہ کسی ایک خاص مکتبہ فکر کا قضیہ نہیں۔ کیا ہم اس اہم اور حساس مسئلہ کی خاطر بھی حنفی، سلفی، بریلوی، دیوبندی اور پنج پیری وغیرہ میں تقسیم رہیں گے؟ ان تمام مکاتب فکر کا مرکزِ ثقل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ جب اسی ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنانِ اسلام اور ہمارے اپنے گھروں کے چند سفہاء اور بے عقل افراد اپنا ہدف بنالیں تو ایسے موقع پر کیا کسی سچے مسلمان کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ ان مسالک اور فرقوں کی تقسیم کو اپنا اصل ہم و غم بنا کر مسلمانانِ امت کو ان کے اصل ہدف یعنی دفاع ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر دے۔ اس اہم مقصد پر تمام مکاتبِ فکر اور اہلِ سنت والجماعت کے عقائد پر مجتمع گروہوں کا اکٹھا ہونا اور ناموس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اکٹھا کر کے اس نظام سے ٹکرا جانا ہی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ یاد رکھیے ممتاز قادریؒ کو پھانسی دینے والے سب ایک صفحے پر تھے، یہ جرم ان حکمرانوں اور جرنیلوں کے باہمی اشتراک سے ممکن ہو پایا ہے جب کہ کتنے افسوس کا امر ہے کہ جن اہلِ دین کو باہم مشترکہ طور پر ناموسِ رسالت کی خاطر اِس نظام سے ٹکرانا تھا وہ حنفی، بریلوی، دیوبندی، سلفی کی بحث میں الجھ کر اس اہم دینی وملی فریضہ کو بھلا رہے ہیں۔ یہ اس امت محمدیہ علی صاحبھا السلام کا مسئلہ ہے! یہ ہر مومن کا، ہر صاحبِ ایمان کا، ہر غیرت و حمیت رکھنے والے شخص کا، کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے والے تمام فرزندانِ توحید کا مسئلہ ہے! جن کے سامنے ان کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور محبوب ترین ہستی کی شان میں گستاخی ریاستی سرپرستی میں کی جائے مگر وہ خاموش نہ بیٹھیں اور ہر ممکن ذرائع کے ذریعے سے شاتمین کی زبانوں کو لگام دیں۔ خواہ وہ ملک کا مقتدر طبقہ ہو، یا جرنیل، خواہ وہ سول سوسائٹی کی گستاخ زبانیں ہوں یا سوشل میڈیا کے پردے میں چھپے وہ خبیث مریض اذہان جو کبھی "بھینسا" اور کبھی کسی دوسرے نام سے کبھی ہالینڈ تو کبھی جرمنی اور کبھی پاکستان میں اپنی شناخت کو چھپا کر اسلام اور اہلِ اسلام اور ان کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ پس جان لینا چاہیے کہ تحفظ ناموس رسالت عین توحید ہے اور اس پر ایمان ویقین کے ساتھ عمل درآمد کے بغیر ہمارا عقیدۂ توحید نامکمل رہتا ہے۔

دشمنانِ اسلام کی گستاخ ملعون زبانوں کا انجام:

اس نازک موقع پر یہ بھی اہم معاملہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ یہ تمام گستاخیاں اور جسارتیں یکا یک نہیں شروع ہوئیں۔ ڈنمارک کے کارٹونسٹ نے جب خاکے بنائے تو اس وقت مغرب اس زعم میں تھا کہ اب مسلم امہ کا دفاع کرنے والا کوئی نہیں اور ہم جو چاہے کرتے پھریں، مگر اللہ نے اپنے فضل سے غازی عامر چیمہؒ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس ملک کی ہوا میں سانس لینا جرم ہے جس کی فضا میں میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہوئی۔ چنانچہ وہ اس اخبار کے ایڈیٹر پر چڑھ دوڑے، اور نتیجے میں سرورِ کائنات کے قدموں میں تحفظ ناموس رسالت کے صدقے جا پہنچے... اسی طرح ابو غریب مکیؒ جنہیں ڈنمارک کے سفارت خانے پر فدائی حملے کی سعادت نصیب ہوئی اور انہیں ہدف تک پہنچانے والے ہمارے محبوب بھائی ابنِ عفراء رحمہ اللہ جن کے دل حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز اور عشق مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھے۔ جنہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوئی، اللہ نے ان دونوں شیروں سے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی حرمت کا انتقام لیا، ان ابطال کے ذریعے سے شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کی وہ مشہور بات پوری ہوئی کہ:

ولتثکلن امھاتنا ان لم ننصر رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم

اسی طرح ۲۰۱۲ء میں جب ملعون پادری ٹیری جونز کی جانب سے توہین رسالت و قران کا معاملہ سامنے آیا تب بھی افغانستان میں اللہ کے شیر طالبان عالی شان نے کیمپ بیسٹن (Camp Bastion) کے امریکی و برطانوی فوجی اڈے کو نشانہ بنا کر سیکڑوں کفار اور ان کے ایجنٹوں کو مردار کیا اور ثابت کیا کہ

افغاں کی غیرت دین کا ہے یہ علاج

ملا کو اس کے کوہ دمن سے نکال دو

اسی طرح لیبیا میں اللہ کے شیروں نے ملعون امریکی سفیر "کرسٹوفر سٹیفن" کو واصلِ جہنم کیا اور حال ہی میں کواشی برادران نے فرانس میں چارلی ایبڈو کے دفتر پر حملہ کر کے ثابت کیا یہ امت سوئی نہیں بلکہ اپنی محبوب پاکیزہ ہستیوں کی حفاظت اور ان کی عزت و حرمت کا پاس رکھنا، ان کی پشتی بانی کرنا اور ظالموں کو لگام ڈالنا جانتی ہے۔

مملکت خداداد پاکستان اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم:

آج بعینہٖ یہی معاملہ مملکت خداداد پاکستان میں بھی ہے۔ جیسے جیسے مجاہدین کو وقتی ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا ہے ویسے ویسے اس ملک میں دین، اہلِ دین اور شعائر اسلام کے خلاف ملعون زبانیں برساتی مینڈکوں کی مانند ابھرنا شروع ہو چکی ہیں۔ اور انہیں زبان فراہم کرنے والا یہی حکمران طبقہ اور جرنیل ہیں۔ ایمان تقویٰ جہاد فی سبیل اللہ کا نعرہ لگانے والی یہ فوج سوشل میڈیا پر جہاد اور شریعت کی درست دعوت دینے والوں کا تو کتوں کی مانند پیچھا کرتی نظر آتی ہے مگر ان ملعونین کو جو کھلے عام ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی لائی ہوئی شریعت کا مذاق اڑا رہے ہیں انہیں ریاستی تحفظ فراہم کیے ہوئے ہے۔ یاد رہے کہ جن سوشل میڈیا activists کو آئی ایس آئی نے اٹھایا تھا ان کا اصل مسئلہ توہین رسالت و توہین مذہب نہیں تھا بلکہ فوج کی عیاشیوں کے سامان "سی پیک" پر تنقید تھی۔ غرض جہاں سوشل میڈیا ہر کس و ناکس کو زبان فراہم کر رہا ہے کہ وہ جس مرضی موضوع پر جو کچھ مرضی چاہے بولتا رہے اور بکواس کرتا رہے اس کی زبان کو لگام ڈالنے والا کوئی نہیں وہیں پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر بھی ایسے موضوعات کو اٹھا کر لوگوں کی ذہن سازی کی جارہی ہے، کبھی ختم نبوت کے منکر قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے مسئلے پر سوالات اٹھا کر قوم کو ذہناً تیار کیا جارہا ہے اور کہیں بنیادی اسلامی اصول و قوانین کو یہود و ہنود کی تقلید میں ترک کر کے مکمل طور پر سیکولر اور لبرل معاشرے کی جانب بڑھنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِؤُواْ نُورَ اللّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّهُ إِلاَّ أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ(التوبۃ:۳۲)

"یہ لوگ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنا نور مکمل کر کے رہیں گے چاہے کفار کو جس قدر بھی ناگوار گزرے"۔

آج کے دور میں افواھھم کیا ہیں؟۔ یقیناً یہ وہ گستاخ ابلاغ کے ذرائع ہیں جو زبان کی، دل کی، ذہن کی، خباثت کے ساتھ اس دین اور اہلِ دین و شعائر اسلام کی توہین میں ملوث ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ مجاہدین اسلام اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں جب ایسے تمام افراد کو انیقہ ناز، شکیل اوج، سلمان تاثیر، مشال خان، اور بنگلہ دیش میں واشق الرحمان بابو، احمد رجب حیدر، ابھیجیت رائے، شفیع الاسلام کی مانند واصل جہنم نہ کر دیں اور غازی ممتاز قادری و غازی علم دین شہید رحمھما اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نبی مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور ان کے لائے ہوئے دین اسلام کی اور اس کے شعائر کی گستاخی کا بدلہ نہ لے لیں۔ یہ مجاہدین اسلام کا وعدہ ہے جو اپنی محبوب ہستی کی حرمت کی خاطر کٹ مریں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ فتربصوا انا معکم متربصون۔ ان شاءاللہ

ایک گذارش (کسی سے مشورے کی ضرورت نہیں):

یہاں ایک گذارش قارئین سے یہ بھی ہوگی کہ ہر اس شخص کو جو نبیؐ کی ذاتِ اقدس کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں کیوں نہ ہو اس تک پہنچنے کی کوشش کی جائے یا مجاہدین کو اس کی معلومات پہنچائی جائیں، تاکہ دفاع نبیؐ کا فریضہ ادا کرنے کے لیے ایک کاروائی، پھر دوسری کاروائی اور پھر کاروائیوں کا ایک تسلسل شروع ہو سکے تاکہ آئندہ یہ صلیب کے پجاری اور ان کے عملاء جو پاکستان سے نکل نکل کر ہالینڈ یا جرمنی جا کر چھپ رہے ہیں انہیں سمجھ آ جائے کہ اسلام اور اہلِ اسلام کی ان سرخ لکیروں کو پار کرنے کی ہمت جو بھی کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اسے اس دنیا میں کوئی ہوٹل، کوئی ریاستی پناہ، کوئی فوج اور کوئی حکومت پناہ نہ دے سکے گی۔ پس ایسوں کے دلوں میں رعب ڈالنا لازمی ہے تاکہ آئندہ ایسے حساس موضوعات پر زبان کھولنے والوں کی زبان واپس منہ میں نہ جاسکے اور انہیں دیکھ کر دیگر لبرل سیکولر عبرت پکڑیں۔ یاد رہے کہ جس طرح شیخ اسامہؒ کا وہ مشہور امر "لا تشاوروا احداً فی قتل الامریکان" مجاہدین اور غیور امتِ مسلمہ کے اذہان سے محو نہیں ہوا ویسے ہی یہ بھی اس امت مسلمہ اور اس کے دفاع میں مشغول مجاہدین کا شعار ہونا چاہیے کہ "لا تشاوروا احداً فی قتل من سبّ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم"۔ اور جو شخص اس سے عاجز ہو کہ اس ملک میں ناموس رسالت پر چلنے والی زبانیں پر ہاتھ نہ ڈال سکے اسے یہ بات سمجھنی چاہیے کہ وہ اس بات سے تو عاجز نہیں کہ گستاخان رسول کو ٹھکانے لگانے والے مجاہدین کے حق میں دعائیں کرے کہ اللہ انہیں قوت نصیب فرمائیں اور ہمت نصیب فرمائیں کہ وہ اس زمین سے پاک پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا صفایا کر سکیں۔

اے اللہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اور اے اللہ! آپ کا کلام حق ہے کہ (من عادی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب)۔ تو اے میرے پیارے اللہ آج اسلام کے نام پر قائم اس ملک میں آپ جل جلالہ کی محبوب ترین ہستی اور آپ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ آپ ان سے نمٹنے پر قادر ہیں۔ ان سے نہایت سخت انتقام لیجیے اور مجاہدین کو توفیق نصیب فرمائیے کہ وہ ان گستاخان کو تاریخ کا قصہ بنا دیں۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆☆☆

گستاخ رسول،مسلمان ہو کر بھی کافر!

مولانا یوسف عثمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُؕ قُلْ اَ بِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ o لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ (التوبۃ: ۶۵،۶۶)

”اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کہ اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو مسلمان ہو کر“۔

تفسیر در منثور اور الصارم علی المسلول میں ہے کہ یہ آیت مبارکہ اُس وقت نازل ہوئی جب غزوہ تبوک کے موقع پر بعض منافقین نے ایسی باتیں کیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت کا باعث بنی۔ تب یہ آیات اس کی مذمت میں نازل ہوئیں تھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر ہے۔

گستاخِ رسول احادیث کے آئینے میں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”فتح مکہ کے سال جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر انور پر ”خود“ (آہنی ٹوپی) پہن رکھی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اُتارا تو ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن خطل (گستاخِ رسول) کعبۃ اللہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اُسے قتل کردو“(مسلم شریف)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف (یہودی) کو کون قتل کرے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت (تکلیف) دی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اس کو قتل کردوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں۔ وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور کہا کہ اس نے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اوامر نواہی کا مکلف بنادیا ہے اور ہم سے صدقات طلب کرتے ہیں محمد بن مسلمہ نے کہا کہ کعب بن اشرف نے کہا بخدا تم اس کے بعد اس سے بھی زیادہ تنگ پڑ جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے اس کی اتباع کی ہے اور اس کا فراق پسند نہیں کرتے حتی کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا معاملہ کدھر جاتا ہے وہ بہت دیر تک اس کے ساتھ محو گفتگو کرتے رہے حتی کہ اس پر قادر ہو گئے اور اس کو قتل کردیا۔ (بخاری شریف جلد دوم، کتاب الجہاد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”بنی نجار سے ایک آدمی جو سورہ بقرہ اور سورہ ال عمران کو سیکھ رہا تھا اور کاتب وحی بھی تھا (یہ منافق بارگاہ مصطفوی میں گستاخی کا مرتکب ہوا) اور بھاگ کر اہل کتاب سے جاملا۔ انہوں نے تعجب کیا ابھی ان کے پاس اُسے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا لوگوں نے اس کے لیے قبر کھود کر اس میں دفن کردیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اُسے باہر پھینک دیا ہے اُسے پھر دفن کیا اگلے دن زمین پھر اسے باہر پھینک دیا اس سے اگلے دن پھر یہی ہوا اس پر لوگوں نے اسے ایسے ہی بے گور و کفن چھوڑ دیا“۔(مسلم شریف)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

”ایک نابینا صحابی کی ام ولد تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کیا کرتی اور بدگوئی کرتی تھی اُس کا آقا منع کرتا مگر باز نہ آتی ڈانٹ ڈپٹ کرتا تب بھی نہ کرتی۔ ایک رات اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کی اور سب و شتم کرتی رہی۔ پس صحابی رضی اللہ عنہ نے خنجر لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور دباؤ ڈال کر اسے قتل کردیا۔ چنانچہ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان سے بچہ بھی برآمد ہوا جس سے وہ خون میں لت پت ہو گئی۔ صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔ میں ایسا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی جو میرا اس پر ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ پس نابینا صحابی کھڑے ہوئے۔ لوگوں کو پھاندتے اور لرزتے ہوئے بڑھے، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا بیٹھے۔ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کا مالک تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بکواس کرتی تھی میں منع کرتا تو باز نہیں آتی تھی ڈانٹ ڈپٹ کرتا تب بھی نہ

رکتی میرے اس سے دو بیٹے ہیں موتی جیسے اور میری غم خوار تھی۔ گذشتہ رات جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے لگی اور ہجو گوئی (گستاخی) کی تو میں نے خنجر لے کر اس کے پیٹ پر رکھ دیا اور اس پر دباؤ ڈال کر اسے قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! گواہ رہنا کہ اس کا خون رائیگاں گیا۔(سنن ابو داؤد، کتاب الحدود، رقم الحدیث ۴۳۶۱ ص: ۶۱۳ مطبوعہ دارالسلام ریاض سعودی عرب)

فائدہ: سرور کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گستاخ کافر و مرتد ہو جاتا ہے گستاخ رسول ہر گز مسلمان نہیں رہتا۔ وہ اپنی کلمہ گوئی کی اہانت رسول کے باعث خود ہی نفی کر دیتا ہے وہ اسلام کے دائرے سے باہر اور ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے خواہ دیکھنے والوں کو بظاہر حافظ و قاری و حاجی، مقرر و قاضی عالم و فاضل اور مفتی و شیخ القرآن ہی کیوں نہ نظر آئے۔ اس کے تمام اعمال برباد ہیں مرتد واجب القتل ہے حکومت ایسے گندے وجود سے زمین کو پاک کر دے جیسا کہ اس حدیث شریف میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گستاخی کرنے والی عورت کے خون کو رائیگاں قرار دیا اور اس کے قتل کا کوئی بدلہ نہیں دلوایا گیا لہٰذا ثابت ہوا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔

گستاخ رسول صحابہ کرام کی نظر میں:۔

توہین رسالت اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو والی یمن حضرت مہاجر بن اُمیہ کے متعلق خبر ملی کہ وہاں (یمن میں) ایک عورت تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں اشعار گاتی تھی تو حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے اور اس کے اگلے دانت نکال دیئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے اسے یہ سزا نہ دی ہوتی تو تمہیں حکم دیتا کہ اس عورت کو قتل کر دو۔ کیونکہ انبیاء کرام کی گستاخی کی حد دوسرے لوگوں کی (گستاخی کی) حدود کے مشابہ نہیں ہوتی۔(کتاب الشفاء: ص ۲۲۲، الصارم علی المسلول: ص ۱۹۴)

توہین رسالت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

حضرت مجاہد رضی اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ یا کسی نبی کو گالی دے تو اسے قتل کر دو۔(جواہر البحار جلد سوم: ص ۲۴۰ الصارم علی المسلول: ص ۱۹۵)

توہین رسالت اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ:

امام عبد الرزاق ابن تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرے اسے قتل کر دیا جائے گا۔(مصنف عبد الرزاق جلد پنجم: ص ۳۰۶، ۳۰۷)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور توہین رسالت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے مارو (کتاب الشفاء جلد دوم: ص ۱۲۲، فتاویٰ خیریہ جلد اول: ص ۳)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور توہین رسالت:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک (عیسائی) راہب گزرا جس کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتا ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں اس سے گستاخانہ کلمات سن لیتا تو اس کی گردن اڑا دیتا۔(جواہر البحار جلد سوم: ص ۲۴۱، تفسیر مظہری جلد چہارم: ص ۱۹۱، احکام القرآن جلد سوم: ص ۸۵)

ادنیٰ سے بھی ادنیٰ ہو مسلمان تو اُس سے
برداشت نہ ہو پائے گی توہین رسالت
ناموس رسالت پر نہ ہو جو مرنے کی خواہش
بیکار ہے بیکار ہے ہر ایک عبادت

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ اور توہین رسالت:

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہود سے فرمایا کہ اگر تم نے دوبارہ بارگاہ رسالت میں "راعنا" کا لفظ بولا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔(صاوی جلد اول ص: ۷۴ تفسیر خازن جلد اول ص: ۷۲) کیونکہ اس لفظ میں توہین رسالت کا شبہ پایا جاتا ہے۔

آؤ کہ کریں آج سے ہم سب یہ تہیہ
گستاخ نبی کیفرِ کردار کو پہنچے
اُلجھے گا جو عشاق سے مٹ جائے گا آخر
آواز مری دشمن سرکار کو پہنچے

گستاخ رسول، علمائے اسلام کی نظر میں:

۱۔ امام مصنف سراج الدین ابراہیم بن نجیم حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے مرتد ہوا۔ اگر ایسا شخص توبہ بھی کر لے تو بھی اُسے قتل کر دیا

جائے گا اور قتل کو ساقط کرنے میں اس کی توبہ قبول نہ ہو گی خواہ وہ توبہ کر کے آئے یا اس کی توبہ پر شہادت موجود ہو باقی امور میں وجہ کفر کوئی اور شے بن رہی ہو تو توبہ کا مسئلہ دیگر ہے۔ اہانت رسالت میں نہیں۔ (النہر الفائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ بیروت لبنان جلد سوم: ص ۲۵۳)

۲۔ الشیخ امام زین الدین ابن نجیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ہر وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی بغض رکھے وہ مرتد ہو گا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا بدرجہ اولیٰ مرتد ہو گا لہٰذا ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ ہو گی جس کی وجہ سے قتل کو ساقط کیا جاسکے یہی اہل کوفہ (احناف) اور امام مالک کا مسلک ہے"۔ (بحر الرائق جلد پنجم: ص ۱۲۵،۱۲۶ مطبوعہ کوئٹہ)

۳۔ تفسیر مظہری میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"کوئی بھی شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالیہ میں طعن کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب یا من جملہ صفات میں سے کسی صفت میں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی بھی برائی منسوب کرنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا ہے یہ برائی خواہ صراحتاً ہو کنایتاً ہو یا اشارتاً ہو، وہ کافر ہو جائے گا اگر (مسلمان نے ایسا کیا تو مرتد کہلائے گا) یہ کافر و مرتد پر اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

۴۔ یہی قاضی صاحب مالابد کے ص: نمبر 126 پر رقمطراز ہیں:

"جو ملعون سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالیہ کی شان میں بکواس کرے یا اہانت کا مرتکب ہو یا دینی امور میں سے کسی امر کا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک میں سے کسی عضو کا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں کسی وصف کا عیب نکالے ایسا کرنے والا خواہ مسلمان تھا یا ذمی کافر یا حربی اگرچہ یہ سب کچھ اس نے مذاق میں کیا وہ واجب القتل ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہ ہو گی اس پر تمام اُمت کا اتفاق ہے"۔

۵۔ علامہ امام خیر الدین رملی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نازیبا کلمات کہتا ہے وہ مرتد ہے اور اس کا حکم مرتدین کا حکم ہے (یعنی قتل کیا جانا) اس کی توبہ اصلاً قبول نہ ہو گی نیز اس پر تمام علما کا اتفاق ہے جو ایسے شخص کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"۔ (فتاویٰ خیریہ ص: ۱۰۳ مطبوعہ بیروت لبنان)

۶۔ ابنِ تیمیہ اپنی کتاب الصارم المسلول میں لکھتے ہے:

"گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے توبہ کا مطالبہ کیے بغیر اسے قتل کیا جائے گا چاہے وہ اسلامی ملک کا رہنے والا ہو یا نہ ہو"۔

ایمان کی کسوٹی ہے محبت شہہ دین کی
رہبر ہے مسلمان کا آئین رسالت
ہر شئے سے مقدم ہمیں ناموس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے
کیسے ہو گوارا بھلا توہین رسالت

۷۔ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"قرآن و حدیث اس بات کو واجب کرتے ہیں کہ جو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا ارادہ کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرے اشارتاً یا صراحتاً اگرچہ وہ توہین معمولی سی ہی کیوں نہ ہو تو اس کو قتل کرنا واجب ہے"۔

۸۔ امام احمد ابن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جو شخص بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی شان میں گستاخی کرے وہ مسلمان ہو یا کافر، اُسے قتل کیا جائے گا میرا خیال ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔ (الصارم المسلول ص: ۲۹۶)

۹۔ امام مالک علیہ الرحمہ کا فتویٰ:

خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے۔ ہارون الرشید نے لکھا تھا کہ عراق کے علمانے شاتم رسول کو کوڑے لگانے کی سزا تجویز کی ہے آپ کا اس مسئلہ میں کیا فتویٰ ہے تو امام مالک علیہ الرحمہ نے غضب ناک ہو کر فرمایا:

"وہ اُمت زندہ کیسے رہے گی جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم (توہین رسالت) پر خاموش رہے جو کسی بھی نبی کو گالی دے اُسے قتل کیا جائے گا اور جو صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں"۔ (کتاب الشفاء جلد دوئم ص: ۲۲۳)

۱۰۔ امام ابو بکر احمد بن علی الرازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"لیث نے ایسے مسلمان کے بارے میں فرمایا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے بیشک اس (نام ونہاد مسلمان) سے نہ مناظرہ یا جائے نہ اسے مہلت دی جائے اور نہ ہی اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور اسے اسی مقام پر ہی قتل کیا جائے (یعنی فوراً قتل کر دیا جائے) اور یہی حکم توہین رسالت کرنے والے یہودی و نصرانی کا ہے"۔

۱۱۔علامہ امام ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"محیط میں ہے کہ بعض مشائخ کے نزدیک اگر کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شعر (بال) مبارک کو توہین کی نیت سے شعیر کہا تو وہ کافر ہو جائے گا اور بعض مشائخ کے نزدیک اگرچہ توہین کی نیت نہ بھی ہو تب بھی قائل کافر ہو جائے گا۔(رسائل ابن عابدین شامی ص: ۳۲۶ مطبوعہ لاہور)

۱۲۔امام قرطبی علیہ الرحمہ تفسیر قرطبی میں لکھتے ہیں:

"اکثر علما نے فرمایا کہ ذمی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا کسی بھی طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کم کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا"۔(تفسیر قرطبی جلد ۸ ص:۸۳)

۱۳۔فقیہ قاضی خان کہتے ہیں:

"کسی شے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگانے والا ہو جائے گا۔اسی طرح بعض علما نے فرمایا اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کو شعر کی بجائے شعیر (بصیغہ تقصیر) کہے تو وہ کافر ہو جائے گا اور ابو حفص الکبیر سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کرتا ہے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا"۔(فتاویٰ قاضی خان جلد چہارم ص:۸۸۳)

اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم لولاک پیمبر
بیٹھی ہے دو عالم پہ تری دھاک پیمبر
ہم پایہ تری عزت و ناموس کے کب ہے
یہ عظمت دین، رفعتِ افلاک پیمبر

۱۴۔حضرت علامہ امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"جو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کے قتل کرنے پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے"۔(شرح شفاء شریف جلد چہارم ص:۴۸۵)

توہین رسالت کی سزا قتل ہے واجب
جو اس میں کرے شک وہ مسلمان نہیں ہے
جس میں نہ ہو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر مرمٹنے کا جذبہ
اس شخص کا کامل ابھی ایمان نہیں ہے

۱۵۔امام محمد ابن سحنون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید ہے پوری اُمت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے"۔(نسیم الریاض جلد چہارم ص:۳۳۸)

۱۶۔امام ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا بدرجہ اولی مرتد ہو گا پھر ہمارے نزدیک اسے بطور حد (سزا) قتل کیا جائے۔(فتح القدیر جلد سوم ص:۴۰۷)

۱۷۔عثمان بن کنانہؒ سے مبسوط مروی ہے:

مسلمانوں میں سے جو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے (نازیبا الفاظ استعمال کرے) اسے قتل کیا جائے گا یا زندہ سولی پر لٹکایا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔(کتاب الشفاء جلد دوئم ص:۲۱۶)

۱۸۔امام ابو بکر احمد بن علی جصاص علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اس مسئلہ میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں کہ جس شخص نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہو، وہ مرتد ہے اور مستحق قتل ہے"۔(احکام القرآن جلد ۳ ص:۱۰۶)

اپنا تو عقیدہ ہے یہی روز ازل سے
گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مسلمان نہیں ہے
ناموس رسالت سے نہیں جس کو سروکار
بدبخت ہے وہ صاحب ایمان نہیں ہے

☆☆☆☆☆

علاج اس کا بھی کچھ غمِ جاناں ہے کہ نہیں!

مولانا حافظ ناصر مصطفیٰ حفظہ اللہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد!

سب قسم کی تعریفیں اللہ ربّ العزت کے لیے ہیں۔ درود وسلام ہو ہمارے جانوں سے عزیز تر خاتم النبیین نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے دینِ متین کی بالادستی اور اپنی امت کی دنیوی واخروی کامیابی کے لیے پاؤں کی سُوجن سے دندانِ مبارک تک شہید کروائے۔ کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اصحابِ رسول (رضی اللہ عنہم) کی ارواح پر جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت فرماجانے کے بعد معاشرے میں پھیلنے والے تمام تر فتنوں کی سرکوبی کے لیے جہاد و قتال کا مبارک راستہ اختیار فرمایا۔ اللہ پاک راضی ہو جائے بعد میں آنے والے فقہائے عظام سے جنہوں نے احوالِ عالَم کا حقیقی ادراک کرتے ہوئے ایک ایک حادثہ وواقعہ کا شرعی حکم متعین کرنے میں کسی قسم کے جبر واکراہ کی قطعی پروا نہیں فرمائی۔

''فتنۂ قادیانیت'' کا پس منظر اور پیش منظر:

برِّ صغیر کی آج سے لے کر پچھلے دو صدیوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو مسلمانانِ برِّ صغیر کہیں تو بلاواسطہ کفر والحاد کے زیرِ تسلط ہیں، کہیں بالواسطہ مقامی طاغوتی آلہ کار جرنیلوں اور حکمرانوں کے ظلم وجبر میں زندگی کی سانسیں لے رہے ہیں۔ اس نفاقی وکفری بالادستی میں اسلامی اقدار کو معاشرے سے کلی مٹا کر اس کی جگہ مغربی وانگلستانی اقدار کو فروغ دینے میں ان شیطانی ٹولوں نے ہر ہر سطح پر اسلامی تعلیمات سے بے زار لبرل وسیکولر طبقوں کی سرپرستی کر رکھی ہے۔ آج اگر کوئی مسلمان کسی بھی معاملہ میں' چاہے وہ تعلیم وتعلم کا میدان ہو، چاہے وہ معاشرت ومعاملات کا میدان ہو' حقیقی دین کی بالادستی کی کسی بھی سطح پر کوشش کرے تو اس کو حکومتِ وقت کی جانب سے شدید پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس برِّ صغیر میں بسنے والی جتنی بھی اقلیات ہیں، اگر وہ اپنے مذہب کے تقاضوں اور تہواروں کو کسی بھی سطح پر منانا چاہیں تو ان کو یہ شیطانی ٹولہ تمام تر مراعات اور پروٹوکولز سے نوازتے نہیں تھکتا۔

یہ تو منظر نامے کے ایک رُخ کی تصویر کشی ہے، جس سے تمام اہلیانِ دین عوام وخواص متفق ہیں۔ منظر نامے کا دوسرا رُخ کچھ اس طرح ہے کہ برِّ صغیر میں ہمارے حکمران اور جرنیل اور ان کے آقاؤں کی سرپرستی میں دینی مسلّمات اور شعائرِ دین کی تضحیک وتوہین کے لیے بھی باقاعدہ تنظیمات تشکیل دی گئیں، جن میں سرِ فہرست 'فتنۂ قادیانیت' ہے۔ مسلمانانِ ہند کے مابین یہ فتنہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزی سامراج کی باقاعدہ سرپرستی میں پھیلایا گیا۔ اس فتنہ کا بانی کون ہے اور تاحال یہ فتنہ کن لوگوں کے ہاتھوں پھیل رہا ہے؟ اس فتنہ کے تاسیسی مقاصد کیا تھے یا ہیں؟ اس فتنہ نے اپنے تاسیسی مقاصد کے حصول کے لیے کن کن دینی مسلّمات کا سہارا لے کر معاشرہ میں ارتداد کو فروغ دیا؟ ان سوالات کا مختصر مگر انتہائی جامع جواب 'امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے خادمِ خاص مرزا جانبازؒ کی تصنیف ''مسیلمہ کذاب سے دجالِ قادیان تک'' میں کافی وشافی ملے گا۔

بانی فتنۂ قادیانیت، مرزا غلام احمد قادیانی ملعون ہمارے معاشرے میں مدعیٔ نبوت کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ ملعون دینی مسلمہ حقیقت 'ختمِ نبوت' کا منکر ہو کر گستاخِ رسول بھی کہلایا جاتا ہے۔ اس ملعون مدعیٔ نبوت نے اپنی جاہلی و دجالی تعلیمات کی ترویج بھرپور طور پر کی، جس کے نتیجہ میں مسلم معاشرے کے اندر ارتداد کا کینسر نما مرض کثرت سے پھیلتا چلا گیا۔ اس متعدی وائرس نے تقسیم ہند سے پہلے اور بعد برِّ صغیر سمیت پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ انگریز نے ہندوستان پر قابض ہونے کے بعد حکومتی اور عوامی سطح پر کچھ فتنوں کی کامل افادیت محسوس کرتے ہوئے اُن کو پاک وہند کی تقسیم کے بعد بھی بعینہٖ جاری وساری رکھا۔ مثلاً انگریزوں نے برِّ صغیر میں 'رائل انڈین آرمی' کے نام سے ایک افرادی عسکری قوت تیار کی، جنہوں نے فلسطین تک انگریزی ایما پر مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جو بالآخر قیامِ اسرائیل کا سبب بنا۔ یہود ونصاریٰ نے بھانپ لیا کہ ان کا مشکل ترین ہدف یعنی قیامِ اسرائیل اسی آرمی کی افرادی قوت سے ممکن بنا... تو کیوں نہ مستقبل میں ان سے داعیانِ دین سے نمٹنے کے لیے کام لیا جائے؟ چنانچہ تقسیم ہند کے بعد اس کرائے کے قاتلین ٹولے کو اپنی اصل صورت میں برقرار رکھا۔ بس 'رائل انڈین آرمی' ایک طرف انڈین افواج تو دوسری جانب پاکستانی افواج میں تبدیل ہوگئی۔ آج بھی جہاں دینِ متین کی حقیقی بالادستی قائم ہوئی اُس کو کچلنے یا جہاد وقتال کے ذریعے دین کی حقیقی بالادستی چاہنے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے ان دونوں ممالک کی یہ افواج ہر دم اپنے آقا امریکہ کے حکم کی منتظر رہتی ہے۔

اسی طرح 'فتنۂ قادیانیت' کا فائدہ آج تک مغربی قوتوں کو ملا ہے کہ جہاد وقتال کو دلائل کی دنیا میں عوام کے اذہان میں مشکوک کر دیا جائے۔ یوں دونوں فتنوں 'رائل انڈین آرمی' اور 'فتنۂ قادیانیت' کا مقصد انگریزی نظام کی بالادستی رہا ہے۔ فتنۂ قادیانیت اور رائل انڈین آرمی کا تاسیسی مقصد ہی جہاد وقتال کی عبادت کو مشکوک بنا کر مسلمانوں کو انگریز سامراج کے خلاف مزاحمت سے روکنا اور ان گوروں کی غلامی کو دوام دینا ہے۔ اس لیے آج قادیانیوں کا افواجِ پاکستان میں بآسانی بھرتی ہونا اور اہم حکومتی عہدوں پر فائز ہونا کوئی قابلِ تعجب بات نہیں ہے۔

''فتنۂ قادیانیت'' یا ''گستاخیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کا حقیقی حل:

''مسیلمہ کذاب سے دجالِ قادیان تک'' کے مصنف مجلس احرار کے مجاہد کبیر مرزا جانبازؒ نے اپنی اسی تصنیف میں فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کا حقیقی حل بتلاتے ہوئے فرمایا:

> ''اسلام کا یہ بنیادی مسئلہ تھا جسے علمائے دین بااحسن طریق سمجھ سکتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ

بَعْدِی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تائید میں خالق کائنات نے فرمایا؛مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اس شرعی حجت کے بعد علما کا یہ حق تھا کہ اول تو دجالِ قادیان اسی سلوک کا حق دار تھا جو سلوک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے کیا تھا... لیکن اُلٹا یہ دجالِ قادیان سے اس کے نبی ہونے کی دلیلیں مانگنے لگے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہؒ نے صاف طور پر کہا کہ **"کسی مدعی نبوت سے اس کے سچا ہونے کی دلیل مانگنا بھی عقیدۂ ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے"۔**

مرتد اور اس کی سزا کے عنوان سے مرزا جانبازؒ فرماتے ہیں:

"دجالِ قادیان مرزا غلام احمد مدعی نبوت ہونے کے باعث شرعی اعتبار سے مرتد ہو چکا تھا لہٰذا شریعت نے مرتد کی کیا سزا مقرر کی، اس پر مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے رسالہ "الشہاب" میں لکھتے ہیں کہ "یوں تو قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جو مرتد کے قتل پر دلالت کرتی ہیں لیکن ایک واقعہ جماعت مرتدین کے بحکم خدا قتل کیے جانے کا ایسی تصریح اور ایضاح کے ساتھ قرآن میں مذکور ہے کہ خدا سے ڈرنے والوں کے لیے اس میں تاویل کی ذرا گنجائش نہیں۔ نہ وہ محاربہ ہے، نہ قطع طریق، نہ کوئی دوسرا جُرم۔ صرف ارتداد اور تنہا ارتداد ہی وہ جرم ہے جس پر حق تعالیٰ نے اُن کے بے دریغ قتل کا حکم دیا ہے۔"

مرزا جانبازؒ کی تصنیف کا اقتباس ختم ہوا۔

"امت کے پہلے لوگوں کا راستہ اپنائے بغیر یہ امت ہر گز فلاح و کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتی":

فتنۂ قادیانیت اور حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی سرکوبی میں دو باتوں کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے:

1. دورِ جدید کے جدید اسلوب میں کی جانے والی گستاخی سے امت کو دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں آگاہی دینا۔

- ہمارے معاشرے میں سیکولر اور لبرل طبقہ' دین کی مسلّم تعبیرات کو عقل کے پیرائے میں ڈھال کر اسلاف کی قدیم تشریحات کو یکسر ٹھکرا دیتا ہے۔ دینِ متین کی وہ تعبیر و تشریح جو چودہ صدیوں سے تواتر کے ساتھ منقول چلی آرہی ہے، اُس کو یہ کہہ کر پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے کہ یہ مولویوں اور ملاؤں کا اپنا بنایا ہوا دین ہے۔ ایک سیکولر بد دین آدمی نے یہاں تک کہہ دیا کہ "میں قرآن کو مانتا ہوں، کون قرآن کی تعلیمات کا منکر ہو سکتا ہے؟ لیکن قرآن کی وہ تفسیر جو علما بیان کرتے ہیں، اُس کو قطعی نہیں مانوں گا"۔ جدید عقل پرست طبقہ کی من گھڑت دینی تشریحات اور ائمہ و فقہائے عظام کی مقبول تعبیرات سے متصادم خیالات کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے کے بعد ان کی دجالیت کو امتِ مسلمہ پر واضح کرنا یقیناً علمائے دین کا مذہبی فریضہ ہے۔ الحمدللہ ہر دور میں امت کے علمائے کرام نے اس فریضہ کو بخوبی انجام دیا ہے۔ دورِ حاضر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا مرتکب یہ لادین اور سیکولر طبقہ بھی ہے۔ پوری دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکوں کا شائع کرنا اور سوشل میڈیا پر حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جملہ بازی ان بدبختوں کا معمول بن چکا ہے۔ اس صورتِ حال میں جہاں علمائے کرام اور دینی طبقات کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کے کفریہ اقوال و افعال کا شرعی جائزہ لیں، وہیں ان سب کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ ایسے گستاخوں کی مکمل نشان دہی بھی کی جائے اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار عوامی طبقات میں یہ شعور اُجاگر کیا جائے کہ ان گستاخوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا شرعی راستہ کیا ہے۔ عوام کو یہ بتلایا جائے کہ مظاہروں، جلسے اور جلوسوں جیسے غیر منتج جمہوری جاہلی راستوں کو چھوڑ کر صحابیِ رسول محمد بن مسلمہؓ، غازی علم الدین شہیدؒ، عامر چیمہ شہیدؒ، فرانس میں چارلی ایبڈو پر حملہ آور شہدا کواشی برادرانؒ اور ممتاز قادری شہیدؒ کے مبارک راستہ کو مشعلِ راہ بنائیں۔ عوامی مجالس اور منبر و محراب میں ان شہدائے عظام کے عمل کی تحسین کی جائے۔ علمائے کرام اور مذہبی و دینی شخصیات اپنی تقاریر و تحاریر میں امت کو بتلائیں کہ گستاخِ رسول کو قتل کرنا ہی حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل ضامن ہے۔ عوام و خواص کو اس بات کی تحریض دِلانا انتہائی ضروری ہے کہ ان گستاخوں کے تعاقب میں چاہے جتنا بھی جانی و مالی نقصان اُٹھانا پڑے، اُس کی بالکل پروا نہ کریں کیونکہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر بسنے والی سب سے افضل ترین جماعت سیکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدعیٔ نبوت اور گستاخِ رسول مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر کے تعاقب میں اپنی مبارک جانیں رب تعالیٰ کے حضور پیش کر کے شہادت کی نعمتِ عظمیٰ پائی۔ ان مبارک ہستیوں کو مکمل استحضار تھا کہ جس معاشرے میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت محفوظ نہیں، اُس معاشرے میں چند فانی

مادی منافع کے حصول کی خاطر زندگی گزارنا کسی غیرت مند مسلمان کی شایانِ شان نہیں ہے۔

2. گستاخی کے مرتکب مرزائی یا سیکولر و لبرل طبقہ کو کعب بن اشرف اور مسیلمہ کذاب کی طرح انجام تک پہنچانا ہی حقیقی راستہ ہے۔

- ڈیڑھ صدی بیتنے کو ہے، فتنۂ قادیانیت دنیا میں اپنی جڑیں آج تک مضبوط کیے ہوئے ہے۔ سادہ لوح مسلم عوام ان کی دجالی تعبیرات اور مادی منافع کے جھانسے میں آکر اپنی قیمتی متاعِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ علما نے اُس طریق کو چھوڑ دیا جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے اپنایا تھا۔ مذہبی تنظیمات کے رہنماؤں نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے مسیلمہ کے خلاف طریقِ جہاد کو چھوڑ کر مناظروں کی مجالس اور کانفرنسوں پر زور رکھا۔ مرزا جانبازؒ کے مذکورہ اقتباس کی تائید امام مالکؒ کے مشہور قول ''امت کے پہلے لوگوں کا راستہ اپنائے بغیر یہ امت ہر گز فلاح و کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی' سے بھی ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کے تناظر میں اُٹھنے والے سوالات

- کن اقوال وافعال کی بنا پر گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم لاگو ہوگا؟
- گستاخی کے مرتکب شخص مسلم و غیر مسلم کی شرعی سزا کیا ہوگی؟
- آیا گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا حق صرف موجودہ زمانہ کی غالب غاصب حکومتوں کو ہے؟
- مسلمانوں میں سے کوئی مسلمان غیرتِ ایمانی کی وجہ سے انفرادی طور پر کسی گستاخ کا قتل کردے تو دیگر عوام وخواص کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟
- پاکستان کے ''آئین و قانون'' میں مرزائیت کو کافر قرار دینے کو مسلم امہ کی حقیقی فتح سمجھنا درست ہے؟
- علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرزائیت کو کفر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ دینا درست ہے؟
- علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرازائیت کو کفر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ دینا موجودہ غالب جاہلی جمہوری نظام کو مضبوط کرنے کے مترادف ہوگا یا نہیں؟

ان سوالات کا تاریخی و شرعی جواب ملاحظہ ہو۔

کن اقوال وافعال کی بنا پر گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم لاگو ہوگا؟

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا یا برا کہنا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، نسب اور دین میں صراحتاً یا اشارتاً عیب اور نقص نکالنا۔
- مذاق اڑانے کے انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز سے مشابہت بیان کرنا۔
- کسی بھی انداز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے لعنت کے الفاظ بولنا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بد دعا کرنا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نقصان پہنچے کی تمنا کرنا۔
- قابلِ مذمت باتوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا اور خسیس قسم کی باتیں کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا۔
- دین کے راستے میں جو تکالیف اور آزمائشیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائیں، ان کے سبب عار دلانا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جائز بشری عوارض کو بنیاد بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کرنا۔ (نعوذ باللہ من ذلك)

گستاخی کے مرتکب شخص مسلم و غیر مسلم کی شرعی سزا کیا ہوگی؟

نبیٔ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کے مرتکب کی شرعی سزا میں امت کے تمام مکاتبِ فکر کا الحمد للہ اتفاق ہے کہ ایسے شخص کا حکم اُس کو قتل کردینا ہے بالخصوص جب وہ بار بار گستاخی کا مرتکب ہو، اِس پر مُصر ہو اور یہ گستاخی اُس کا مقصدِ زندگی بن چکا ہو۔

مزید تفصیل جاننے کے لیے امت کے قدیم و متاخرین فقہائے کرام کی عبارات اور علمائے حق کے فتاویٰ کی مراجعت کی جاسکتی ہے۔ کراچی کی معروف دینی درس گاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے دارالافتاء سے جاری کردہ فتویٰ بعنوان ''اسلام میں شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا'' انتہائی قابلِ ذکر ہے۔ یہ مفصل فتویٰ' مدرسہ ہذا کے ''فتاویٰ بینات'' میں موجود ہے۔

مستفتی نے ملعون سلمان رشدی کی بابت تفصیلی سوال ارسال کیا، جس کے ایک ایک جزیے کا جواب مفتیانِ کرام کی طرف سے قرآن و سنت کے نصوص، فقہائے اربعہ اور دیگر فقہاءؒ کے اقوال کی روشنی میں دیا گیا۔ فتویٰ کے شروع میں ایک فقہی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

> ''عام اہلِ علم کا مذہب ہے کہ جو آدمی خواہ مسلمان ہو یا کافر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے اس کا قتل واجب ہے۔ ابن منذرؒ نے فرمایا کہ

عام اہلِ علم کا اجماع ہے کہ جو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے، اس کی حد قتل کرنا ہے"۔

اسی طرح علمائے اہلِ حدیث کے معروف انٹرنیٹ فورم "محدث فورم" پر اس حوالے سے تفصیلی تحریر "گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا اور اس کا انجام" کے نام سے موجود ہے، جس میں بہت ہی خوب صورت انداز میں احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل کیا گیا ہے۔ تحریر کی ابتدا یہاں سے ہے کہ

"قرآنی نصوص، احادیث مبارکہ، عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، فتاویٰ ائمہ اور اجماع امت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا قتل ہے اس کی معافی کو قبول نہ کیا جائے۔ لہٰذا مسلم ممالک کے حکمرانوں کو چاہیے کہ ان کے اس منافقانہ طرزِ عمل سے متاثر ہونے کی بجائے ایک غیور مسلمان کا موقف اختیار کریں"۔

آیا گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا حق صرف موجودہ زمانہ کی غالب غاصب حکومتوں کو ہے یا کوئی مسلمان انفرادی طور پر اُس کو قتل کر سکتا ہے؟

اس سوال کے جواب کو سمجھنے کا انحصار دورِ حاضر کی غالب وغاصب حکومتوں کی شرعی حیثیت جاننے پر ہے۔ منقسم برِّصغیر یعنی پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں سے دو ممالک بھارت و بنگلہ دیش کی حکومتوں کا حکم شرعی نصوص اور حالاتِ حاضرہ کے تبصروں کی روشنی میں بالکل واضح ہے۔ جب کہ پاکستانی حکومت کا شرعی حکم سمجھنے میں یہاں کے مسلمانوں کو تھوڑی دشواری ہوتی ہے کیونکہ پاکستان کے بعض اہلِ علم حضرات بھی اس کو "اسلامی ریاست" باور کرواتے ہیں۔ تاریخی و شرعی تناظر میں بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ ایک غیر اسلامی مغربی جمہوریت کی علم بردار حکومت ہے، جس کے عملی نفاذ کی بقا کی خاطر قیامِ پاکستان سے آج تک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نفاذ کے خواہاں علما اور عوام کو قتل کرنا ان کا بہترین مشغلہ و کاروبار ہے۔ یہ مسئلہ اُس بات سے مزید واضح ہو جاتا ہے جو جماعتِ اسلامی کے سابق امیر سیّد منور حسن صاحب نے اپنے ایک بیان میں فرمائی:

"لوگ کہتے ہیں کہ ریاست کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں ہوتا... جس ریاست کے خلاف خود جہاد فرض ہو گیا ہو، اُس سے اجازت لینے کا کیا مطلب؟"

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ پاکستان میں عائلی قوانین کی منظوری کے بعد اِس کے دارالحرب ہونے کے متعلق سوچنا ہوگا۔ پاکستانی حکومت نے سود جیسے قطعی حرام کے پیش کردہ بل کو باقاعدہ مسترد کر دیا۔ ۹/۱۱ کے مبارک حملوں کے بعد امریکہ پوری طاقت کے ساتھ ایک ایسی ریاست (امارتِ اسلامیہ) پر حملہ آور ہوا، جس کے دارالاسلام ہونے پر عرب و عجم کے علمائے کرام اور شیوخ کا اتفاق تھا۔ خلافتِ عثمانیہ اور برِّصغیر میں ۱۸۵۷ء سے پہلے قائم شرعی نظام کے سقوط کے بعد امت کو دو مرتبہ حقیقی شرعی اسلامی نظام میسر ہوا، ایک مرتبہ امام المسلمین سید احمد شہیدؒ کے زمانۂ جہاد میں سرحد کے بیش تر علاقوں میں یہ شرعی نظام قائم ہوا، دوسری مرتبہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہدؒ کی قیادت میں پڑوسی ملک افغانستان میں نظامِ شریعت کی ٹھنڈی چھاؤں میسر ہوئی۔ سید احمد شہیدؒ کے قائم کردہ نظامِ شریعت کو اُس وقت کے داخلی دشمن 'سکھوں' نے تاراج کیا۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان میں قائم شرعی نظام پر امریکہ سات سمندر پار کر کے حملہ آور ہوا، جس کا فرنٹ لائن اتحادی نظام پاکستان بنا۔ دنیا جانتی ہے کہ امریکہ کے لیے پاکستان کی لاجسٹک سپورٹ کے بغیر امارتِ اسلامیہ کا سقوط بہت مشکل تھا۔ اس موقع پر نہایت اہم سوال نے جنم لیا کہ "کفر و اسلام کے عین معرکہ کے وقت اگر کوئی مسلمان اہلِ کفر کی مکمل حمایت کرے تو آیا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گا یا نہیں؟"۔ علمائے کرام اور اسلاف کی کتب کی مراجعت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان اپنی اس مذموم حرکت سے دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

بچپن سے تعلیمی مکاتب سے لے کر منبر و محراب تک یہ سننے کو ملا کہ محمد بن قاسمؒ ایک عظیم مجاہد ہوا ہے، جو ایک اسیر خاتون کی صدا پر راجہ داہر کے خلاف سندھ پر حملہ آور ہوا۔ اسلامی تاریخ میں اس مردِ مجاہد کا یہ عظیم کارنامہ آج تک ثبت ہے۔ جہاں محمد بن قاسمؒ کا نام آجائے تو فوراً یہ ذہن میں آتا ہے کہ راجہ داہر ایک مسلم خاتون کو قید کرنے کی بنا پر سفاک و ظالم بنا۔

آج اسی سندھ میں غاصب حکومت و فوج، حکومتِ پاکستان و افواجِ پاکستان نے ہماری قوم کی عفت مآب والدہ، بہن اور بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو سرِ عام اغوا کر کے امریکی جابر حکومت کے حوالے کر دیا۔ راجہ داہر کی حکومت اور حکومتِ پاکستان کا جرم تو ایک ہی ہوا، تو پھر "سب سے پہلے پاکستان" کیوں؟ اس کے علاوہ بہت سی اس قوم کی مائیں اور بہنیں اپنے شوہروں سمیت لاپتہ ہیں۔ پاکستانی افواج اور یہاں کے حساس اداروں کی اندھیری کال کوٹھریوں میں اسیری کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ ان داہری جرائم کے بعد آج کا محمد بن قاسم "دہشت گرد" اور کل کا محمد بن قاسم اسلام کا ہیرو؟ مگر کیوں؟ ان تمام تر کفری جرائم کے ارتکاب کے بعد بھی پاکستان 'اسلامی ریاست' کیسے ہو سکتی ہے؟ یقیناً ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی سامراج کے قبضہ کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا تاریخی فتویٰ کہ "انگریز کے مکمل قابض ہونے کے بعد ہندوستان دارالحرب بن چکا ہے" ۱۹۴۷ء کے بعد کسی صورت غیر مؤثر نہیں ہوا ہے۔

اب ہم اصل بات کی جانب توجہ کرتے ہیں "آیا گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا حق صرف موجودہ زمانہ کی غالب غاصب

حکومتوں کو ہے"؟ یہ حق تو فقط اسلامی حکومت کو بھی نہیں کہ ان کے ماتحت رہنے والا مسلمان کسی گستاخ کو قتل نہیں کر سکتا۔

اس کی مثال احادیث کی کتب میں ایک نابینا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جنہوں نے اپنی گستاخ لونڈی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر قتل کر دیا تھا۔البتہ اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ وہ ایسے گستاخوں کا قلع قمع کرے، ان کو قتل کرکے جہنم رسید کرے۔ لیکن غیر اسلامی اور کفریہ سلطنت کو یہ حق دینا مضحکہ خیز بات ہے۔ پاکستان نے گستاخ سلمان تاثیر کو کھلم کھلا گھومنے کی اجازت دے رکھی تھی جیسا کہ برطانیہ میں سلمان رشدی گھومتا ہے بلکہ پاکستان نے تو سلمان تاثیر کو نہایت اہم حکومتی عہدے پر بھی فائز کیا تھا۔ اس کے برخلاف گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاتل مجاہدِ کبیر ممتاز قادری شہیدؒ کو کئی سال پسِ دیوارِ زنداں رکھا اور عدالت کے ذریعے پھانسی تک دے ڈالی۔

یہاں علمائے کرام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ مستفتی کے اس سوال کی تصحیح کریں کہ "ایک بدبخت شقی ازلی شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دینے والی اور اس کی پشت پناہی کرنے والی حکومت کے ساتھ دوستی یا کسی قسم کے تعلقات قائم رکھنا جائز ہے یا حرام؟" بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر جو حکومت ایسے گستاخوں کو بظاہر گرفتار کرے، پھر بحفاظت ان کو دیگر ممالک کے حوالے کر دے تو ایسی حکومت کا شرعی حکم کیا ہے؟

اس مختصر سی تفصیل کے بعد سوال ہذا کا جواب یہی ہے کہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عام مسلمان شہری بھی قتل کر سکتا ہے۔ چنانچہ پہلے ذکر کردہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فتویٰ میں مستفتی نے ملعون سلمان رشدی کے متعلق خاص استفتاء طلب کیا تو مفتیانِ کرام نے جواب دیا کہ

> "تمام اسلامی حکومتوں کے لیے ضروری ہے کہ اگر کافر، مرتد، زندیق سلمان رشدی ان کی حکومت کے ماتحت ہے تو فوری طور پر قتل کر کے اسے جہنم رسید کریں۔ اگر ان کی حکومت میں نہیں لیکن سفارتی تعلقات کے ذریعہ اس پر دباؤ ڈالنا کسی بھی طریقہ سے ممکن ہے تو اس پر دباؤ ڈال اس کو قتل کر دینا ضروری ہے ورنہ ایک بدبخت شقی ازلی اور شاتم رسول کو پناہ دینے والے یا اس کی پشت پناہی کرنے والے ملک سے تعلق اور دوستی رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:
>
> يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ
>
> "اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو"۔

آگے اسی فتویٰ میں مذکور ہے کہ

> "اور اگر حکومت اس امر عظیم کو انجام دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ طاقتِ بشری کے مطابق کوشش کر کے اللہ کی زمین کو شاتم رسول سے پاک و صاف کر دے کیونکہ یہ اظہارِ دینِ خداوندی کی تکمیل اور اعلائے کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے، جب تک زمین سے شاتم رسول کو ختم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک مکمل دین اللہ کے لیے نہیں ہوتا ہے جو اللہ نے دیا ہے۔
>
> وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ
>
> "اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ کا ہو جائے"۔
>
> اسی لیے صفحہ گیتی میں تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا تھا اس کو قتل کر دیا جاتا تھا جیسا کہ کعب بن اشرف، یہودیہ عورت اور قبیلہ خطمہ کی عورت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی وجہ سے اور اسلام کی مخالفت میں سرگرم عمل رہنے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا"۔

مسلمانوں میں سے کوئی مسلمان غیرتِ ایمانی کی وجہ سے انفرادی طور پر کسی گستاخ کا قتل کر دے تو دیگر عوام وخواص کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟

یہ سوال نہایت اہم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مدعیانِ نبوت یا گستاخِ رسول کو شرعی حد کے مطابق قتل کیا گیا تو ہمیشہ دو رویے اور دو متضاد تعامل منظرِ عام پر آئے۔ یہاں ان دو رویوں اور متضاد تعامل کو واقعات کے تناظر میں دل کی روحانی آنکھوں سے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی نازک مسئلہ ہے۔ اس کے بعد خیر القرون کی افضل ترین ہستیوں کے رویہ بھی ذکر ہو گا تاکہ رویوں کے اس اختلاف کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش نظر رہے کہ

> وتفترق أمتي ثلاثًا وَسبعين فرقة كلهم في النَّار إِلَّا وَاحِدَة فَقيل يَا رَسُول الله من النَّاجِية فَقَالَ مَا أَنا عَلَيْهِ وأصحابي
>
> "میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، سوائے ایک فرقہ و جماعت کے تمام لوگ جہنم میں ہوں گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ فرقہ ناجیہ کون سا ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس (راستہ) پر مَیں اور میرے اصحاب ہیں"۔

یقیناً ان دو رویوں اور متضاد تعامل میں سے وہ رویہ اور تعامل کا راستہ ناجی ہو گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ستاروں کے مانند اصحاب رضی اللہ عنہم کا رویہ و تعامل ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی بابت مسلم امہ کے خواص علما اور نام نہاد رہنماؤں کا رویہ و تعامل

- جب ممتاز قادری شہیدؒ نے سلمان تاثیر کو قتل کیا تو میڈیا پر لادین طبقہ نے شدید شور کیا اور بھرپور مذمت کی۔ دورِ جدید کا یہ صحافی طبقہ 'اسلام دشمنوں کے مظالم کی منظر کشی نہ الفاظ میں کرتا ہے، نہ ہی ان کے جدید کیمروں کی آنکھ ان کو محفوظ کرپاتی ہے۔ مغربی دنیا جانتی ہے کہ جب فرانس کے چارلی ایبڈو نے اپنے ملک کے صدر کی بیوی کے ایک سیکنڈل پر مزاحیہ خاکے شائع کیے تو اس مزاحیہ رسالہ چارلی ایبڈو پر پابندی عائد کر دی گئی، لیکن یہی رسالہ دوبارہ بحال ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاحیہ خاکے شائع کر دیے...اللہ پاک 'کواشی برادران شہیدؒ کی ارواح کو درجاتِ بلند عطا فرمائے کہ اُنہوں نے اس رسالہ کی ادارایاتی ٹیم کو واصلِ جہنم کیا تو پورا فرانس گورنمنٹ سمیت سڑکوں پر اظہارِ یکجہتی کو نکل آیا۔ یہ دو متضاد رویے اور تعامل "کھرا سچ" نامی پروگرام تک کو بھی دکھائی نہیں دیے۔ پوری دنیا کا میڈیا منظر نامے کی تصویر کشی یک طرفہ ہی کرتا ہے۔ یہاں بھی سلمان تاثیر کے اس شنیع فعل پر کوئی گفتگو نہ گئی کہ شرعاً ایسا آدمی مباح الدم اور واجب القتل ہے۔ اگر کوئی مسلمان انفرادی طور پر قتل کر دے تو وہ قابلِ مواخذہ نہیں ہے۔
- ازلی نااہل سابق وزیر اعظم نواز شریف نے لاہور میں قادیانیوں کے مراکز پر حملوں کے بعد پوری قوم کے سامنے کہا کہ "قادیانی ہمارے بھائی ہیں"۔ فقہی جزئیہ واضح ہے کہ "جو اس (گستاخ رسول) کے کفر میں شک کرتا ہے وہ بھی کافر ہے"۔
- ممتاز قادری شہیدؒ کے مبارک فعل (گستاخِ رسول کا قتل) پر باقاعدہ عدالتوں میں کیس چلایا گیا۔ یہ کیس مختلف مراحل سے گزرا، جس کی مختصر تفصیل وکی پیڈیا پر دیکھی جا سکتی ہے۔ پاکستانی عدالتوں کے جج صاحبان کے ریمارکس پر گہری نظر ڈالیں کہ کس بے باکی سے شریعتِ اسلامی کے ایک محکم حکم پر لب کشائیاں کی گئیں۔ کیس کے بالکل آخری مرحلے میں فوجداری قانون کی دفعہ ۳۰۲ کے تحت اِن کی سزا کو برقرار رکھتے ہوئے بالائی عدالت سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ نے اپنے ریمارکس میں کہا تھا کہ "توہینِ مذہب کے مرتکب کسی شخص کو اگر لوگ ذاتی حیثیت میں سزائیں دینا شروع کر دیں تو اس سے معاشرے میں انتشار پیدا ہو سکتا ہے"۔ یہ کس قدر دجالی تعبیر ہے! اللہ کے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس و عزت سے کھیلا جا رہا ہو، یہ باعثِ انتشار نہیں... اگر کوئی صفحۂ ہستی کو گستاخ سے پاک کر دے تو باعثِ انتشار؟ انا للہ وانا الیہ راجعون!
- ابھی چند ایام پہلے حکومتی ایوانوں میں اراکین پارلیمان کے حلف نامہ میں ختم نبوت کی عبارت میں تبدیلی ببانگِ دہل کی گئی اور اس کفریہ فعل میں نام نہاد اسلامی جمہوریت کی علم بردار اور خود کو برِّ صغیر کے علمائے حق کی طرف منسوب کرنے والی ایک مذہبی سیاسی جماعت بھی ملوث ہو گئی، ہمارے اسلاف نے بالکل صحیح لکھا کہ حکمرانوں کی قربت کا ایک نتیجہ ان کے ناجائز و حرام افعال کی تائید کی صورت میں نکلتا ہے!
- مزید ڈھٹائی کا ثبوت دیتے ہوئے وزیرِ قانون پنجاب رانا ثناء اللہ نے جھوٹے مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کی مکمل حمایت کرتے ہوئے کہا کہ "احمدی خود کو اقلیت ماننے کو تیار نہیں، ختم نبوت کے معاملے پر ان کا ہم سے معمولی اختلاف ہے اور قادیانی بھی مسلمان ہیں"۔ رانا ثناء اللہ کا حکم اس فقہی جزئیہ "جو اس (گستاخ رسول) کے کفر میں شک کرتا ہے وہ بھی کافر ہے" کے مطابق بالکل واضح ہو گا۔
- قادیانیت نواز پاکستانی آرمی نے اپنی پیدائش ہی سے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے پاکستان میں سڑکوں پر قتل عام کیا، تاریخی صفحات ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ آگے آنے والے عنوان "عوام الناس کا رویہ و تعامل" کے تحت اس امریکی غلام فوج کے کارنامے عوام ہی کی زبانی پڑھیے۔
- لاہور میں گڑھی شاہو اور ماڈل ٹاؤن میں قادیانیوں کے مراکز پر حملے ہوئے تو حکمرانوں سمیت کچھ حکومت نواز علما اور دینی تنظیموں کی شخصیات نے شدید برہمی کا اظہار کیا، انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک عالمِ دین نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہمارے خلاف یہ ایک منظم سازش ہے۔
- کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر مذمت کی کہ چونکہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جاچکا ہے لہٰذا اب وہ ذمی ہیں۔ حالانکہ زندیق کو ذمی جیسے حقوق دینا، واضح علمی جہالت ہے۔ بعض علم کا بوجھ لادنے والوں نے کہا کہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم قادیانیوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ العیاذ باللہ!
- فرانس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کرنے والے بدنامِ زمانہ رسالہ چارلی ایبڈو کی ادارایاتی ٹیم کو جب کواشی برادران شہیدؒ نے قتل کیا تو فرانس کی حکومت نے چارلی ایبڈو سے اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے ملک گیر ریلی نکالی، جس میں نام نہاد اسلامی ملک ترکی کے صدر طیب اردگان نے بھی نپولین کی اولاد اور آئمۃ الصلیب کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر شرکت کرتے ہوئے "ہم سب چارلی ہیں" کے نعرے لگائے اور اظہارِ یکجہتی کیا۔
- قیامِ پاکستان کے متصل ہی ایک طرف فتنۂ قادیانیت کے زنادقہ معاشرے میں اپنے باطل نظریات پھیلانے میں سرگرم ہوئے تو دوسری جانب حکومتِ

پاکستان کے شعبۂ آرمی اور دیگر حکمران طبقے نے قادیانیت مخالف تحریکوں کے کارکنوں پر مستقل مظالم ڈھانا شروع کر دیے۔ اس صورتِ حال میں پاکستان کے نامور علمائے کرام نے اپنی کوششوں کا رُخ پارلیمنٹ کی جانب پھیر دیا کہ کسی طرح ان کو پارلیمنٹ کے ذریعے کافر قرار دیا جائے۔ علمائے امت کا یہ رویہ وتعامل شرعی تناظر میں تسامح کا شکار ہوگیا۔ اس لیے کہ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خاص رفیق کار مرزا جانبازؒ کا یہ تحریری جملہ دوبارہ پڑھ لیں:

"اسلام کا یہ بنیادی مسئلہ تھا جسے علمائے دین باحسن طریق سمجھ سکتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا؛ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تائید میں خالق کائنات نے فرمایا؛ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اس شرعی حجت کے بعد علما کا یہ حق تھا کہ اول تو دجالِ قادیان اسی سلوک کا حق دار تھا جو سلوک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے کیا تھا... لیکن اُلٹا یہ دجالِ قادیان سے اس کے نبی ہونے کی دلیلیں مانگنے لگے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہؒ نے صاف طور پر کہا کہ "کسی مدعی نبوت سے اس کے سچا ہونے کی دلیل مانگنا بھی عقیدہ ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے"۔

پارلیمنٹ میں دینی مسلّمات کی قانون سازی کروانا شرعاً وعقلاً بہر صورت درست نہیں ہے۔ شرعاً اس لیے کہ محکم دین کے احکامات کو پارلیمنٹ سے منظور کروانے کی سعی کرنا ایسا ہے جیسے گویا وحی کے نزول کے بعد رئیسانِ مکہ کے بنائے گئے دارالندوۃ میں جبرائیل امین علیہ السلام کے لائے گئے احکامات کو منظوری کے لیے پیش کیا جائے، تمام مشرکین اراکین مکہ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و بعثت کا مسئلہ پیش ہو، مکہ کے رہائشی مسلمان اور کفار اس پر مباحثہ کریں کہ آیا "محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے پیامبر ہیں یا نہیں؟"

کیا آج کے غیرت مند مسلمان کے خواب وخیال میں یہ منظر تصور میں آسکتا ہے؟ یقیناً ایسا تصور کرنا ہی ناممکن ہے چہ جائیکہ یہ حقیقت کا روپ دھارلے۔ بالکل اسی طرح دورِ جدید کے دارالندوۃ یعنی 'پارلیمنٹ' میں قادیانیوں کو کافر قرار دلوانے کے واسطے بل منظوری کے لیے پیش کرنا ہے۔ کتنی مضحکہ خیز اور قابلِ تعجب بات ہے کہ پارلیمنٹ میں دین سے نابلد اور انگریزی غلامی کے دلدادہ اور علمائے حق کے قتل کے مرتکب اشخاص کا نااہل ٹولہ موجود ہو، اُن کے سامنے گستاخِ رسول اور حرمتِ رسول کے حقیقی پاسبان کھڑے ہوں اور ایک محکم اور قطعی حکم کے متعلق یہ بحث ہو رہی ہو کہ "مرزا غلام احمد نبی ہے یا نہیں؟"

انبیائے کرام کے وارثین کا کام تو یہ تھا کہ ان ظالموں کے رُوبرو اسی طرح کلمہ حق سے گویا ہوتے جس طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وقت کے ظالم تاتاری کو اس کے دربار میں جاکر للکارا اور کلمہ حق کہا یہاں تک کہ اس کی رانوں پر ہاتھ مار مار کر اُس کو جھنجھوڑا۔ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں امتِ مسلمہ کے خواص کا یہ انتہائی افسوس ناک رویہ دیکھنے کو ملا، جو تاریخ کا بدترین سیاہ باب ہوگا۔ ان رویوں کو دیکھ کر، سن کر اور پڑھ کر آخر مسلم عوام کیوں نہ ظالم حکمرانوں کی فریب کاریوں کا شکار ہو جاتی ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ ہمارے معاشرے کی مذہبی اور دینی شخصیات کا نبوی رویہ و تعامل کو چھوڑ دینا ہے۔

معاشرے میں موجود امت کے علمائے کرام اور دینی شخصیات کو چاہیے کہ وہ عوام الناس کو بتلائیں کہ اس وقت حکومتِ پاکستان کی ستر سالہ تاریخ کا مطالعہ کریں جس میں انہوں نے دین دشمنی میں تمام حدیں پار کردیں۔ بالخصوص فتنۂ قادیانیت کے حوالے سے واقعات کا جائزہ لیں تو ان مدعیانِ نبوت کے خلاف عوامی ردِ عمل پر یہاں کی افواج، عدالتوں اور حکومتی کارندوں نے ایک مرتبہ نہیں کئی بار عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل عام کیا، انھیں گرفتار کرکے لاپتہ کی فہرست میں ڈال دیا اور بہت سوں کو جیلوں سے نکال کر جعلی پولیس اور رینجر مقابلوں میں بے دردی سے شہید کردیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

ہمارے فقہائے کرام نے احادیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ جو اپنی گستاخی پر اصرار کرے تو اس کی توبہ بھی قابلِ قبول نہیں، اسے بہر صورت قتل کیا جائے گا۔ اس حکم کی عملی تنفیذ کے بجائے ہمارے علمائے کرام نے امت کو پارلیمنٹ کے عیاروں کی قدم بوسی کا راستہ دکھلایا۔ حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس داری کا معاملہ ہو یا دین کے دیگر شعبہ جات کی عملی تنفیذ کا مسئلہ، ان کے عملی نفاذ کا راستہ پارلیمنٹ، عدالتوں اور ایوانوں میں بیٹھے بدکار، خائن اور دین دشمنوں کے سامنے بھیک مانگنا اور معذرت خواہانہ لہجہ اپنانا ہرگز نہیں! کیا اللہ پاک نے اپنی حجت تمام نہیں کردی کہ ممتاز قادری شہیدؒ کو پھانسی دینے کے بعد "پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو کافر قرار دیا جانا" رسالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلا مذاق ہے؟

کل تک ان کے آباؤاجداد قراردادِ مقاصد میں ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرچکے ہیں کہ "حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے"۔ سن ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے کافر ہونے کا قانون پاس کیا گیا... اس سے پہلے سن ۱۹۵۳ء میں پاکستانی افواج نے حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالوں کا بے دریغ قتل عام کیا، یعنی قانون میں گستاخ رسول کی سزائے موت کی شق بننے سے پہلے اور بعد کوئی قتل ہوا تو گستاخِ رسول کے قاتلین یا حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاہد! اس کے برعکس جن کے لیے قانون بنا وہ بحفاظت اپنے تبلیغی کارنامے اور جدوجہد معاشرے میں کھلم کھلا بیان کر رہے ہیں۔ تو پھر یہ قانون جمہوری دجل و فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ فیا للعجب! اس کی مثال انتہائی معذرت کے ساتھ "پارلیمنٹ میں شرعی مسلمات کی قانون سازی کروانا بیت الخلاء کی دیواروں پر قرآنی آیات اور مقدس دینی تعبیرات لکھنے کے مترادف ہے"۔

(جاری ہے)

علاج اس کا بھی کچھ غمِ جاناں ہے کہ نہیں!

مولانا حافظ ناصر مصطفیٰ حفظہ اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی بابت مسلم امہ کے عوام لناس کا رویہ و تعامل

جب کہ اس کے بالکل برعکس ہمیشہ کی طرح عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار عوام الناس کا رویہ قابلِ دید رہا ہے۔ جی ہاں! عامر چیمہ شہیدؒ اور ممتاز قادری شہیدؒ کے جنازوں میں شریک عوام کا ٹھاٹیں مار تا سمندر اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ خود ان دونوں شہدا کا محمد بن مسلمہؓ کی پیروی میں گستاخوں کو قتل کرنا عوامی رویے کی بہترین عکاسی ہے۔

- عامر چیمہ شہیدؒ کی والدہ محترمہ کہتی ہیں کہ " میرا شیر جیسا بیٹا اعلیٰ ڈگری لینے جرمنی گیا تھا اور وہاں ایسی اعلیٰ ڈگری لے کر آیا کہ اس سے بڑی کوئی ڈگری نہیں۔ اگر میرا کوئی اور بیٹا ہوتا تو میں اسے بھی اسی راستہ میں بھیجتی۔ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی شہادت قبول فرمائے"۔ یہاں عامر چیمہ شہیدؒ کی والدہ محترمہ کے جملوں کو اپنے دلوں میں نقش کر لیجیے اور اپنے بچوں کو اس جملہ کی لوری دیا کریں۔
- ملک ممتاز حسین قادری شہیدؒ کی ممتاز شخصیت سے کون واقف نہیں؟ یہ پاکستان کی پنجاب پولیس کے کمانڈو یونٹ ایلٹ فورس کے ایک سپاہی تھے۔ انہوں نے ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو سلمان تاثیر کے توہینِ رسالت کرنے پر اسلام آباد کے علاقے ایف سِکس کی کوہسار مارکیٹ میں واصلِ جہنم کر دیا۔ دین دشمن اور عوام دشمن شعبہ پولیس کے یہ ایک عام آدمی تھے لیکن عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خونی شریانوں میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی طرح دوڑ رہا تھا ۔ان کا یہ تعامل اور رویہ ہمیشہ کے لیے مسلم امہ کو پیغام دے گیا کہ اکیسویں صدی کے "فور جی اور فائیو جی" کے زمانہ میں گستاخِ رسول کو قتل کرنے کا فریضہ انجام دینا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کا ضامن ہے! جلسے، جلوسوں اور پارلیمنٹ میں دینی مسلّمات کی دُہائی دینے کے رویہ و تعامل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا قلع قمع کرنا غیر شرعی اور غیر منتج راستہ ہے۔ دوسرا پیغام اپنے ہم شعبہ پولیس کے جوانوں کو بھی دے گئے کہ چند روپوں اور بے حقیقت عہدوں کے لیے افسران کے آرڈر کے سامنے اپنے ایمان کا سودا مت کریں کیونکہ فرعون اکیلا نہیں، اُس کا لشکر بھی ساتھ غرق ہوا تھا۔
- پاکستانی آرمی کے جرنیلوں کا عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظلم و ستم کا رویہ اپنانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ تقسیم ہند سے آج تک ستر سالوں میں یہ فوج اَن گنت مظالم ڈھا چکی ہے۔ افواجِ پاکستان کی جانب سے قتل و غارت گری اور قید و بند کی صعوبتوں کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کا دوسرا فرعون صفت سپوت یہاں کے حساس ادارے ہیں۔ آج پاکستان کے باسی عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لاکھوں کی تعداد میں اپنے گھروں سے لاپتہ ہیں اور ان درندہ صفت حساس اداروں بالخصوص آئی ایس آئی کی اندھیری کال کوٹھریوں میں بے بسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ختم نبوت کی ویب سائٹ پر مجاہدین ختم نبوت کی قربانیوں پر مستقل ایک مضمون نظر سے گزرا، جس میں بیسیوں واقعات ایسے لکھے ہیں کہ قادیانیت نواز اور غاصب انگریز کی پیداوار پاکستانی افواج کے ہاتھوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ہزار عاشق 'تحریک ختم نبوت کے دوران میں قتل و غارت گری کا شکار ہوئے۔

ایک نہایت ایمان افروز واقعہ ملاحظہ ہو "ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمہ اللہ راوی ہیں: ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران بطور ڈاکٹر میری تعیناتی میو ہسپتال میں تھی۔ ہم چند دوست ہسپتال کی چھت پر کھڑے تھے۔ اچانک دیکھتے ہیں نسبت روڈ چوک کی جانب سے ختم نبوت کے پروانوں کا ایک جلوس بڑھتا ہوا آرہا ہے، جسے روکنے کے لیے فوج نے ہسپتال کے گیٹ کے آگے ریڈ لائن لگا دی اور انتباہ کر دیا کہ جو بھی اسے پار کرے گا، اسے گولی مار دی جائے گی۔ یہ ایک ایسا انتباہ اور ایسی وارننگ تھی، جسے عاشقانِ مصطفیٰ کی پوری تاریخ میں تنکے سی اہمیت بھی حاصل نہ رہی، یہاں بھی یہی ہوا، جلوس نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے ترانے بلند کرتا ہوا اسی آن سے آگے بڑھتا رہا۔ ریڈ لائن پر اک لمحے کو رُکا۔ دوسرے ہی لمحے چشم فلک نے دیکھا کہ غلامیٔ رسول پر ناز کرنے والا ایک خوبرو نوجوان آگے بڑھا، اس نے اپنا سینہ کھولا اور نعرہ لگایا ختم نبوت زندہ باد اور سرخ لائن کراس کر گیا۔ دوسری طرف قادیانیت نواز کی بندوق سے گولی نکلی اور سرخ سرحد عبور کرنے والا نوجوان، عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر میں اتنا تیز نکلا کہ ایک ہی جست میں زندگی کی سرحد عبور کر کے قدم بوسیِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روانہ ہو گیا۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ اسی رفتار سے دوسرا جوان آگے بڑھا، اس نے بھی گریبان چاک کیا اور پوری قوت سے نعرہ زن ہوا، ختم نبوت زندہ باد، ظلم و تشدد کی روایت کے مطابق اُدھر سے گولی

آئی اور عشق و محبت کی تاریخ کا اک اور صفحہ رنگین کرتے ہوئے گزر گئی،وہ نوجوان لڑکھڑایا اور لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ لیے راہیٔ فردوسِ بریں ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ تیسرا نوجوان آگے بڑھتا، ہم چھت سے نیچے آ چکے تھے اور ادھر خبر ملی کہ ان دونوں جوانوں کے لاشے بھی ہسپتال پہنچ چکے ہیں۔ دورانِ زیارت معلوم ہوا کہ دونوں جوان سگے بھائی تھے۔

- ختم نبوت کی ویب سائٹ پر ”تحریک ختم نبوت......قدم بہ قدم“ کے عنوان سے ایک مفصل مضمون موجود ہے، جس میں مسلم عوام کی قربانیوں کے بہت سے واقعات لکھے گئے ہیں۔ ان ایمان افروز واقعات کو پڑھ کر حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی پاس داروں کا تعامل اور رویہ واضح ہوتا ہے۔ دوسری طرف قوم کے نام نہاد محافظ پاکستانی آرمی کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بظاہر جو مصلح بنے پھرتے ہیں وہی اصل راہزن ہیں۔ اس واقعہ میں آپ کے سامنے دورِ حاضر میں کیے گئے مختلف ناموں سے فوجی آپریشنز کی قلعی بھی کھلے گی کہ آج کے فوجی آپریشنز اور فوجی عدالتیں اس آرمی کی نئی پالیسی نہیں، بلکہ یہ ان کی پُرانی روش چلی آ رہی ہے کہ اہلِ دین، شرعی نظام کا عملی نفاذ چاہنے والے مجاہدینِ امت کو قتل کرنا، نوجوانانِ توحید کو قید و بند کی صعوبتوں میں دوچار کر کے اُن کو گھروں سے برسوں لاپتہ رکھنا، فوجی عدالتوں میں من گھڑت مقدمات بنا کر سزائے موت دینا اور شہادت کی متلاشی پاک روحوں کو جعلی پولیس مقابلوں میں شہید کر کے ان کی مسخ شدہ لاشوں کو سرد خانوں یا سڑکوں پر پھینک دینا ہی ان کے تاسیسی مقاصد میں سے ہے جو یہ قیامِ پاکستان سے آج تک کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ایک واقعہ اسی مضمون ختم نبوت کی ویب سائٹ سے کہ

- ”چودھری نذیر احمد صاحب بھائی پھیرو میں کریانہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ ۱۹۵۳ء کا واقعہ انہی کی زبانی سنیے! میری شادی کے چند ماہ بعد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شروع ہوئی۔ تحریک میں بھرپور حصہ لینے کے لیے ننکانہ صاحب سے لاہور، مسجد وزیر خان چلا گیا۔ یہاں روزانہ جلسہ ہوتا اور جلوس نکلتے۔ ایک جنرل سرفراز ’جو غالباً اس وقت لاہور کا کور کمانڈر تھا‘ کے کہنے پر مسجد کی بجلی اور پانی کا کنکشن کاٹ دیا گیا۔ اسی پر مسجد میں ایک احتجاجی جلسہ ہوا، پھر جلوس نکلا۔ میں اس جلوس میں شامل تھا۔ فوج نے ہمیں گرفتار کر لیا۔ چند احباب کے ہمراہ سرسری سماعت کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ میرا نمبر آخر میں تھا۔ میری باری پر قادیانی میجر جنرل حیاء الدین نے کہا معافی مانگ لو آئندہ تحریک میں حصہ نہیں لو گے تو ابھی بری کر دوں گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے میجر کو کہا کہ آپ کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا مسئلہ ہو اور ایک امتی کی شفاعت کا ذریعہ ہو اور پھر وہ معافی مانگ لے؟ میجر نے کہا کہ سامنے لائن میں چلے جاؤ۔ آدھا گھنٹہ اچھی طرح سوچ لو۔ میں لائن میں بیٹھ گیا۔ پھر پیش کیا گیا تو میجر نے کہا کہ معافی مانگ لو۔ میں نے مسکراتے ہوئے میجر کو جواب دیا کہ شاید آپ کو اس مسئلہ کا علم نہیں، آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ اس مسئلہ میں معافی کیا ہوتی ہے؟ اس پر میجر حیاء الدین نے غصہ کی حالت میں میرے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کیا اور آٹھ ماہ قید بامشقت اور ۵۰۰ روپے جرمانہ کا حکم دیا، جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا۔ میرے نامہ اعمال میں میری بخشش کے لیے یہی ایک نیکی کافی ہے“۔

- ایک اور واقعہ پاکستانی پولیس کے جرائم پر بھی پڑھیے! عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت واہ کینٹ کے حضرت مولانا عبد القیوم مدظلہ نے اپنے علاقہ کا ایک ایمان پرور واقعہ سنایا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں واہ کینٹ میں ایک جلوس نکلا۔ پولیس نے جلوس کے کئی شرکا کو گرفتار کر لیا۔ ان میں ایک سات سالہ بچہ بھی تھا۔ مقامی ڈی ایس پی نے اس بچے کو مرغا بنا کر پوچھا: ”بتاؤ تمہیں پیٹھ پر کتنے جوتے ماروں“۔ بچے نے بڑی ایمانی جرأت اور معصومیت سے جواب دیا ”اتنے جوتے مارو جتنے تم قیامت کے دن کھا سکتے ہو“۔ اتنا سننا تھا کہ ڈی ایس پی مارے خوف سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس بچے کو سینہ سے لگایا، پیار کیا، گھر لے گیا، کھانا کھلایا، رقم دی، پاؤں پکڑ کر معافی مانگی اور فوراً گھر چھوڑنے گیا۔

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا گستاخِ رسول کی بابت رویہ و تعامل

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ

عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ،أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا، فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،وَتَشْتُمُهُ،فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا،وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا،فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ،فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ:«أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ»،فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى

النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ،أَنَاصَاحِبُهَا،كَانَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا، فَلَا تَنْزَجِرُ، وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّاكَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ،فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا،وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا،فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ»

ایک نابینا حضرت کی ام ولد باندی تھی جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتی تھی، یہ نابینا اس کو روکتے تھے مگر وہ نہ رکتی تھی۔ یہ اسے ڈانٹتے تھے مگر وہ نہیں مانتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ایک رات پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں اور گالیاں دینا شروع کیں تو اس نابینا صحابی نے ہتھیار (خنجر) لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا اور اس پر اپنا وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا۔ عورت کی ٹانگوں کے درمیان بچہ نکل پڑا جو وہاں تھا خون آلود ہوا۔ جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا، پھر فرمایا کہ اُس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے کیا جو کچھ کیا۔ میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے تو نابینا کھڑا ہوا، لوگوں کو پھلانگتا ہوا اس حالت میں آگے بڑھا کہ وہ کانپ رہا تھا۔ حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہوں اسے قتل کرنے والا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتی تھی۔ میں اسے روکتا تھا وہ نہ رکتی تھی۔ میں دھمکاتا تھا وہ باز نہیں آتی تھی۔ اس سے موتیوں کی مانند میرے دو بچے ہیں اور وہ مجھ مہربان بھی تھی۔ لیکن آج رات جب اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینی اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اسے قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! گواہ رہو اس کا خون بے بدلہ (معاف) ہے“۔ (سنن أبي داود، كتاب الحدود ،بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،«أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ، فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا»

ایک یہودیہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکتی تھی اور ان کی شان میں نازیبا کلمات کہتی تھی۔ ایک شخص نے اس گستاخ خاتون کا گلہ گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو ناقابلِ سزا قرار دیا۔ (سنن أبي داؤد،كتاب الحدود ،بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ»،فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ:«نَعَمْ»

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا، اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں مجھ کو یہ پسند ہے۔ (صحيح البخاري ، كتاب المغازی ،بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ)

- **گستاخِ رسول مسیلمہ کذاب کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا رویہ:**

خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت سنبھالی تو آپ دو عظیم فتنے مدعیانِ نبوت اور منکرین زکوۃ کے خلاف علَم بغاوت بلند کر رہے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبرؓ اگر اس دورِ پُر آشوب میں کسی مصلحت کا شکار ہو جاتے تو اسلام کا نظام اور اس کی افادیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو کر رہ جاتی۔

چنانچہ دورِ صدیقیؓ میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف باقاعدہ اعلانِ جہاد کیا گیا۔ میدانِ جہاد میں سیکڑوں صحابہ جامِ شہادت نوش کر گئے اس گستاخِ رسول کو قتل کر کے ہی سکون کا سانس لیا۔ سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشیؓ نے 'جو بعد ازاں مسلمان ہو چکے تھے' مسیلمہ کو ایسا نیزہ مارا کہ واصلِ جہنم ہوا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بڑے فخر کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ

"میں حالتِ کفر میں ایک مقدس ترین ہستی کو جامِ شہادت پلا کر جہنم کے طبقہ اسفل کا مستحق ہو چکا تھا لیکن اس منعم لایزال کا شکر و احسان ہے، جس نے دینِ اسلام کا ربقۂ سعادت میری گردن میں ڈالا اور تائید الٰہی نے ایک بدترین انسان کو میرے ہاتھ سے قتل کرا کے کسی حد تک میرے جرم کی تلافی کرا دی"۔(ماخوذ از مسیلمہ کذاب سے دجال قادیان تک)

امیر المؤمنین کا فرمان کہ تمام بالغ، مسیلمہ بجرمِ ارتداد قتل کیے جائیں:

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سلامۃ بن وقش کے ہاتھ حضرت خالد بن ولیدؓ کے نام ایک فرمان بھیجا جس میں لکھا تھا کہ اگر خدائے عزیز و برتر مرتدین پر فتحیاب کرے تو بنی حنیفہ میں سے جس قدر افراد بالغ ہو چکے ہیں، وہ سب بجرمِ ارتداد قتل کیے جائیں اور عورتیں اور کم سن لڑکے حراست میں لے لیے جائیں۔(ماخوذ از مسیلمہ کذاب سے دجال قادیان تک)

پاکستان کے "آئین و قانون" میں مرزائیت کو کافر قرار دینے کو مسلم امہ کی حقیقی فتح سمجھنا درست ہے؟

پاکستان کے عوام الناس سب ہی جانتے ہیں کہ "۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے ۱۳ دن کی طویل بحث کے بعد قادیانیوں کا موقف سننے کے بعد متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا کہ بجائے جمہوریت کی بنیاد پر اکثریتی رائے سے کوئی فیصلہ ہوتا، یہاں فریق کو بلا کر اس کا موقف سنا گیا اور پھر اس کی روشنی میں پارلیمنٹ نے متفقہ فیصلہ کیا۔ قادیانیوں نے اس متفقہ ترمیم کو تسلیم نہیں کیا اور اپنی اسلام مخالف سرگرمیوں کو جاری رکھا۔

اس کے نتیجہ میں پھر ۱۹۸۴ء کو شعائرِ اسلام کی توہین سے روکنے کے لیے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔ جس کی وجہ سے تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸بی اور ۲۹۸سی کا اضافہ ہوا۔ اس قانون کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتا، شعائرِ اسلام استعمال نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کو بطور اسلام پیش کر سکتا ہے"۔ پارلیمنٹ سے یہ فیصلہ صادر کروانے میں پاکستان کے علمائے کرام اور تمام دینی شخصیات نے بھرپور حصہ لیا۔ اس وقت پاکستان کے علما و طلبا سمیت تمام مذہبی و سیاسی تنظیمات 'پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلہ کو فتنۂ قادیانیت یا گستاخِ رسول کے خلاف امت مسلمہ کی حقیقی فتح گردانتے ہیں۔ چند دنوں قبل سڑکوں پر باقاعدہ بینرز بھی آویزاں کیے گئے اور پاکستانی کی عوام کو اس فتح کی یاد دہانی کروائی گئی۔

سرمایہ دارانہ نظام کے جبری تسلط کے نتیجہ میں امت میں یہ رویہ عام ہو جانا کہ دینی مسلّمات کو بھی پارلیمنٹ میں لے جا کر یہ بحث کرنا کہ قرآن و سنت کا یہ قانون قابلِ نفاذ ہے یا نہیں، کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ پاکستان کے "آئین و قانون" میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کو امتِ مسلمہ کی حقیقی فتح سمجھنا فقہی، تاریخی اور واقعاتی لحاظ سے بالکل درست نہیں ہے۔ کیونکہ

- جمہوریت کے نظام سے متعارف اہلِ علم لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ موجودہ جمہوری نظام کی پارلیمنٹ کی اسلام میں کیا حقیقت ہے۔ قادیانیوں کو آئین و قانون کی رُو سے کافر قرار دیا جانا جمہوری جاہلی نظام کا دجل و فریب ہے۔ وہ اس طرح کہ قادیانیت کا شرعی حکم زندیق کا ہے۔ اسلام میں کافر، مرتد اور زندیق 'تینوں کے احکامات فقہی اعتبار سے جدا جدا ہیں۔ جب کہ پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلہ میں ان کو کافر قرار دے کر ذمی جیسے حقوق دیے گئے ہیں۔ حالانکہ زنادقہ کو ذمیوں والے حقوق کسی صورت نہیں دیے جا سکتے!
- فتنۂ قادیانیت 'قیامِ پاکستان سے سالوں پہلے برِّ صغیر میں انگریزوں کی سرپرستی کے اندر وجود میں آ چکا تھا۔ علمائے برِّ صغیر نے مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کا شرعی حکم متفقہ طور پر طے کر دیا تھا کہ یہ شخص مدعی نبوت ہونے کے سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کا مرتکب ہو چکا تھا۔ رسالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بنیادی عقائد اور دینی مسلّمات میں سے ہے۔ برِّ صغیر پاک و ہند کے مسلم عوام اس فتنہ سے بخوبی آگاہ ہو چکی تھی۔ اس سب کے باوجود جب یہ مسئلہ ختم نبوت 'پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ میں لے جایا گیا تو وہاں مکمل بحث و مباحثہ میں اِن مدعیانِ نبوت سے اُن کے نظریات کے سچا ہونے کے متعلق دلائل طلب کیے گئے۔ حالانکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر فرمایا کہ **کسی مدعی نبوت سے اس کے سچا ہونے کی دلیل مانگنا بھی عقیدہ ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے۔**
- اسلام میں مسلمانوں کو دیے گئے اجتماعی احکامات کی عملی تنفیذ "امر تعبدی" ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم حدود اللہ کا نفاذ، اس پر عمل اللہ پاک کی عبادت اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر رب تعالیٰ کی بندگی پر لانے کی غرض سے کرتے ہیں۔ جب کہ جمہوری جاہلی نظام میں انسانوں کے اجتماعی امور کے متعلق آئین و قانون سازی انسانوں کو انسان کا غلام بنانے اور

کفریہ نظام کی بالادستی کو مدنظر رکھ کر کی جاتی ہے، اس میں خداوند کریم و عزیز کی عبادت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ منتخب پارلیمنٹ کا قادیانیوں کو کافر قرار دینا بطور عبادت نہیں بلکہ اپنے تئیں مذہبی انتشار پر کنٹرول کرنے کی غرض سے اپنے انگریز آباؤ اجداد کی پیروی میں گستاخِ رسول کو تحفظ دینا ہے۔

- فتنۂ قادیانیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے متعلق اصل بات یہ نہیں کہ عوام الناس کو اس فتنہ کی بابت شناسائی دِلا کر ان کے زندیق ہونے کو منتخب پارلیمنٹ کے ذریعے منوایا جائے۔ قادیانی توہینِ رسالت کے سبب زندیق ہو چکے ہیں، یہ شریعت کا ایک محکم و قطعی فیصلہ ہے، زندیق ہونے کی وجہ سے شریعت کا حکم ہے کہ ایسا آدمی مباح الدم اور واجب القتل ہے۔ اب یہاں ان کو قتل کرنا ہی قاضی، حاکم اور مسلم عوام کی اصل ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کے وجود سے صفحہ ہستی کو پاک کیا جائے۔ گو کہ منتخب پارلیمنٹ نے ان کے جرم کی سزا 'سزائے موت رکھی ہے، لیکن کیا آج تک حکومتِ پاکستان نے اپنے اس قانون پر عمل درآمد کیا ہے؟ دیکھا جائے تو جنہوں نے شریعت کے اس حکم پر عمل کیا اُلٹا اُنہی کو تختہ دار پر لٹکایا گیا، غازی علم الدین سے لے کر عامر چیمہ شہیدؒ اور ممتاز قادری شہیدؒ تک تمام پاسبانِ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان غاصب حکومتوں نے قتل کر کے عوام کے سامنے عبرت کا نشان بنانے کی ناکام کوشش کی۔ حتیٰ کہ اسی نظامِ پاکستان نے دشمنانِ رسول اور گستاخانِ رسول کو اپنی تحویل میں لے کر حفاظتی مقامات میں منتقل کیا۔ اس وقت بھی گستاخ آسیہ بی بی سمیت 'اسّی (۸۰) کے قریب گستاخ پاکستانی حکومت کی تحویل میں ہیں۔ اس سال کے شروع میں پاکستان کے اندر گستاخ بلاگرز کا مسئلہ اُٹھا تو ان کو مکمل حفاظتی انتظامات میں باہر کے ممالک بھیج دیا گیا کیونکہ یہ حکامِ وقت بخوبی جانتے ہیں کہ مسلم عوام کے دلوں میں ابھی انتقامِ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ نقش ہے۔
- افواجِ پاکستان، یہاں کے تمام خفیہ ادارے اور حکامِ وقت نے نام نہاد دہشت گردی کی روک تھام کے لیے "نیشنل ایکشن پلان" کے نام سے ایک قانون مرتب کیا۔ اس قانون پر عمل درآمد کرتے ہوئے ملک کے اندر موجود جہاد و قتال سے محبت کرنے والے عوام الناس کو نشانہ بنایا گیا، کچھ کو "سی ٹی ڈی" کے اہل کاروں نے فوج اور دیگر حساس اداروں کے کہنے پر بدترین تشدد کا نشانہ بنا کر جعلی مقابلوں میں قتل کیا، کچھ پر من گھڑت دہشت گردی کے مقدمات بنا کر انسدادِ دہشت گردی کی عدالت میں سالوں کی سزائیں سنائیں اور کچھ تاحال ملٹری انٹیلی جنس اور آئی ایس آئی کی جیلوں میں لاپتہ افراد کی حیثیت سے جبری تشدد کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ مختصراً اس قانون پر عمل درآمد کے لیے ملک کی تمام مشینری حرکت میں ہے۔ دوسری جانب ۱۹۷۴ء میں فتنہ قادیانیت کے خلاف بنائے گئے قانون پر کتنا عمل درآمد ہوا؟ قیامِ پاکستان سے آج تک ختم نبوت کے منکرین کا بجائے قلع قمع کرنے کے اُن کو ہر طرح کا تحفظ دیا گیا۔ ممتاز قادری شہیدؒ کو پھانسی پوری قوم کے سامنے دی گئی۔ پاکستانی گورنمنٹ کے اس تعامل کو سہہ کر بھی پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلہ کو امت کی حقیقی فتح سمجھنا کہاں کا انصاف ہے؟ پاکستانی حکومت کے دو جرائم 'علمائے کرام اور دین پسند عوام کا قتلِ عام اور منکرین ختم نبوت و شاتم رسول کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرنا' بالکل واضح کرتا ہے کہ اس غاصب حکومت نے بظاہر قادنیوں کو کافر قرار دے کر امت مسلمہ کے ساتھ دھوکہ و فریب کیا ہے۔ اس قانون کی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں جو انگریزوں نے برِّ صغیر پر براہِ راست تسلط کے وقت یہاں کے مذہبی معاملات پر کنٹرول کے لیے قانون سازیاں کی تھیں۔ حقیقتاً اس حکومت اور قادیانیوں کے درمیان ایک چیز مشترک ہے، وہ یہ کہ قادیانیوں نے امت مسلمہ کے متواتر اور محکم حکمِ جہاد کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر کے فریضۂ جہاد کو معطل کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے جب کہ حکومتِ پاکستان نے عملاً جہاد و قتال کرنے والوں کا قتلِ عام کیا۔ دونوں کا مقصد انگریزی مغربی جمہوری نظام کو معاشرے میں مضبوط کرنا ہے۔

علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرزائیت کو کافر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ دینا درست ہے؟

اس سوال کی بنیادی وجہ حالیہ ممبران پارلیمان کے حلف نامہ میں تبدیلی کے بعد میڈیا یعنی اخبارات اور سوشل پلیٹ فارم پر ختم نبوت کے موضوع پر گرما گرم بحثیں ہوئیں۔ معاشرے کے علمائے کرام اور مذہبی طبقات کی جانب سے اس بات پر شدید زور دیا گیا کہ پاکستان کے آئین و قانون میں ان کو کافر قرار دیا ہے لہٰذا حکومت کی جانب سے ایسی حرکات کرنا خود آئین شکنی کرنے کے مترادف ہے۔ قادیانیوں کے کفر پر شرعی نصوص کا حوالہ، علمائے امت کے فتاویٰ جات کا تذکرہ اور ان کے تاریخی جرائم پر تبصرہ بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر دیکھنے کو ملا۔

ہماری اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ پر ہر شے قربان کی گئی۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد سے واپسی پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جب مدینہ واپس لوٹے تو ان کے والد حضرت عمر بن خطابؓ نے ناراضی کا اظہار فرماتے اپنے ان بیٹے کو کہا کہ ”تمہارے چچا زید بن خطابؓ شہید ہوگئے، تم کیوں شہید نہیں ہوئے؟ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیتے فرمایا کہ ”ابا جان! میں نے اور چچا دونوں نے شہادت کی دعا کی تھی، میرے چچا مستجاب الدعوات نکلے اور وہ شہید ہوگئے“۔

حب الدنیا و کراھیت الموت کے نتیجہ میں مذہبی طبقات میں یہ بیماری عام ہوتی چلی جارہی ہے کہ کسی بھی دینی معاملہ میں سب سے پہلے اپنی ذات اور جماعتوں کے بقا کے بارے سوچا جاتا ہے۔ اسی کے بارے میں مشاورت کی مجالس و محافل قائم کی جاتی ہیں۔ امت مسلمہ کی تمام صلاحیات 'جماعتی و شخصی بقا و وجود پر کھپادی جاتی ہیں۔ یہی وجہ بنی کہ آج حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ متین کی تضحیک و توہین سرِ بازار ہورہی ہے، لیکن ہمیں فکر ہے تو یہی کہ بس میری جماعت، میرا مدرسہ باقی رہے گا تو ہی دین کی بقا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت تو یہ سکھلاتی ہے کہ دین کی بقا مسجد و مدرسہ پر منحصر نہیں، دین کی بقا تو خود دین پر عمل کرنے اور اس کو باقی رکھنے میں ہے۔ اسی لیے تو غزوات کی روانگی کے وقت کبھی ابو بکرؓ چلے جاتے، کبھی عمرؓ چلے جاتے، کبھی نبی علیہ الرحمۃ خود بنفسِ نفیس چلے جاتے اور کبھی پورا مدینہ ہی ان ہستیوں کے وجود سے خالی ہو جاتا۔ آج اپنے اور جماعتی وجود کو باقی رکھتے رکھتے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر معذرت خواہانہ لہجہ اپنایا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

فتنۂ قادیانیت کی روک تھام پر آئین و قانون کا حوالہ دینا مذہبی جماعتوں کی جانب سے سیاسی جملہ بازی اور معذرت خوانہ لہجہ کی عکاسی ہے۔ اپنے سیاسی وجود کو دوام دینے اور عوام میں سیاسی مقبولیت کی غرض سے اس کا حوالہ دیا جاتا ہے، وگرنہ شرعی و واقعاتی تناظر میں دیکھا جائے تو ایسے حوالہ جات سے دورِ جدید کے مدعیانِ نبوت کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے ہمیں خود ساختہ سیاست کو چھوڑ کر مسئلہ ختم نبوت کے اصل حل کی جانب امت مسلمہ کی رہ نمائی کرنا ہوگی۔ پچھلی ایک صدی سے فتنۂ قادیانیت دلائل کی دنیا میں زیر ہو چکا، البتہ اپنے نظریاتی تسلط کے حوالے سے یہ فتنہ پچھلی دہائیوں کی نسبت کہیں زیادہ مضبوط ہو چکا ہے۔ ان کی افرادی قوت دن بدن بڑھتی جارہی ہے، ان کا موجودہ نظام میں اثر و رسوخ مضبوط تر ہے کیونکہ موجودہ جاہلی و مغربی نظام کے استحکام کے لیے یہود و نصاریٰ کا رافضی کی طرح یہ ایک بہترین ٹول [ہتھیار] ہے۔

علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرزائیوں کو کافر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ دینا موجودہ غالب جاہلی جمہوری نظام کو مضبوط کرنے کے مترادف ہوگا یا نہیں؟

یہ سوال انتہائی اہم ہے۔ دیکھیں یہ بات تمام مذہبی طبقات میں مسلمہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی بھی جماعت معاشرے میں دینی اقدار کو زندہ رکھنے کی غرض سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں یا غلبہ دین کے لیے جہاد و قتال کا راستہ اپنائیں، اس میں شرعاً دو باتوں یعنی ”وہ کام شرعی اصول و ضوابط کے مطابق ہو اور اخلاص کے ساتھ ہو“ کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز بھی مفقود ہوگئی تو مسلمان کی تمام محنت ضائع ہو جائے گی۔ مسلمانوں کے مغلوبیت اور محکومیت کے اس زمانہ میں ایک تیسری چیز کا خیال بھی لازمی ہے، وہ یہ کہ اپنی تحریک اور دینی محنت کے ثمرات کو پانے اور نتائج کی حفاظت کو مد نظر رکھتے ہوئے کڑی نظر رکھنی ہوگی کہ کیا ہماری اس محنت و جدوجہد کا فائدہ امت مسلمہ کو ہو رہا ہے یا غالب و غاصب کفریہ طاقتوں کو؟ کیونکہ امریکہ اور اس کے حواری و سرپرست یہود نے باقاعدہ ادارے تشکیل دے رکھے ہیں، جو ہمہ وقت یہ سوچ و بچار کرتے ہیں کس طرح اسلام کی حقانیت اور افادیت کو غیر مؤثر کیا جائے اور مسلمانوں کو ”امریکی اسلام“ سے متعارف کروایا جائے۔

ان اداروں میں سرِ فہرست ”رینڈ کارپوریشن“ نامی ایک ادارہ ہے۔ اس ادارے کی طرف سے ایک رپورٹ شائع کی گئی جس کا عنوان ”مسلمانوں کی گروہ بندی“ تھا۔ اس رپورٹ کا مقصد ہی مسلم جماعتوں اور تحریکوں کی معاشرے میں دین کو زندہ رکھنے کی غرض سے کی جانے والی محنتوں کو بے نتیجہ کرنا اور مسلمانوں کو دین کے اُن کاموں میں الجھائے رکھنا ہے، جن سے اُن کے نظامِ حکومت کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہو۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کے مقامی حکومتوں کی یہ کوشش رہتی ہے کہ دین کے تمام معاملات حکومت کی سرپرستی میں انجام دیے جائیں تا کہ مسلم جماعتوں کی دعوت کے نتیجہ میں جو افرادِ کار تیار ہوں، ان پر نگرانی کی جاسکے اور اُن دعوتی و عسکری ثمرات کو بے نتیجہ کیا جاسکے جو جاہلی جمہوری نظام کی بالادستی کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کا سبب بن سکیں۔ لہٰذا یہ امر پیش نظر رکھنا کہ ہماری دینی محنت و جدوجہد کا فائدہ امت مسلمہ کو ہو رہا ہے یا کفریہ طاقتوں کو 'نہایت ضروری ہے! اس کی بہت سی مثالیں مسلم معاشرے میں ملتی ہیں۔

رینڈ کارپوریشن کی اسی رپورٹ میں مسلمانوں کے ایک گروہ کا تذکرہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں ان کے مذہبی پیشوا علمائے کرام اور منبر و محراب کے خطبا کا گروہ ہے جو اسلام کے ”فروعی فقہی مسائل“ میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ مذہبی طبقہ آپس کے اختلافی مسائل میں الجھا ہوا ہے۔ انہوں نے موجودہ غالب و غاصب جمہوری نظام کے علم برداروں کو کہا کہ

انہیں مزید انہی مسائل میں الجھائے رکھیں اور اس طبقہ کو اُن لوگوں سے دور رکھیں جو دین کے اجتماعی نفاذ یا حکومتی سطح پر دین کے عملی نفاذ کے خواہاں ہیں۔

کیا واقعاتی دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ معاشرے میں مذہبی مناظر علمائے کرام ان فقہی فروعی مسائل میں اتنا اُلجھ گئے کہ اسی کو دین کی حقیقی دعوت اور مشن بنا لیا گیا۔ نتیجتاً جو نفرت و بغض کفار کے لیے رَوا تھا، وہ نفرتیں اور عداوتیں آپس میں جنم لینے لگیں۔ اس کا نتیجہ دینی مدارس میں بقول حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ''جہاد کو مستحبات سے بھی نچلا درجہ دیا جاتا ہے'' کی صورت میں نکلا۔ لہٰذا اختلافی مسائل میں مدارس اور منبر و محراب کا دعوتی منصوبہ موجودہ کفر و اسلام کی کشمکش میں امتِ مسلمہ کا نقصان اور کفریہ قوتوں کو فائدہ دے گیا۔

مسلم معاشرے میں علمائے کرام کے ایک طبقہ نے اسلامی بنک کاری کا باقاعدہ آغاز کیا تاکہ دورِ جدید کے سودی نظام بنک کاری کی وجہ سے اسلام کے محکم و قطعی حرام سود کی لعنت میں سر تا پا پھنسے ہوئے مسلمانوں کو نجات دِلائی جا سکے۔ جب اسلامی بنک کاری کو عملی طور پر معاشرہ میں رائج کیا گیا تو تین سوالات پیدا ہوئے کہ اسلامی بنک کاری کا شرعی و فقہی حکم کیا ہے؟ ٹیکنیکل زاویہ سے بینکنگ کی زبان و اصطلاح میں اسلامی بنک کاری کا نظام واقعی دیگر بینکوں سے سے الگ و جدا ہے؟ اسلامی بنک کاری کے عملی وجود کے بعد اس کا فائدہ امت مسلمہ کے فائدے میں ہے یا کفار کے اقتصادی نظام کے ستون 'نظامِ بنک کاری' ہی کو اس کا فائدہ پہنچ رہا ہے؟ مؤخر الذکر سوال کا مختصر ترین جواب یہی ہے کہ علمائے کرام کی یہ سوچ بہت اچھی تھی لیکن اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا اس سے دجالی بنک کاری ہی کو فائدہ پہنچا ہے۔ کیونکہ ہمارے اسلام میں تو بنک کا نظریہ سرے سے نہیں ہے۔ بنک کے وجود کا فلسفہ مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے پیسوں کو جمع کرنا، پھر اس کو محفوظ رکھنا ہے۔ حالانکہ اسلامی اقتصادی نظام کا ایسا نظریہ بالکل نہیں ہے۔ علمائے کرام نے تو اپنی جانب سے ایک اچھی سعی و کوشش کی لیکن اس سعی کا عملی فائدہ سودی بنک کاری ہی کو ہوا کہ لوگوں کے سامنے اُن کے اس نظریہ کی توثیق ہو گئی۔

پاکستان میں کچھ جہادی تنظیمات جہاد و قتال کی عبادت حکومتی اسٹیبلشمنٹ کی سرپرستی میں بھی کرتی ہیں، جہادِ کشمیر اور سابقہ جہادِ افغانستان میں کثرت سے ایسی تنظیمیں موجود رہیں۔ اگر ان جہادی جماعتوں کے داخلی معاملات کو دیکھا جائے تو شرعی اصول و ضوابط کا خیال حتی الامکان رکھا جاتا ہے، ان کے کارکنان کے اخلاص کو دیکھا جائے تو اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حکومتی حساس اداروں کی سرپرستی کی وجہ سے یہ جماعتیں اپنے ساتھیوں کے جانب سے دی گئی قربانیوں کے ثمرات سے محروم ہو جاتی ہیں۔

اس مختصر سی تفصیل کو پیشِ نظر رکھ کر دیکھا جائے تو ''علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرزائیت کو کفر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ'' دینے سے بالآخر نظامِ جمہوریت ہی کو تقویت ملتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ پاکستان 'انگریزی کفریہ سلطنت کا ایک تسلسل ہونے کی وجہ سے غیر اسلامی سلطنت ہے، یہاں کے ایوانوں میں قرآن و سنت سے متصادم قوانین وضع کیے جاتے ہیں، یہاں کی عدالتوں کا نظام برطانوی عدالتوں کے کفری نظام سے ماخوذ ہے۔ اس سب کے باوجود پاکستان کو اسلامی سلطنت باور کروایا جاتا ہے۔

جب اسلامی ہونے کی دلائل اور کارنامے بتلائے جاتے ہیں تو دو باتوں پر خاص زور دیا جاتا کہ ''پاکستان کے قراردادِ مقاصد اسلامی ہیں دوسرا یہ کہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دیا ہے''۔ حالانکہ پاکستانی حکومت ان دو چیزوں کا لبادہ اوڑھ کر داعیانِ دین پر قیامت خیز مظالم ڈھا چکی ہے۔ انہوں نے اجتماعی فقہی احکامات کو پس پشت ڈال کر ارسطو کے نظریہ ریاست کو اپنا کر قطعی کفریہ افعال کا ارتکاب کیا۔ عوم الناس کی نگاہوں سے اپنے کفری افعال اور جرائم کو اوجھل رکھنے کے لیے قراردادِ مقاصد اور قادیانیوں کے حوالے سے پارلیمنٹ کے اس فیصلہ کو آڑ بنا لیا جاتا ہے۔ جب بھی ہمارے مذہبی طبقات کی جانب سے بھی مرزائیت کے کفر پر آئین و قانون کا حوالہ دیا جائے تو مزید حکومت کے مظالم اور جرائم پر پردہ ڈلتا چلا جاتا ہے۔ عوام کو یقین ہونے لگتا ہے کہ حکومت اپنے مکروہ کارناموں میں سچی ہے۔ یہی وجہ ہے جب وقت کی جابر و غاصب حکومت کے افعال کو علمائے سو کے فتوؤں کا سہارا ملنے لگے تو حق کو سمجھنا اور اہلِ حق علمائے کرام تک رسائی 'سادہ لوح عوام کے لیے مشکل ترین ہو جاتی ہے۔ پچھلی سطور میں واضح ہو چکا کہ مسئلہ ختم نبوت کو پارلیمنٹ لے جانے کی تاریخی و شرعی حیثیت کیا ہے؟ پاکستان کے آئین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس تلخ حقیقت کو بھی سمجھنا لازمی ہے۔

چند سال پہلے کی بات ہے کہ پاکستان کے آئین پر بحثیں ہو رہی تھیں کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟ میڈیا کے تمام ذرائع ابلاغ اس کے اسلامی ہونے پر بھرپور زور دے رہے تھے۔ دوسری جانب مذہبی طبقات میں بھی اس کے متعلق گرم گرم بحثیں ہونے لگیں، بہت سے علمائے کرام نے بھی اس کے اسلامی ہونے پر دلائل دینا شروع کیے، سب سے بڑی دلیل یہی بتلائی گئی کہ چونکہ قراردادِ مقاصد کا دیباچہ امت کے علمائے حق نے مرتب کیا ہے، اس لیے اس کے اسلامی دستور و آئین ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ عوامی حلقوں میں یہ دلیل مضبوط مانی گئی کہ دستور میں یہ بات لکھی ہوئی کہ ''حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو گی''۔

یہ بحثیں چل رہی تھیں کہ اسی دوران دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے شاگردِ رشید بزرگ پاکستانی عالمِ دین کے پاس کچھ علمائے کرام ملاقات وزیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس مبارک مجلس میں پاکستان کے آئین اور دستور پر گفتگو ہونا شروع ہوئی تو ایک عالمِ دین نے کہا کہ ہمارا آئین اسلامی ہے۔ قاری محمد طیب صاحبؒ کے ہونہار شاگرد فوراً متوجہ ہوئے، فرمانے لگے کہ "آپ کو کس نے کہا کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے؟" پھر حضرت فرمانے لگے کہ

"جس وقت حکام کی طرف سے پاکستان کے آئین کو ترتیب دے کر دستخط کے لیے علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا گیا تو اس وقت مَیں بھی موجود تھا۔ صورتِ حال یہ بن گئی کہ علمائے کرام نے اس آئین کا مطالعہ کیا تو معلوم پڑا کہ یہ تو خالصتاً کفر ہے، اگر ہم نے اس پر دستخط کر دیے تو ہمارا ایمان چلا جائے گا، ہمارے نکاح ٹوٹ جائیں گے۔ پھر علمائے کرام نے خوب غور و فکر کے بعد ایک ملغوبہ سا بنا کر حکومتِ پاکستان کو دیا، جس میں بس یہ خیال رکھا گیا کہ کسی طرح اپنے ایمان کی حفاظت کیا جائے"۔

لہٰذا پاکستانی دستور و آئین کو اسلامی سمجھنا درست نہیں ہے۔ عوامی حلقوں کی دلیل کہ دستور میں یہ بات لکھی ہوئی کہ "حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو گی" کا تاریخی جواب مختصر یہ ہے کہ دستور میں یہ عبارت لکھ کر پاکستان کے عوام کے ساتھ دھوکہ کیا گیا، تقسیم ہند میں ہونے والی عظیم قربانی کے ساتھ سنگین غداری کی گئی، قیامِ پاکستان کے حق میں علما کی طرف سے جاری کیے گئے فتاویٰ جات اور ان کی عملی جدوجہد پارلیمنٹ کی ردی کی ٹوکری میں ڈال دی گئی۔ شرعی جواب یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان میں ایمان کی تمام باتیں موجود ہوں، لیکن ایک فی صد بھی کفرِ قطعی ہو تو علمائے کرام کی متفقہ رائے کے مطابق وہ شخص دائرہ اسلام سے نکل دائرہ کفر میں چلا جاتا ہے۔ ایک شخص کہے کہ مَیں اسلام کی تمام باتوں پر ایمان لاتا ہوں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتا تو یقیناً یہ آدمی ختمِ نبوت کا منکر ہونے کی بنا پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح پاکستان کے دستور و آئین میں یہ عبارت لکھ کر اسلام کی تمام باتوں پر اجمالی ایمان لانے کا اعتراف تو ہے مگر ایک کفرِ قطعی نہیں، بلکہ درجنوں کفریہ اقوال و افعال یعنی کفر بواح اِن سے سرزد ہونے کی بنا پر حکومت و افواج دائرہ اسلام سے نکل چکے ہیں۔ ان کے کفریات کی صرف دو مثالیں ذہن نشین رکھیں۔

اولاً: قیامِ پاکستان سے آج تک قدرت کے باوجود اس سرزمین پر شریعت کا نفاذ نہیں کیا گیا۔ یہاں تو نئے کاغذ پر جدید پُر فریب تعبیرات کے ساتھ پرانے انگریزی نظامِ حکومت کے تسلسل کو باقی رکھا گیا۔ پاکستان کے غیر اسلامی سلطنت ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں، وہ الگ بات ہے کہ حکومتی جبر کے نتیجہ میں اپنی جان اور جماعتی مفادات کے حصول کی خاطر کچھ مذہبی و غیر مذہبی لوگ پاکستان کو اسلامی ریاست باور کرواتے ہیں۔ جبر و ظلم کے شکار مجبور ایسے شخص کے موقف کو تسلیم کرنا شاید جہالت سے کم نہ ہو گا۔

ثانیاً: دنیا میں امریکہ اور اہلِ اسلام کے مابین ہونے والے کفر و اسلام کے عین معرکہ کے وقت یہ حکومت 'کفار کی صفوں کا حصہ بنی، اس حکومت نے امریکی ایما پر مجاہدین کا قتل عام اس نیت سے کیا کہ وہ ان کے جبری مسلط کیے ہوئے جمہوری نظام کے مد مقابل حقیقی اسلامی شرعی نظام کے خواہاں ہیں۔ علمائے کرام کی کتب کی طرف مراجعت کی جائے تو یہ اصول معلوم ہوتا ہے، اگر کوئی شخص کسی مؤمن کو مؤمن سمجھ کر قتل کرتا ہے تو اس کا ایمان جاتا رہا۔

واقعاتی جواب یہ ہے کہ پاکستان کا دستور اپنی مذکورہ عبارت کی وجہ سے اسلامی ہے تو اس پر عمل درآمد کتنا ہوا؟ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک یہودی یا نصرانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ مسلمان ہے کیونکہ اس کے گھر میں قرآنِ پاک ہے۔ اہلِ ایمان میں سے کوئی بھی اِس شخص کے مسلمان ہونے کو تسلیم نہیں کرے گا۔ آئینِ پاکستان کے اسلامی ہونے کی حقیقت بھی یہی ہے کہ آئین و دستورِ پاکستان اسلامی ہے کیونکہ اس کی پارلیمنٹ میں ایک ایسی کتاب موجود ہے، جس میں لکھا ہے کہ حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو گی۔ یعنی کفرِ بواح کی مرتکب حکومت کے آئین کو فقط دستور میں لکھی گئی اس عبارت کی بنیاد پر اسلامی کہنا' مثال میں ذکر کیے گئے یہودی و نصرانی کو مسلمان کہنے کے مترادف ہو گا۔

☆☆☆☆☆

"میرے بھائیو! ایک مرتبہ پھر جان لیجیے، ہم سب اگر انصارِ جہاد ہیں تو ہمیں پہلے اللہ کی طرف دعوت دینے والا بننا ہو گا۔ پس جہاد جو کہ اسلام کی چوٹی کی کوہان ہے اس کا سب سے بڑا مقصد اللہ کی طرف دعوت دینا ہے۔ یہی تو اس کی وہ بنیادی غایت ہے جس کی طرف پلٹ آنے سے جہاد کا آغاز ہوتا ہے۔ اور صحابہ کرام کا تو جہاد کے بارے میں یہی فہم تھا"۔

الشیخ عطیۃ اللہ اللیبی رحمہ اللہ

نکل جائے دم تیرے قدموں کے اوپر

حافظ ابن الامامؔ

یوں تو عشق و محبت کے کئی عجیب و غریب قسم کے واقعات (کچھ سچے، کچھ جھوٹے من گھڑت قسم کے ناول، کہانیاں، افسانے) ہم نے پڑھ رکھے ہیں۔ اور ان واقعات سے ہم حد درجہ متاثر بھی ہوتے رہتے ہیں۔ پھر نہ صرف متاثر بلکہ عملی زندگی میں بھی ہم ان واقعات کے سبق آموز اور اچھے اچھے پہلوؤں کو (جن سے ہماری دنیا سنورتی ہو) اپنی زندگیوں میں لانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی ہم نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ یہ واقعات ہماری دینی زندگی میں ہمارے کتنے معاون ہیں؟ کیا یہ ہمیں شریعت پر عمل پیرا ہونا سکھاتے ہیں؟ کیا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ حیاتِ طیبہ کو اپنانے میں تعاون کرتے ہیں؟ کیا یہ واقعات ہمیں اللہ کا فرمانبردار بننے، اس کی رضا حاصل کرنے، اس کے دین کو، اس کے حکم کو پوری دنیا میں نافذ کرنے کا مشن دیتے ہیں؟ کیا یہ سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ بناتے ہیں۔ ان صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر فدا ہونا سکھاتے ہیں؟

کیا یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر، ان کی حفاظت میں پوری دنیا سے ٹکرا جانے کا درس دیتے ہیں؟ کیا یہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر مرمٹنا اور فنا ہو جانے کا 'فرض' یاد دلاتے ہیں؟ اس کا جواب اگر نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر ہم کیوں ان فحش، 'عورت' اور 'دولت' کا پجاری بنانے والے قصوں اور داستانوں میں اپنا دین اور وقت برباد کرتے رہیں! کیوں ہم صرف ذہنی عیاشی کے لئے اپنی دنیا اور آخرت داؤ پر لگائیں!

آیئے! آج ہم ایک ایسا واقعہ پڑھتے ہیں جو ہمارے ایمان کو تازہ کر دے۔ جو ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق بننے میں مدد دے۔ جو ہمیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پہ مرمٹنا سکھائے۔ جو ہمیں مقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا، ان کے عشق میں کٹ مرنے کا، ان کی ناموس پر قربان ہونے کا ایک ایسا معیار، اور ایک ایسی مثال دے جس کی تاریخِ انسانی میں کوئی مثال نہ ہو۔

آیئے آج ہم چودہ سو سال پیچھے جاتے ہیں۔ جہاں احد پہاڑ کے دامن میں ایک عجیب معرکۂ حق و باطل برپا ہے۔ جو کہ معرکۂ عشق و محبت بھی ہے، اور معرکۂ فدائیت و فنائیت بھی ہے۔ جہاں کچھ نوجوانوں کا بے محابا عشق ہے، کچھ بوڑھوں کی بے مثال فنائیت ہے، کچھ نازک اندام خواتین کا لازوال اندازِ دفاعیت ہے۔ جاں نثاری اور جانبازی کی ایسی صورت حال ہے جس کی نظیر تاریخِ کائنات میں کہیں نہیں مل سکتی۔ آیئے! ذرا دیکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

یہ میدانِ احد ہے۔ جہاں ایک طرف مہاجرین و انصار جمع ہیں۔ اور دوسری طرف اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن مشرکین موجود ہیں۔ یہاں تاریخِ اسلامی کا ایک عظیم معرکہ برپا ہے۔ مسلمانوں کی اچھی بھلی فتح ایک چھوٹی سی 'اجتہادی خطا' کی وجہ سے شکست میں بدل چکی ہے۔ خالد بن ولیدؓ کے حملے سے کہرام مچا ہوا ہے۔ اس ناگہانی آفت سے یکسر کایا پلٹ چکی ہے۔ مسلمانوں کا جانی نقصان ہونے لگا۔ بھگدڑ سی شروع ہو گئی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حفاظتی دستہ بھی تھوڑی دیر کے لئے منتشر ہو گیا۔ کافروں کی بھرپور کوشش ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح (نعوذ باللہ) ختم کر دیں۔ اور وہ اسی میں اپنی ساری طاقت صرف کر رہے تھے۔ ایسے میں کچھ عاشقوں کی جاں نثاری چشمِ فلک حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کے ساتھ اکیلے رہ گئے ہیں۔ جب حملہ آور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من یردھم عنا ولہ الجنۃ، او ھو رفیقی فی الجنۃ

"کون ہے؟ جو انہیں ہم سے دفع کرے اور اس کے لئے جنت ہے۔ یا (یہ فرمایا کہ) وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا"۔

اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ فرمایا:

من رجل یشری لنا نفسہ

"کون ہے؟ جو ہمارے لئے اپنی جان فروخت کرے"۔

یہ سنتے ہی ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور اس جاں بازی سے لڑے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں شہادتِ باسعادت حاصل کی۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے ساتوں انصاری صحابی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانیں فدا کرنے لگے۔ ان میں سے آخری انصاری صحابی حضرت عمار بن یزید (یا زیاد) بن السکن رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اس حد تک لڑے کے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے، اور مزید حرکت کرنے کی سکت بھی باقی نہ بچی۔ لیکن ابھی سانس چل رہی تھی۔

ادھر باقی دو قریشی صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں تنہا بچ گئے، ان کا ذکر ہم بعد میں کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ کا عشق دیکھتے چلیں۔ زخموں سے چور گرے ہوئے ہیں، حرکت کے قابل نہیں، لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑی ہی حسرت زدہ نگاہوں سے دیکھے جا رہے ہیں، جیسے کچھ کہنا چاہتے ہوں کہ:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ گواہ رہیے گا۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، جب تک جان میں جان تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا، اپنے عشق کا ثبوت دیا، اب کیا کروں کہ کچھ کر نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے ہاں میری شفاعت کیجیے گا، میرے عشقِ پر خلوص کا اقرار کیجیے گا"۔

یہ یا ایسا ہی کچھ کہنا چاہتے ہوں۔ اتنے میں کچھ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آ جاتے ہیں، ادھر حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ زخموں سے چور کراہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھے جا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیتے ہیں کہ ان کو ہمارے قریب لے آئیں، حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے جاتے ہیں، قریب آ کے حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پہ اپنا رخسار رکھ دیا، اور اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ سبحان اللہ ! کیسی حسین شہادت ہے، کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پہ جان دی۔ گویا ان کی یہ تمنا پوری ہوئی کہ

؎ نکل جائے دم تیرے قدموں کے اوپر
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اب ذرا واپس جنگ کے منظر کی طرف آتے ہیں، جو دو قریشی صحابی باقی بچے ان میں سے ایک حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو آگے بڑھ بڑھ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتے تیروں کو اپنے ہاتھوں سے روکتے ہیں، فدائیت کا جذبہ ایسا ہے کہ زخم بے حساب ہیں، جسم چھلنی ہے، خون بہہ رہا ہے، تیروں کو روک روک کے ہاتھ شل ہو چکے ہیں مگر آتشِ عشق ہے کہ بھڑکتی ہی جا رہی ہے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زخم لگے یہ ہرگز گوارا نہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کی وفاداری کی صداقت کیا ہو گی کہ ان کی فدائیت و فنائیت کو دیکھ کر لسانِ نبوت علی صاحبہا السلام سے یہ بشارت عطا ہوتی ہے کہ:

اوجب طلحہ

"طلحہ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی"۔

اور یہ بھی فرمایا کہ

"جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے"۔

سبحان اللہ! ذرا سوچیے کہ کیا عالم ہو گا ان کے عشق کی انتہاؤں کا، اور کیسی جاں بازی ہو گی۔ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ جیسے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ کہا کرتے تھے کہ

"اُحد کا دن تو طلحہ ہی کا رہا"۔

پھر ایک دوسرے قریشی ہیں جو ان کے ساتھ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ گئے تھے۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اس پھرتی سے تیر برسا برسا کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے ہیں کہ آنکھیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ دشمن کو قریب آنے کا موقع ہی نہیں ملتا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ تو برق بنے ہوئے ہیں۔ کیا کہنے ہیں ان کی شجاعت کے، سبحان اللہ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھی سارے تیر عنایت کر دیے اور فرمایا:

ارم فداك ابی و امی

"اے سعد! تیر پھینکو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں"۔

اللہ اکبر! کسی صحابی کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے ماں باپ تم قربان ہوں سوائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے۔ ذرا تصور کریں کہ کیسی جاں بازی کا مظاہرہ کیا ہو گا، اور کتنی محبت ہو گی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ ہر چند کہ ادھر جاں نثاری کی داستانیں رقم ہو رہی ہیں، اور مؤمنین اپنی پوری کوششوں میں مصروف ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ لیکن رب العرش العظیم کو ابھی اور امتحان مقصود تھا، اسی لئے کافر، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔

سب سے پہلے عُتبہ بن ابی وقاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلو کے بل گر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا رباعی دانت ٹوٹ گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا ہونٹ بھی زخمی ہو گیا۔ پھر عبداللہ بن شہاب زہری نے آگے

بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پتھر سے زخمی کر دی۔ ایک اور خبیث عبد اللہ بن قمیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر تلوار سے ایسی سخت ضرب لگائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی عرصہ اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوہری زرہ نہ کٹ سکی۔

اس خبیث نے ایک اور وار کیا، اس دفعہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر لگی جس کی وجہ سے خود کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں دھنس گئیں۔ اسی نازک لمحے میں اللہ نے اپنی مدد نازل فرمائی، چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے دو آدمیوں کی صورت میں لڑنے لگے۔ یہ سارا حادثہ چند ہی لمحات میں پیش آگیا، ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کچھ ہی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ لیکن جب وہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو چکے تھے۔ سب سے پہلے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور پھر باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی ہیں، چہرۂ انور لہولہان ہے۔ انہوں نے چاہا کہ خود کی کڑیاں نکالیں لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا:

"خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے نکالنے دیجئے"۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے منہ سے کڑی پکڑ کر آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی تاکہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تکلیف نہ ہو، ایک کڑی تو نکل گئی لیکن اس کوشش میں ان کا اپنا ایک نچلا دانت گر گیا۔ دوسری کڑی کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر آگے بڑھے لیکن انہوں نے پھر کہا:

"ابو بکر! آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے کھینچنے دیجئے!"۔

اس کے بعد دوسری کڑی نکال کر اپنا دوسرا دانت بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے خون چوس چوس کر صاف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسے تھوک دو!"

انہوں نے کہا:

"واللہ اسے تو میں ہرگز نہ تھوکوں گا"۔

اس کے بعد پلٹ کر لڑنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ انہیں دیکھے"۔

چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد کافی دیر خوں ریز لڑائی ہوتی رہی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سپر بن کر کھڑے ہو جاتے، اور کھینچ کھینچ کر تیر چلاتے، جاں بازی کا یہ عالم ہے کہ اس دن دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں، جب کوئی تیر چلاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں لگا ہے، تو فوراً حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے:

"میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر نہ دیکھئے، کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تیر نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کے آگے ہے"۔

ادھر دوسری جانب حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو گئے اور اپنی پیٹھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا دیا۔ کیا کہنے ہیں اس شجاعت کے، تیر پر تیر لگ رہے ہیں پیٹھ پہ، اعضا کٹتے ہیں تو کٹ جائیں لیکن مجال ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے ہٹ جائیں۔ ایک اور چھلاوہ سا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں، بائیں تلوار چلا رہا تھا۔ یہ حضرت امِ عمارہ رضی اللہ عنہا ہیں' جو سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کسی بجلی کی مانند کر رہی ہیں۔ زخم پہ زخم کھا رہی ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کے کس کی جان قیمتی ہے۔

ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ایسا نہیں تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے رہے جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بس ان کے پیچھے ہی چھپتے رہے (نعوذ باللہ)۔ نہیں واللہ نہیں! یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شجاعت و بہادری تھی کہ ایسے گھمسان میں بھی پہاڑوں سے بڑھ کر ثبات دکھایا۔ وگرنہ کون ہے جو اتنی استقامت سے کھڑا رہ سکتا تھا۔ حالانکہ باقی سب تو اس اچانک یلغار سے، کچھ دیر کے لئے ہی سہی، منتشر تو ہو ہی گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی اربوں کھربوں رحمتیں ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ کفار کا پورا لشکر اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہیں گھبرایا۔

بہر کیف! یہ تو چند مختصر سی سطور ہم نے بحرِ سیرت میں سے بھی صرف غزوۂ احد کی ایک خاص صورت حال کے حوالے سے نقل کی ہیں۔ جن کے پیش کرنے کا مقصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شمعِ رسالت پر دیوانہ وار فدا

ہونا بتلانا تھا۔ اور یہ واضح کرنے کوشش تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کس طرح ناموس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خود تو کٹ مرنے کو تیار تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی بیکا ہونا گوارا نہ تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عشقیہ واقعات کے تو پورے پورے دفتر موجود ہیں، الحمد للہ... جو لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرتے ہوں وہ اُن تفصیلی کتابوں سے استفادہ کریں! ہم تو، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ چھوٹا سا اقتباس پیش کر کے یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ:

> ''اے میرے نوجوان بھائیو! آج تم دنیا کی نیرنگیوں کھوئے جاتے ہو۔ تم سارا وقت یا تو دنیا کی تعلیم کو دیتے ہو' جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر کے طاغوت کی طرف لے جاتی ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بے بہرہ کرتی ہے... یا پھر کافروں، مشرکوں کی گندی فحش فلمیں، گانے بھی تمہارا بہت سا وقت لیتے ہیں... ہاں! تمہیں جھوٹے اور فحش قسم کے ناول، اور ان میں محض عورتوں کے شرم و حیا سے عاری مکروہ کردار بہت محظوظ کرتے ہیں۔ تمہاری زندگی کا بیش تر حصہ انٹرنیٹ، اور موبائل فون پر 'چیٹنگ' اور 'گپ شپ' میں گزرتا ہے۔

کیا کبھی سوچا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا کیا ذمہ داریاں فرض کی ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی پر کیا حقوق ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے کیا تقاضے ہیں؟ عالمِ اسلام کو تم سے کیا امیدیں ہیں؟ کل جب اللہ کے دربار میں کھڑا ہونا ہے اور ہر سوال کا جواب دینا ہے تو ذرا سوچو! اگر اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھ لیا کہ میری کتاب کو کتنا وقت دیا تھا؟ میرے دین کے لئے کتنی محنت کی؟ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کتنی محبوب تھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کتنا اپنایا؟ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی کس حد تک حفاظت کی تھی؟ کی بھی تھی یا نہیں؟ محبوبِ الٰہی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کتنی محبت تھی؟ تھی بھی سہی کہ نہیں؟

اے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے جوانو! خدارا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑے ہو! آج دنیا بھر میں ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں کی جارہی ہیں، ان کے خاکے بنائے جارہے ہیں۔ ان کو طرح طرح کے گندے القابات سے یاد کیا جارہا ہے۔ ان کو ایذا پہ ایذا دی جارہی ہے۔ مگر آہ! ہم ابھی تک غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ آج ہم بے حسی اور بے غیرتی کی تمثیل بن چکے ہیں۔ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عزتی کی کوئی پرواہ نہیں۔

ہائے ہائے! آج کفار ہم پہ ہنستے ہیں، آوازے کستے ہیں، اور دنیا بھر میں یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ان مسلمانوں میں اب کوئی دم خم نہیں۔ یہ صرف احتجاجی جلسے جلوس کر کے 'فرض' ادا کر لیتے ہیں۔ اب ان میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر کٹ مرنے والا کوئی نہیں۔ میرے بھائیو! اٹھو! ان کا یہ دعویٰ خاک میں ملادو۔ ان کے غرور کا سر نیچا کر دو۔ ان کو دکھا دو، اپنے اندر عشقِ رسول کا بھڑکتا ہوا آتش فشاں! تم جہاں کہیں بھی ہو، آج سے ہی گستاخانِ رسول کے خلاف کام شروع کر دو۔ اس فریضے کی اہمیت کو سمجھو۔ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا ثبوت دو۔ میں نے شروع میں اسی لئے غزوہ احد کا منظر پیش کیا تھا۔ کہ ہمارے سامنے صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں نثاری کا معیار آجائے، ہمیں معلوم ہو جائے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کس انداز میں کیا جاتا ہے''۔

مجاہدین کے مایہ ناز قائد استاد احمد فاروق رحمہ اللہ اپنے درس ''النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم'' میں فرماتے ہیں:

> ''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کل کو اگر ہم سے یہ سوال کر لیا کہ، ہم نے تو اپنی زندگیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بھی زمین پر نہیں گرنے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا ایسے دفاع کیا۔ تم نے کیا کیا جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا! تو اس ایک ارب امت کے پاس کیا جواب ہو گا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو دفاعِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں''۔

میرے بھائیو! مرنا تو ایک دن لازمی ہے۔ تو کیوں نہ ہم ناموسِ رسالت پہ مر مٹیں۔ آج بھی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ندائیں آرہی ہیں:

> ''کون ہے؟ جو ان (خبیثوں) کو ہم سے دفع کرے''۔

اور میدانِ احد میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتی طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منتشر ہونے پہ فرمایا تھا:

الیّ یاعباداللہ، الیّ یاعباداللہ

”میری طرف آؤ! اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ! اے اللہ کے بندو!“

بعینہٖ یہی صدا آج بھی اٹھتی ہے مسجدِ نبوی سے! لیکن ہم نے اپنے کان بند کئے ہوئے ہیں۔ ہماری غیرت وحمیت کی زمینوں پر بزدلی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ہمارے ایمان 'وھن' کی غلاظت میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ میرے بھائیو! میرے محترم جوانو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پکار پر لبیک کہو! ان کی نصرت کے لئے جان پر کھیل جاؤ! آج اس ذلت وخواری کے عالم میں صرف جہاد (یعنی مسلح قتال) ہی ہے جس کے ذریعے سے ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دفاع کر سکتے ہیں! پس جہاد کا علم اٹھالو! اور دہر میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کر دو!

آپ سوچتے ہوں گے کہ میں سب سے زیادہ نوجوانوں اور جوانوں ہی کو کیوں خطاب کر رہا ہوں۔ اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ دین کی نصرت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کے لئے اپنی جانیں دینے والوں میں تاریخ گواہ ہے کہ نوجوان پیش پیش تھے۔ آؤ! میں تمہیں ایک چھوٹی سی مثال بھی دے دیتا ہوں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خاندانِ عبد المطلب کو کھانے پر بلایا، اور اس مجلسِ ضیافت میں ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کی اور فرمایا کہ

”کون اس مہم میں میرا ساتھ دیتا ہے“

مجلس میں سکوت چھا جاتا ہے۔ اس سکوت کے اندر تیرہ برس کا ایک لڑکا اٹھتا ہے اور وہ الفاظ کہتا ہے جو آج ہم سب کے لئے چراغِ راہ ہیں، وہ کہتا ہے:

”اگرچہ میں آشوبِ چشم میں مبتلا ہوں، اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں، اگرچہ میں ایک بچہ ہوں، لیکن اس میں مہم میں آپ کا ساتھ دوں گا“۔

میرے بھائیو! آپ جانتے ہو کہ یہ نوجوان کون تھے؟ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، جو نوعمری کے ضعف اور طبعی کمزوریوں کے باوجود اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر چشمِ فلک دیکھتی ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اِنہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اکثر جنگوں میں محمدی عَلم تھمایا جاتا تھا، اور آپ کو بتاؤں کہ دشمن کا سارا زور مقابل لشکر کا علم گرانے پر ہوا کرتا ہے۔ پھر جیسے ہی علم گرتا، اس لشکر کی شکست تصور کر لی جاتی تھی۔ لیکن قربان جائیں صحابہ کرام کی وفاداریوں پر کہ کبھی اسلام کا جھنڈا گرنے نہ دیا، خود تو کٹ کٹ کے گرتے رہے لیکن اسلام کے جھنڈے کو سربلند کر گئے۔

آج اس امت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے اس جھنڈے کو سربلند کرے، آگے بڑھ کر اس کو تھام لے، کیا جوان اور بوڑھا، اور کیا مرد و زن، سب کا فرض ہے کہ اس 'محمدی جھنڈے' کو سرنگوں ہونے سے بچائے۔ اے میری امت کے جوانو! اے میرے بھائیو! خدارا اپنے فرض کو پہچانو، اپنے سچے امتی ہونے کا ثبوت دو۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو، اپنے دین کے دشمنوں کو، اپنے قرآن کے دشمنوں کو پہچانو! کیا اب بھی ان کی شناخت میں کوئی ابہام رہ گیا ہے، کوئی کسر رہ گئی ہے؟ کیا اب بھی ان خبیثوں کے جرائم قابلِ گرفت نہیں؟

کیا اب بھی جھر جھری لے کر جاگنے کا وقت نہیں آیا؟ آخر کب تک ہم ان ظالموں کو ڈھیل دیتے رہیں گے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے رہیں، ان کی عزت وناموس کو اپنی شیطانی حرکتوں کا نشانہ بناتے رہیں۔ آج یہ امت تفرقوں میں بٹی ہوئی ہے، منتشر ہو چکی ہے۔ لیکن ایک بات جو مشترک رہ گئی ہے وہ عشقِ رسول ہے۔ ہاں! یہی جذبہ واحد سرمایہ رہ گیا ہے اس امت کے پاس، اور اسی جذبے یعنی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دفاعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے پر یہ امت ایک بار پھر متحد ہو سکتی ہے۔ بلکہ ضرور بالضرور ہونا چاہیئے۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں، اور ہر مؤمن کا دل اسی ایمانی غیرت سے سرشار ہو کہ:

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

☆☆☆☆☆

”یہ وہ شہداء ہیں جنہوں نے عظیم قربانیاں پیش کیں، تاکہ امت فتح یاب ہو اور خلافت قائم ہوسکے، اور اللہ گواہ ہے کہ انہوں نے خود کو اس عہد سے باندھ رکھا تھا کہ وہ اپنا جہاد جاری رکھیں گے جب تک وہ اقصیٰ تک نہ پہنچ جائیں، اور مسلمانوں کی زمینوں کا آخری چپہ بھی کفر کے تسلط سے آزاد نہ ہو جائے! اور یہی ہم سب کا عہد ہے، اگرچہ وہ ہم سے سبقت لے گئے، تو یہ ان کے خون سے خیانت ہوگی اگر ہم نے ان کے راستے کو چھوڑ دیا!“

شیخ ابو بصیر ناصر الوحیشی تقبلہ اللہ

شاتمین رسول کے تحفظ کا معاملہ؟

محمد ایوب عمر

صلیبی جنگ اپنی پوری شدت سے جاری ہے۔ میدان جنگ سے لے کر میدان فکر تک کے تمام شعبوں میں محاذ دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ کفار کا اہل ایمان سے حسد، بغض وعدوات، کینہ ابل ابل کر باہر آرہا ہے۔ نفرت کی یہ چنگاریاں کبھی اہل ایمان کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزار کر، ان کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عصمت دری کر کے، قید خانوں میں اہل ایمان کے ساتھ ظلم و تشدد کر کے تو کبھی درجنوں ڈرون حملے کر کے بھی پوری نہ ہو تو پھر وار براہ راست اہل ایمان کے مرکز، محبت کے محور، ایمان کی شرط تکمیل، سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر حملہ کر کے اپنے غلیظ اور قبیح جذبات کو تسکین پہنچانے کی کوشش میں صرف ہوتے ہیں۔ امت مسلمہ کے محبت کے محور پر حملہ، جذباتی اور روحانی اذیت پہنچا کر اپنے اندر بھری گندگی دکھانے کا یہ سلسلہ کوئی نیا تو نہیں، اگر آج ملعونہ آسیہ اس ناپاک حرکت کی مجرم ہے تو اس سے پہلے بین الاقوامی سطح پر خاکے بنوا کر ڈنمارک، ناروے کے اخبار مالکان نے اپنے مذموم جذبات کو تسکین پہنچائی تھی۔ گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں کے بعد تو جیسے پورا صلیبی یورپ وحشت زدہ ہو کر رہ گیا ہے، عراق میں ملنے والی ہزیمت، افغانستان میں دن بدن ہونے والی رسوائی تمام تر جھوٹے دعووں کے باوجود ناکامی کا اذیت ناک احساس ایسا جان لیوا ثابت ہو رہا ہے کہ بے بسی میں دشمن، انتہائی گری ہوئی، ایسی گھٹیا و گھناونی حرکتوں پر اتر آیا ہے جو اہل ایمان کے دلوں کو پارہ پارہ کر دینے کو ہے۔

توہین رسالت کے واقعے کی مجرمہ ملعونہ آسیہ کو بین الاقوامی کوریج مل رہی ہے، جس کے پردے میں وہ تمام چہرے بے نقاب ہو گئے جن کے دلوں میں اسلام سے ازلی بغض و عداوت ہے، یہ واقعہ کیسے پیش آیا، اس کا پس منظر کیا ہے، ذرائع ابلاغ کے مطابق ملعونہ آسیہ پنجاب کے ضلع ننکانہ صاحب کے نواحی گاؤں اٹاں والی کی رہنے والی ہے۔ شاتمہ رسول نے کچھ عرصہ قبل قران پاک اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدگوئی کی۔ تفصیل کے مطابق ۳۸ سالہ شاتمہ رسول وقوعہ کے روز گاؤں کی دوسری خواتین کے ساتھ مقامی زمین دار کے کھیت میں فالسہ چن رہی تھی کہ اس نے دانستہ دو کمسن مسلمان بہنوں کے گلاس سے پانی پی لیا۔ ان دونوں بہنوں نے اس گلاس سے پانی پینے کے بجائے پیالی میں پانی پی لیا جس پر اس ملعونہ عورت نے ان دونوں بہنوں کو برا بھلا کہنے کے بجائے براہ راست اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زبان طعن دراز کی اور قرآن مجید پر تنقید شروع کر دی۔ اُس نے اپنی ناپاک زبان کے استعمال سے اہل ایمان کی عقیدتوں اور محبتوں کے مرکز کو نشانۂ تضحیک بنایا۔ یہ باتیں سن کر دونوں کمسن بہنیں رونے لگیں۔ چیخ و پکار سن کر کھیت کا مالک بھی ادھر آگیا اور جھگڑے کی تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ اس پر مالک نے آسیہ سے تمام واقعہ کی تصدیق چاہی اور اس کے الفاظ کا اقرار کروایا تو آسیہ نے انتہائی ڈھٹائی سے اپنے الفاظ کی تصدیق کی۔ گاؤں کی پنچائیت میں بھی اس نے اپنی بات کا انکار نہ کیا بلکہ کہتی رہی کہ ہاں اس نے یہ بات کہی ہے اور اب اسے سب سے کہتی ہوں۔ جس کے بعد گاؤں والوں نے فیصلہ کر کے اس کی ایف آئی آر درج کروادی۔ بعد ازاں جیل جانے تک جیل میں بھی قیدی خواتین سے اس عورت نے اپنے کارنامے کا فخریہ تذکرہ کیا۔ مقدمے کی سماعت کے دوران گو اس نے اپنے توہین آمیز جملے دہرائے نہیں لیکن ان کا انکار بھی نہیں کیا۔

ملعونہ کی ذاتی زندگی:

ملعونہ کی ذاتی زندگی بھی ایسے تضادات اور گندی باتوں سے بھری ہوئی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عورت کا ذاتی کردار بھی کتنا خراب ہے اور جس قبیل کی یہ عورت ہے اس سے یہ جرم کسی کوتاہی یا غفلت کا نتیجہ نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر کیا جانے والا عمل ہے۔ اخبارات کی رپورٹ کے مطابق ملعونہ آسیہ نے اپنی بڑی بہن کے شوہر سے شادی کر رکھی ہے جو کہ مسیحی قوانین کی رو سے بھی جائز نہیں۔ خود اس کا ذاتی بیان ہے کہ وہ شہر میں بیوٹی پارلر چلاتی رہی ہے۔ گاؤں کی خواتین کے مطابق ملعونہ سیدھی سادی عورتوں میں عیسائیت کی تبلیغ بھی کرتی رہتی تھی جسے اکثر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ عدالت میں بات پہنچنے تک ملعونہ کے لیے دس وکلا کام کرتے رہے ہیں جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی پشت پناہ قوتیں کون ہیں۔ ملعونہ کی ذاتی زندگی اور اُس کے معالات کا تذکرہ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ قارئین کے ذہن میں اُس کا کرداراور ماضی کے کرتوت تازہ رہیں۔ شاتمین رسول کی بدکرداریوں اور لہوولعب میں گزری زندگیوں کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی اسی لیے کیا کہ اُن کے شیطانی کردار کو پوری طرح واضح کیا جاسکے۔ ولید بن مغیرہ 'جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں میں سے تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان اقدس میں گستاخیوں کو مرتکب ہوتا تھا' کا تذکرہ قرآن مجید ان الفاظ میں کرتا ہے:

هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ

”طعن آمیز اشارتیں کرنے والا چغلیاں لیے پھرنے والا، مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھا ہوا بدکار، سخت خو اور اس کے علاوہ بدذات ہے“۔

قرآن مجید کے ان الفاظ نے ولید بن مغیرہ کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا سو ہر شاتم رسول اسی طرح بدکرداراور خبیث الفطرت ہوتا ہے جس کے بارے میں آگہی ہونا ضروری ہے۔

ملعونہ کے لیے پیٹ میں مروڑ کیوں؟

مقامی عدالت سے سزا کا اعلان ہوتے ہی تمام صلیبی قوتیں سرگرم ہو گئیں، ویٹی کن سے دنیائے عیسائیت کا سردار پوپ بینی ڈکٹ چیخ اٹھا کہ یہ سزا فوری طور پر ختم کی جائے۔ پھر کیا

تھا،میڈیامیں موجود صلیبی ہرکاروں کے ملعونہ کی مظلومیت ثابت کرنے کے لیے بھتے ٹسووں سے لے کر حکومتی ایوانوں میں براجمان شیطانوں کی پھرتیاں زور پکڑ گئیں۔خاص طور پر سلمان تاثیر کی اس ملعونہ کے لیے پھرتیاں قابلِ دید تھیں جبکہ اس عورت کو بچانے کے لیے امریکہ نے ۲۱ نومبر ۲۰۱۰ کواعلان کیا کہ وہ آسیہ کو پورے خاندان سمیت پناہ دینے پر تیار ہے۔دوسری طرف سیاسی ہرکارے، حکومتی اہلکار، صلیبیوں کے تنخواہ دار، صدر سپریم کورٹ بار، بعض این جی اوز، اور میڈیا میں توہین رسالت کی اس مجرمہ کو مظلوم ثابت کر کے توہین رسالت کے قانون کے خلاف راہ ہموار کی جا رہی ہے۔اس ساری صورت حال کو ویٹی کن سے خصوصیت کے ساتھ مانیٹر کیا جارہاہے اورویٹی کن کا نمائندہ بھی پاکستان پہنچا۔

پاکستان میں قانون توہین رسالت:

گذشتہ بیس سالوں کے دوران اس قانون کے تحت ۷۰۰ مقدمات درج کرائے گئے جس میں سے نصف سے زائد مقدمات مسلمانوں نے کسی دوسرے مسلمان کے خلاف درج کرائے ہیں۔ملعونہ آسیہ وہ پہلی عورت ہے جس کو۲۸ سالوں کے دوران پہلی مرتبہ سزائے موت سنائی گئی ہے۔جبکہ یہ وہ قانون ہے کہ جس کے تحت آج تک کسی بھی مجرم کو سزائے موت نہیں ہوئی ہے۔اب تک اس قانون کے تحت ملزموں کو نہ صرف تحفظ ملا بلکہ ان کو منظرعام پر ایک مظلوم، بے کس اور لاچار فرد کے طور پر پیش کیا گیا۔عدالت سے سزا پانے والوں کو بے گناہ قرار دیا جاتا رہا۔ماضی میں رحمت، سلامت اور منظور مسیح نے گوجرانوالہ کے نواح میں مسجد کی دیوار پر توہین آمیز چاکنگ کی۔ایک پیشی کے وقت ان پر حملہ ہوا تو ایک ملزم منظور مارا گیا۔بعد میں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو جسٹس (ر) عارف اقبال بھٹی نے سیشن کورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے بری کر دیا تھا اور وہ جرمنی چلے گئے تھے (یعنی دونوں کو جرمنی فرار کروادیا گیا)۔یاد رہے کہ مذکورہ جج کو ریٹائرمنٹ کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔

یہ سب اس کفریہ نظام کی وجہ سے ہی ممکن ہوا کہ جس کا کام ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کی پشت پناہی کرنا ہے۔وہ لوگ جن کو نیچے اور ذلیل بن کر رہنا اور جزیہ دے کر جان بخشی کا حکم ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کی جرات کرتے ہیں۔ایک مسلمان کے لیے اہمیت قانون کی نہیں بلکہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو اس کے لیے ایمان کا مسئلہ ہے۔ناموس رسالت کسی قانون کا پابند نہیں نہ ہی اس کے لیے کسی قانون کی ضرورت ہے۔قانون کے ہوتے ہوئے بھی اگر ناموس رسالت کا دفاع نہ ہو سکے تو تف ہے ایسی تمام دفعات پر جو الٹا مجرم کو تحفظ فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں۔توہین رسالت کے لیے ایک ہی سزا ہے جو کہ دور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ثابت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مجرم کو نہیں بخشا گیا۔پاکستان میں اس جرم کی سزا کو قانون کا پابند کر کے مجرموں کے ہاتھ مضبوط کیے گئے ہیں ورنہ شاتم رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے نہ تو امت کسی قانون کی پابند ہے نہ ہی کسی دنیاوی حکم کی،اس کے لیے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے، اور سزا کا شرعی طریقہ کار بھی۔امت میں غازی علم دین شہید اور غازی عبدالقیوم کا کاروان بھی موجود ہے، جو اپنے جلو میں عامر چیمہ شہید جیسی موجودہ دور کی زندہ مثالیں بھی رکھتا ہے۔نہیں ہے تو وہ نظام نہیں ہے جو کفر اور ایمان کی تفریق کر دے۔

توہین رسالت بمقابلہ توہین عدالت!

اس سلسلے میں کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ کفریہ نظام کو چلانے والی یہ عدالتیں کتنی معتبر، معزز اور مقدس ہیں کہ ان کی توہین کرنے والے کو باقاعدہ سخت سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔لیکن توہین رسالت کا قانون بھی اس قدر مظلوم ہے کہ اس پر ہر کوئی رائے زنی کر کے اپنے آپ کو فقہ کا عالم ثابت کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔یہ نظام باطل کے شجرہائے خبیثہ کی خباثتیں ہیں جو امر بیل کی طرح امت مسلمہ سے چمٹ گئی ہیں کہ آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا تحفظ بھی ممکن نہیں رہا جبکہ ذلیل لوگوں کی گردنیں مارنے والوں کو تکذیب کا نشانہ بنایا جارہاہے۔

گستاخانِ رسول اور ان کا انجام:

آیئے! دیکھتے ہیں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والوں سے کیا سلوک کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے توہین رسالت پر کیا رویہ اختیار کیا، تابعین اور ائمہ نے کیا ردعمل ظاہر کیا اور گستاخِ رسول سے کیا سلوک کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شانِ نبوت میں گستاخی کرنے والے بعض مردوں اور عورتوں کو بعض مواقع پر قتل کروایا، کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دے کر اور کبھی پوری منصوبہ بندی کے ساتھ روانہ کر کے۔کبھی کسی صحابی نے حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خود گستاخِ نبی کے جگر کو چیر دیا اور کبھی عزم کر لیا کہ خود زندہ رہوں گا یا گستاخِ نبی زندہ رہے گا۔کبھی نذر مان لی کہ فلاں گستاخ کو ضرور قتل کروں گا۔جو گستاخ مسلمانوں کی تلوار سے بچے رہے، انہیں اللہ جل شانہ نے عذابوں میں مبتلا کیا، رسوائیوں کا شکار رہے، قبر نے اپنے اندر رکھنے کے بجائے باہر پھینک دیا کہ عبرت کا نمونہ بن جائے۔

عصما بنت مروان کو عمیر بن عدی نے قتل کیا۔یہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھی، اس متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’اس عورت سے کون نمٹے گا؟‘‘۔عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ، جن کی بینائی بھی کمزور تھی، نے اس عورت کو اس حالت میں قتل کیا کہ ایک بچہ اس کے سینے پر تھا جسے وہ دودھ پلا رہی تھی۔عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اس عورت کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ یہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی

ہے۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے بچے کو اس سے الگ کر دیا پھر اپنی تلوار کو اس کے سینے پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ وہ تلوار اس کی پشت سے پار ہو گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس صحابی کے بارے میں فرمایا "تم ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرتے ہو، جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی مدد کی ہے، تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو، اسے نابینا نہ کہو، یہ بینا ہے"۔ (الصارم المسلول)

ابو عفک یہودی 'جو کہ ۱۲۰ سال کا بوڑھا اور ضعیف العمر تھا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتا تھا' کو سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اسی طرح ایک یہودی عورت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دشنام طرازیاں کیا کرتی تھی' کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

ابورافع یہودی جو کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض اور دشمنی رکھتا تھا اور لوگوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی پر ابھارتا تھا کو قتل کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چند انصاری صحابہ کو بھیجا، جنہوں نے اُسے قتل کیا۔ ایک اور یہودی سردار کعب بن اشرف کی ایذا رسانیوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ ستا رہا ہے"۔ اس دشمن اسلام کو اسی جرم کی بنا پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

ایک نابینا صحابی کی باندی تھی جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی، جب ایک رات اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنی شروع کی تو اس نابینا صحابی نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا، وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا۔ پھر صبح وہ صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اُس باندی کو مار چکا ہوں، یہ آپ کو گالیاں دیتی تھی اور گستاخیاں کرتی تھی، میں اسے روکتا تھا وہ رکتی نہ تھی، میں دھمکاتا تھا وہ باز نہ آتی تھی اور اس سے میرے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں وہ مجھ پر مہربان بھی تھی لیکن آج رات جب اس نے آپ کو گالیاں دینی اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اسے مار ڈالا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو گواہ رہو! اس کا خون بے بدلہ (بے سزا) ہے۔ (ابو داؤد)

فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے شاتم رسول ابن خطل کو قتل کیا۔ اس کی دونوں لونڈیوں کو بھی قتل کیا گیا جو شان رسالت میں لکھے گئے گستاخانہ اشعار کو پڑھا کرتی تھیں۔ ابن خطل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اگر کعبۃ اللہ کے پردوں میں بھی پناہ لیے ہوئے ہو تو اُسے قتل کیا جائے۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور کی توہین کرنے والا مباح الدم (جس کا خون بہانا جائز ہو) بن جاتا ہے۔ اگر عورت بھی گستاخی کی مرتکب ہو تو اس کی سزا میں کمی واقع نہ ہو گی، شرعی حد کے طور پر قتل ہی کی جائے گی۔

ناموس رسالت اور صلیبیوں کا بغض:

جیسا کہ قرآن خود بیان کرتا ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ

"جو نفرت ان کافروں کی زبانوں سے ظاہر ہے وہ تو تم کو معلوم ہے اور جو بغض ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ بہت زیادہ ہے"۔

یہود و نصاریٰ روزِ اول ہی سے شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں نازیبا کلمات کہتے چلے آرہے ہیں۔ کبھی یہودی عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔ کبھی کافر مردوں نے گستاخانہ قصیدے کہے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار پڑھے اور کبھی نازیبا کلمات کہے۔ (اُس زمانے میں شاعری کا دور دورہ تھا، کسی کی ہجو کہی جاتی تھی، آج کافروں نے توہین کا انداز بدل دیا ہے اور فلموں، کارٹونوں اور خاکوں کے ذریعے مذاق اڑایا جاتا ہے)۔ لارس ولکس، فلیمنگ روز، کرسٹن جسٹ، گرٹ ولڈرز، سلمان رشدی، کرٹ ویسٹر گارڈ، آیان ہرسی علی، اُلف جانسن، مولی نورس سمیت لاتعداد شیطان صلیبی دنیا کی آشیر باد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر طعن و تشنیع کے تمام حربے آزما رہے ہیں۔

توہین رسالت صلیبی جنگوں کا ایک تسلسل ہے۔ جس کے تحت ایمان و عقائد پر حملے کر کے امت کو ذہنی و جذباتی طور پر مضمحل کرنا ہے۔ توہین رسالت کے ذریعے احکامات ربانی کا مذاق اڑانا، تمام انبیا کی توہین کرنا، اور دین اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینا' اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ یہ وحشی، اپنے کفر میں اتنے بڑھ چکے ہیں کہ اگر ان کو روکنے والے ہاتھ نہ ہوں اور ان پر اللہ کی لعنت نہ ہوتی تو یہ کوئی جگہ ایسی محفوظ نہ چھوڑتے جہاں مسلمان سجدہ بھی کرنے کے قابل ہوتے۔ اسلام کی مستحکم بنیادوں سے لرزاں کفار اپنے نظام باطل کی کمزور عمارت کا بوجھ اٹھائے، اسلام کو اپنی چند کمزور پھونکوں سے مٹانا چاہتے ہیں۔ یہ خائف ہیں تو دراصل اس نظام سے جو مظلوموں کو ان کے ظالمانہ چنگل سے نکال دے گا، جو اللہ کی حاکمیت قائم کر کے ان جھوٹے خداؤں کے بت پاش پاش کر دے گا۔ لہٰذا جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو اپنی گندگی اور خبثِ باطن کو اپنے الفاظ، خیال، قلم کے ذریعے باہر لے آتے ہیں تاکہ دیکھ سکیں کہ امت میں اب بھی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی رمق باقی ہے یا نہیں؟ اور کتنے کلمہ گو ہیں جو اپنے ایمانوں کا سودا ان صلیبیوں سے کر چکے ہیں!

☆☆☆☆☆

عقل تمام بولہب

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

بولہب، اولین شاتم رسولؐ کا بیٹا عتیبہ، شام کے سفر پر جانے سے پہلے آیا۔ النجم کی آیات کا انکار کرتے ہوئے آپؐ کی طرح منہ کر کے تھوکا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا دی:

"اے اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے"۔

شام کے سفر میں پڑاؤ ڈالا۔ ابولہب بد دعا سے خوفزدہ تھا۔ بیٹے کو اونٹوں کے پہرے میں محفوظ کر کے سلایا۔ رات کو شیر آیا، سب کے منہ سونگھتا ہوا عتیبہ تک پہنچا۔ سر پکڑ کر ذبح کر ڈالا۔ چیر پھاڑ گیا۔ گستاخ رسول پر پہلی سزائیں اللہ نے خود نافذ فرمائیں۔ پہلے بیٹے اور بعد ازاں خود ابولہب پر عبرتناک موت کی صورت۔ یہاں تک مدینہ کی ریاست قیام ہونے پر شاتم رسول کی سزا قانوناً نافذ ہوئی۔ کعب بن اشرف، ابورافع جیسے یہودی سرداروں اور دیگر ملعونین پر لاگو کی گئی۔ امام مالکؒ کے قول کے مطابق:

"اس امت کے باقی رہنے کا کیا جواز ہے جس کے نبی کو سب وشتم کا نشانہ بنا ڈالا جائے"۔

سو 'شان رسالتؐ امت، ملت، مملکت کی بقا کا سوال ہے۔ شاتم رسول کا جرم روئے زمین پر سب سے بڑا جرم ہے۔ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کعب بن اشرف کے قتل پر شکوہ کیا۔ (خوف کی لہر دوڑ گئی تھی ان کے رگ وپے میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو فرمایا۔ وہی عین توہین رسالت کا قانون بھی ہے۔

"اس نے ہمیں نقصان پہنچایا۔ شاعری میں ہماری ہجو کی۔ اب تم میں سے جو کوئی یہ کام کرے گا ہم اس سے تلوار سے نمٹیں گے۔ یہ کفر نہیں گستاخی کی وجہ سے قتل ہوا"۔

اس زمین پر سب سے بڑا جرم توہین رسالت ہے۔ جس پر مذاکرات، معافی، مفاہمت نہیں ہے۔ اسی لیے کفار و یہود کو ایک دستاویز پر دستخط کے لیے بلایا کہ وہ جان لیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں بولیں گے۔ یہ جرم ہے۔ جو زبان سے اذیت دے گا۔ اس کا خون محفوظ نہیں۔ ہولوکاسٹ (یہود کی نسل کشی) کی عصمت پر شک کرنا جرم ہے۔ یہود نے دنیا کو پڑھا دیا۔ جو آزادیٔ اظہار ہولوکاسٹ پر گھگھیا جاتی دم سادھ لیتی ہے۔ رواداری برداشت، پر امن بقائے باہمی کے بھاشن نہیں دیتی، اسے شان رسالت بھی پڑھنی پڑے گی۔

؎ عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بولہب!

تمام احتیاط برتتے ہوئے، پھونک پھونک کر قدم رکھتے آسیہ ملعونہ کا کیس لاہور ہائی کورٹ تک پہنچا۔ تمام تر گواہیوں اور آسیہ کے بیانات / اقرار کی روشنی اور شفاف مقدمے میں اسے سزائے موت سنائی گئی۔ اور پھر یکایک قانون وانصاف پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ۲۹۵-سی کا گلا گھونٹتے ہوئے آسیہ بری ہو گئی۔ اچانک، یکایک!

ممتاز قادری پر تو دن رات ایک کر کے پھانسی کی سزا صادر ہو گئی۔ آسیہ پر پورے دس سال لگا دیے اور پھر جو رہائی دی تو پورا مغرب کھکھلا اٹھا۔ داد وتحسین کے ڈونگرے برسنے لگے۔ براؤن صاب میڈیا (پرنٹ، سوشل) نے خوشیاں منائیں۔ شاباش دی! لیکن ایسا کیوں ہے کہ سارے چینلز کو سانپ سونگھ گیا۔ گڑھے میں گری گائے پر بریکنگ نیوز لگانے والے۔ اس کاریسکیو آپریشن براہ راست نشر کرنے والوں نے گڑھے سے نہلا دھلا کر نکالی جانے والی آسیہ بی بی، اور اس پر قوم کا ردعمل کیوں نہ دکھایا؟ فیصلہ جاری ہونے سے پہلے ہی سرکاری طور پر میڈیا کی زبان بندی کر دی گئی۔ اگر یہ فیصلہ شفاف اور برحق تھا تو ڈر کیسا؟ ذی شعور قوم نے اتنا شدید ردعمل کیوں دیا؟ تادم تحریر دو دن ہو گئے۔ پورا ملک معطل ہو گیا۔ قومی شاہراہیں، مارکیٹیں بند، سکول کالج بند، امتحانات منسوخ، ٹرانسپورٹ بند، سگنل بند، دفعہ ۱۴۴ لاگو۔ ملک بھر سراپا احتجاج۔ اگر آپ فیصلے پر اتنے پر اعتماد ہیں تو آپ نے میڈیا کا منہ کیوں باندھے رکھا؟ اگر یہ فیصلہ مبنی بر انصاف تھا تو قوم بیک زبان اتنی سیخ پا اور برہم کیوں؟ وزیر اعظم کہتے ہیں:

"ریاست سے جنگ نہ کریں، نہ ٹکرائیں"۔

آپ ریاست مدینہ کے نام لیوا، اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی جنگوں کے متحمل ہو سکتے ہیں؟ سودی نظام والی جنگ تو جاری ہی تھی۔ (البقرۃ ۲۷۸-۲۷۹) اب روئے زمین پر افضل الخلائق، سید الانبیاء، خاتم النبیین، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس ایک چھوکری کے ہاتھ بیچ دی؟ زبان کپکپاتی، وجود لرزتا اور جگر پاش پاش ہوتا ہے ہر صاحب ایمان کا۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تھا (ارتداد کی لہر پر)

ایبدل ،الدین وانا حی

"کیا میرے جیتے جی دین بدل دیا جائے گا؟"

آج بحمد للہ ہر ذی شعور (سوائے جہلاء کے) اسی تپش کو اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے اٹھ گیا ہے۔ بلا استثناء تمام دینی جماعتیں یک زبان ہیں، یہ سیاسی ایشو نہیں ہے (اسی لیے

سیاستدان تو اب بھی سیاست ہی کر رہے ہیں۔ حکومت، اپوزیشن ایک عرصے بعد یک جا مفاہمتی انداز میں ہنستے مسکراتے دیکھے جاسکتے ہیں) آسیہ بی بی پر اتفاق رائے کی تصویر دیکھ لیجئے۔ کمزور ترین ایمان کا مسلمان بھی اہانت رسول قبول نہیں کر سکتا۔

ادھر حکومتی اہتمام ملاحظہ ہوں۔ آسیہ کا خاندان پہلے ہی برطانیہ جاچکا۔ یہ معزز مہمان بن کر اب اپنی قیمتی متاع، ملعونہ آسیہ کو لے جانے پاکستان آئے ہیں۔ مکمل حفاظتی پروٹوکول کے ساتھ ان کا استقبال کیا جاچکا۔ آسیہ جیل سے سیدھا بذریعہ سرکاری ہیلی کاپٹر ایئرپورٹ پہنچادی جائے گی۔ (دی نیوز: یکم نومبر' کے گمان، قیاس آرائی کے مطابق)۔

اقلیتوں سے حسن سلوک پر نوبل پرائز سے بھی بڑا انعام ان حکومتوں کا حق ہے۔ شانِ رسالتؐ ہی قربان نہ کی، ایک بھاری بھرکم گورنر نے اپنی جان اس دیہاتی عورت پر نچھاور کردی۔ ایک عاشقِ رسول کو اس کی خاطر تختۂ دار پر چڑھادیا۔ عوام میں جس کی مقبولیت کا یہ عالم کہ تمام تر حکومتی رکاوٹوں، میڈیائی بلیک آؤٹ کے باوجود اس گئے گزرے دور میں بھی لوگ اُمڈے چلے آئے۔ عاشقانِ عاشقِ رسولؐ نے شہیدِ ناموسِ رسالت کا جنازہ پڑھا۔ حد نظر تک انسانوں کا سیلاب تھا!

کیا عدالتوں میں شک کے سارے فائدے، دینِ اسلام کے امن و درگزر کے سارے حوالے گستاخانِ رسالت ہی کے لیے ہیں؟ اس چھوکری کے مقابل وہ ہماری ایک بیٹی عافیہ جرم بے گناہی کے ۸۱ سال کاٹنے کو پھینک رکھی ہے؟ جس کے ۲۰ لاکھ ڈالر امن پسند ہضم کر گئے! اس فیصلے نے قوم کو بڑا واشگاف پیغام دیا ہے۔ ۲۹۵ سی عملاً فریز کیا جاچکا۔ آئندہ فیصلہ خود ہی چکا دینا۔ ہمارے پاس لاؤ گے تو ہم اس گھناؤنے جرم کو شاباش کی تھپکی دینے پر مجبور ہیں۔ یوں بھی حکومتی مجبوری سمجھنی چاہیے۔

ریمنڈ ڈیوس کیس میں حکمرانوں کی شرمناک فدویت یاد کرلو۔ بلا استثناء تمام حکمران کرسی پر بیٹھنے سے پہلے ایمان، جرأت، غیرت، نظریہ، قومی ملی حمیت سے ہاتھ دھو لیتے ہیں تو بیٹھ پاتے ہیں۔ اسی لیے آسیہ کیس میں تمام کرسی طلب ایک پیج پر ہیں! توہین رسالتؐ کا ہر مجرم، اسلام دشمنی کا ہر سورما مغرب میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ پاکستان نے انہیں معزز مہمان بنا کر مکمل تحفظ دیا مغرب نے آؤ بھگت کی۔ گستاخی کے عالمی ایجنڈے پر ہمارا اہر لیڈر حصہ دار بنا۔

یہ تیرے عشق کے دعوے، یہ جذبۂ بیمار
یہ اپنی گرمیٔ گفتار، پستیٔ کردار!

یوں بھی یہ سانحہ ۳۱ اکتوبر کو پیش آیا ہے۔ مغربی دنیا میں یہ "ہیلووین" (جنات، بلاؤں، بھوتوں) کا دن ہے شیطان پرستوں کا دن ہے۔ شیطانی چرچ کے بانی کے مطابق، اپنی سالگرہ کے بعد یہ شیطانی مذہبی رسومات کا اہم ترین دن ہے۔ اسے ان کے ہاں شیطان کی سالگرہ کا دن بھی گردانا جاتا ہے۔ پاکستان میں چند سالوں سے ہم نے مغربی تہذیبی لنڈا بازار سے جو تہوار خرید کر سجائے ہیں یہ ان میں سے ایک ہے۔ جس پر نوجوان، عیش کوش طبقے کے چھوٹے بڑے، شیطانی خوفناک حلئے بناتے، آگ جلاتے، خوفناک فلمیں دیکھتے ہیں۔ گورے تو ایک آدھ دن ہی منا کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں "ہیلوین" ہفتہ بھر جاری رکھنے کے پروگرام سوشل میڈیا پر موجود ہیں۔

۲۶ اکتوبر تا ۳ نومبر کے تماشے موجود ہیں۔ خوف بھری تفریح کیجئے، مہنگے ریسٹورانٹوں، ہوٹلوں، پوش علاقوں، نجی سکولوں یونیورسٹیوں میں۔ سو حکومتی عدالتی سطح پر یہ شیطانیت آسیہ کی رہائی کی صورت سامنے آگئی سوئے اتفاق سے ہماری خوش باش نوجوان نسل کو ان تماشوں میں لگا کر دینی حمیت شل کرنے کے سارے اہتمام فراہم ہیں۔ مغرب میں اس کا مآل دیکھئے۔ وسطی فلوریڈا میں، گیارہ بارہ سالہ دو لڑکیاں، جو شیطان پرست تھیں، سکول چاقو لے کر آئیں۔ (پکڑی گئیں بروقت) خوفناک فلم دیکھ کر منصوبہ بنایا تھا، چھوٹے طلباء کو پکڑ کر ان کا خون پینے اور گوشت کھانے کا، بعد ازاں خود کو بھی چاقو سے قتل کرنا تھا۔

ہمارے ہاں ابھی ایمان سے فراغت پانے کے مراحل جاری ہیں۔ یوم کشمیر پر اخبار میں ایک تصویر تھی۔ کشمیریوں پر بھارتی مظالم کی تصویری نمائش کی۔ شریک لڑکیاں کالے دیدہ زیب، کھلے گلے والے کشمیری نوعیت کے (ڈرامائی انداز) لباس زیب تن کئے، خود نمائی کا شاہکار بنی، نمائش میں تصاویر ملاحظہ فرمارہی تھیں۔ مظلوم کشمیری خواتین، نوجوانوں، بچوں کے خونچکاں حال پر بے دردی، بے بسی کا یہ عالم، کشمیر سے ہماری ہمدردی، یک جہتی، غم خواری کا مذاق ہی اڑایا گیا۔ چند نمائشی اقدامات، بیانات، مظاہرے ڈرامے۔ ہمارے سیرت و کردار کس درجہ مسخ ہوگئے۔ نظریہ جاتا رہا۔ دنیا کے پجاری، حرص و ہوس مجسم، ایسے میں اسرائیلی طیاروں کا شوشہ، بڑھتے پھیلتے گریٹر اسرائیل کے لیے اقدامات (جو مشرق وسطیٰ کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں) کا حصہ ہیں۔ پتھر پھینک کر لہریں گننے کا عمل ہے۔ فیلرز چھوڑے جاتے ہیں ایک دیوانی قوم کا ردعمل جانچنے کو!

☆☆☆☆☆

توہین رسالت کی سزا: احادیث کی روشنی میں

مولوی غیاث الدین

ان دنوں گستاخیِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دنیا بھر میں ایک ہنگامہ برپا ہے، اور عالم کفر اظہارِ رائے کی آزادی کے نام پر ناپاک جسارت کرنے پر تُلا بیٹھا ہے کہ وہ دنیا کی مقدس ومتبرک ترین شخصیت کی من مانی توہین کی اجازت حاصل کرے۔ اس مسئلہ کی دیگر تفصیلات سے قطع نظر ذیل میں ان احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں دورِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں توہین رسالت کرنے والوں کے واقعات درج ہیں کہ رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسے گستاخان کے ساتھ خود کیا سلوک روا رکھا؟

یہ احادیث جہاں ایک مسلمان کے ایمان وایقان کو تازہ کرتی ہیں، وہاں اسلام کے اہانت انبیاپر غیر متزلزل موقف کی بھی عکاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اپنے نبی کے حقوق پورے کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ نَبِيًا قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابَهُ جُلِدَ(الصارم المسلول، ص ۹۲)

"جس نے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے کسی صحابی کو گالی دی، اسے کوڑے مارے جائیں گے۔" (احکام اہل الذمہ لابن قیم ۱/۲۷۵)

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"اگر اس حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کریم کو گالی دینے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کیا جائے گا، نیز یہ کہ قتل اس کے لئے حدِ شرعی ہے"۔

اس سلسلے میں مختلف صحابہ کرام (رضی اللہ تعالی عنہما) کے فرامین حسبِ ذیل ہیں:

حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فرمان ہے:

لا واﷲ ما كانت لِبَشر بعد محمد (صلى الله عليه وسلم) (سنن ابوداؤد: ۴۳۶۳"صحيح")

"اپنی توہین کرنیوالے کو قتل کروادینا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ کسی کے لئے روا نہیں ہے"۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس ایک آدمی لایا گیا کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برا بھلا کہتا تھا تو فرمایا:

من سبَّ اﷲ أو سبَّ أحدا من الأنبياء فاقتلوه (الصارم المسلول: ص۴۱۹)

"جس نے اللہ کو یا انبیائے کرام (علیہم السلام) میں سے کسی کو گالی دی تو اسے قتل کر دیا جائے"۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حکم دیا کہ

"جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کی، اس کی گردن مار دی جائے"۔ (مصنف عبد الرزاق: ج۵/ص۳۰۸)

حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فرمان ہے:

أَيُّمَا مُسْلِمٍ سَبَّ اﷲِ وَرَسُولَهُ أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الأَنْبِيَائِ فَقَدْ كَذَبَ بِرَسُولِ اﷲِ (صلى الله عليه وسلم) وَہِیَ رِدَّةٌ يُسْتَتَابُ فَإِنْ رَجَعَ وَإِلاَّ قُتِلَ وَأَيُّمَا مُعَاہِدٍ عَانَدَ فَسَبَّ اﷲ أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الأَنْبِيَاءِ أَوْ جَہَرَ بِهِ فَقَدْ نَقَضَ الْعَہْدَ فَاقْتُلُوهُ(زاد المعاد ۶۰/۵)

"جس مسلمان نے اللہ یا اس کے رسول یا انبیا میں سے کسی کو گالی دی، اس نے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کی، وہ مرتد سمجھا جائے گا اور اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر وہ رجوع کرلے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اور جو معاہدہ کرنے والا شخص خفیہ یا اعلانیہ، اللہ یا کسی نبی کو بُرا کہے تو اس نے وعدے کو توڑ دیا، اس لئے اسے قتل کر دو"۔

اسی حوالے سے دورِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واقعات اور ان پر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ردّ عمل ملاحظہ فرمائیں:

واقعہ کعب بن اشرف:

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں! محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے میں اس سے کچھ بات کروں (یعنی میں اس سے مصلحت کے مطابق باتیں کروں، جن سے آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی برائی تو ہو گی، لیکن اس سے وہ میرا اعتبار کر لے گا) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہہ! (جو مصلحت ہو)۔ وہ کعب کے پاس آئے، اس سے باتیں کیں، اپنا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بیان کیا اور کہا کہ اس شخص (یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)) نے صدقہ لینے کا ارادہ کیا ہے اور ہمیں تکلیف میں ڈال دیا ہے۔ جب کعب نے یہ سنا تو کہنے لگا: بخدا ابھی تم کو اور تکلیف ہو گی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: اب تو ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے اور اس کو اس وقت تک چھوڑنا بُرا معلوم ہوتا ہے، جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لیں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے ایک وسق یا دو وسق قرض دے دو۔ کعب نے کہا: تم کیا چیز گروی رکھو گے؟ محمد بن مسلمہ نے پوچھا: تو کیا چاہتا ہے؟ کعب نے کہا: تم اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: تم تو عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت ہو، ہم اپنی عورتیں کیونکر تیرے پاس گروی رکھ دیں؟ کعب نے کہا: اچھا! اپنی اولاد گروی رکھ دو۔ محمد نے کہا: ہمارے بیٹے کو لوگ طعنہ دیں گے کہ کھجور کے ایک وسق کے لئے گروی رکھا گیا تھا۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں گے۔ کعب نے کہا: ٹھیک ہے! پھر محمد بن مسلمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ میں حارث (بن اوس)، ابو عبس بن حبیب اور عباد بن بشر کو لے کر آؤں گا۔ یہ آئے اور رات کو اسے بلایا۔ جب وہ ان کی طرف جانے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: مجھے ایسے لگتا ہے جیسے اس آواز سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے کہا واہ! یہ تو محمد بن مسلمہ اور اس کا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہیں اور باہمت مرد کا کام یہ ہے کہ اگر رات کو بھی اسے لڑائی کے لئے بلایا جائے تو چلا آئے۔ محمد (بن مسلمہ) نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ جب کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا اور جب وہ میری گرفت میں آجائے تو تم اپنا کام کر جانا۔ پھر کعب خوشبو لگائے ہوئے آیا تو اُنہوں نے کہا: تم سے کتنی عمدہ خوشبو آرہی ہے۔ کعب نے کہا: ہاں! میرے ہاں فلاں عورت ہے جو عرب کی سب عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اگر تم اجازت دو تو میں تمہارا سر سونگھ لوں۔ کعب نے کہا: ہاں اجازت ہے! محمد نے اس کا سر سونگھا، پھر پکڑا پھر سونگھا پھر کہا: اگر اجازت دو تو دوبارہ سونگھ لوں؟ اور اسے اچھی طرح تھام لیا پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: اس کا کام تمام کر دو! اُنہوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر دی"۔

(صحیح مسلم ۱۸۰۱، بخاری ۴۰۳۷)

نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کا اپنی گستاخ لونڈی کو قتل کرنا:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ایک نابینا شخص تھا، اس کی ایک (امّ ولد) لونڈی تھی جس سے اس کے دو بچے تھے، وہ اکثر اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بُرا بھلا کہتی۔ نابینا اسے ڈانٹتا لیکن وہ نہ مانتی، منع کرتا تو وہ باز نہ آتی۔ ایک رات اس نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کرتے ہوئے بُرا بھلا کہا، وہ شخص کہتا ہے: مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں نے خنجر اٹھایا اور اس کے پیٹ میں دھنسا دیا، وہ مر گئی۔ صبح جب وہ مردہ پائی گئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں اسے خدا کی قسم دیتا ہوں جس پر میرا حق ہے (کہ وہ میری اطاعت کرے) جس نے یہ کام کیا ہے وہ اٹھ کھڑا ہو، یہ سن کر وہ نابینا گرتا پڑتا آگے بڑھا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ میرا کام ہے، یہ عورت میری لونڈی تھی اور مجھ پر بہت مہربان اور میری رفیق تھی۔ اس کے بطن سے میرے دو ہیرے جیسے بچے ہیں، لیکن وہ اکثر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بُرا کہتی تھی، میں منع کرتا تو نہ مانتی، جھڑکتا تو بھی نہ سنتی، آخر گزشتہ رات اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تذکرہ کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گستاخی کی، میں نے خنجر اٹھایا اور اس کے پیٹ میں مارا، یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: سب لوگو گواہ رہو، اس لونڈی کا خون رائیگاں ہے"۔ (صحیح سنن نسائی: ۳۷۹۴، سنن ابو داود: ۴۳۶۱ 'صحیح')

عمیر بن اُمیہ کا اپنی گستاخ بہن کو قتل کرنا:

حضرت عمیر بن اُمیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ایک بہن تھی۔ جب یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانے کے لئے نکلتے تو یہ اُنہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں اذیت دیتی اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی دیتی، وہ مشرک تھی۔ ایک دن عمیر نے اس کے لئے تلوار لپیٹ کر ساتھ اٹھالی اور اس کے پاس آئے اور اس سے قتل کر دیا۔ اس عورت کے بیٹے کھڑے ہو گئے اور چیخنے لگے اور کہنے لگے: ہمیں معلوم ہے،

اسے کس نے قتل کیا؟ یہ کیسے ہوا کہ ہماری ماں قتل کر دی گئی جبکہ ان لوگوں کے ماں باپ بھی مشرک ہیں؟ جب عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خطرہ لاحق ہوا کہ وہ کہیں اس کے قاتل کی بجائے کسی دوسرے کو قتل نہ کر دیں تو وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور سارے معاملے کی خبر دی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کیا تو نے اپنی بہن کو قتل کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: تو نے اسے کیوں قتل کیا ہے؟ عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا: وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بُرا بھلا کہہ کر مجھے تکلیف دیتی تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس عورت کے بیٹوں کی طرف پیغام بھیج کر، ان سے قاتلوں کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کسی اور کا نام لیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں صحیح قاتل کے بارے میں بتایا اور اس عورت کا خون رائیگاں قرار دیا۔ (مجمع الزوائد ۶/ ۲۶۰)

بنو خطمہ کی گستاخ عورت کا قتل:

"حضرت عبد اللہ بن حارث بن فضل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

"عصما بنتِ مروان جو بنو اُمیہ بن زید خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور یزید بن زید بن حصین خطمی کی بیوی تھی۔ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا پہنچاتی، اسلام پر عیب جوئی کرتی اور لوگوں کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف اُبھارتی تھی اور اکثر یہ اشعار پڑھا کرتی تھی: "بنو مالک، نبیب اور عوف کی سرین اور بنو خزرج کی سرین کی تم پیروی کرتے ہو۔ کیا وہ تمہیں دوسرے سے پناہ دیتی ہے، جبکہ نہ اس سے مراد پوری ہوتی ہے اور نہ بچہ جنم لیتا ہے۔ تم سروں کے کٹنے کے بعد اس سے ایسے ہی امید کرتے ہو جیسے گوشت بھننے کے لئے لگائی گئی سلاخ سے شوربے کی اُمید کی جائے"۔

عمیر بن عدی خطمی کہتے ہیں:

"جب اس عورت کے یہ اشعار اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ترغیب مجھ تک پہنچی تو میں نے نذر مان لی کہ اے اللہ! اگر تو نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ لوٹا دیا تو میں اس عورت کو ضرور قتل کروں گا۔ اس روز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بدر میں تھے۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس آئے تو عمیر بن عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رات کی تاریکی میں اس کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس وقت اس کے ارد گرد اس کے بچے سوئے ہوئے تھے جن میں سے ایک کو وہ اپنا دودھ پلا رہی تھی۔ جب اس نے اپنے ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو اس کو لگا کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ عمیر نے بچہ اس سے علیحدہ کیا اور اپنی تلوار اس کے سینے پر رکھی اور اس کے پیٹ کے پار اُتار دی۔ پھر وہ وہاں سے نکلے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب نماز سے فارغ ہوئے اور عمیر کی طرف دیکھا تو فرمایا: کیا تو نے مروان کی بیٹی کو قتل کر دیا ہے؟ عمیر نے جواب دیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان ہوں۔ عمیر کو ڈر محسوس ہوا کہ کہیں اس کے قتل کی وجہ سے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ناراض نہ ہوں۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اس کا مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس بارے میں کوئی دو رائے نہیں۔ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے یہ محاورہ پہلی مرتبہ سنا تھا۔ عمیر کہتے ہیں! پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اگر تم کسی ایسے آدمی کو دیکھنا پسند کرو جس نے غیب میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت کی ہے تو عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عدی کو دیکھ لو۔ عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ اس نابینے کی طرف دیکھو جو کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت میں چلتا ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اسے نابینا مت کہو یہ تو بینا ہے۔ عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت سے واپس لوٹے تو اپنے بیٹوں کو لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر اسے دفن کرتے ہوئے پایا، جب ان لوگوں نے انہیں مدینہ کی جانب سے آتے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: اے عمیر! کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟ عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا: ہاں! چاہو تو تم سب میرے خلاف تدبیر کر لو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم سب بھی وہی بات کہو جو اس نے کہی تھی تو میں تم سب کو اپنی تلوار سے قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا۔ یہی وہ دن تھا کہ بنو خطمہ قبیلے میں اسلام غالب ہوا اور نہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنی قوم کے ڈر سے اسلام کو حقیر سمجھتے تھے"۔

(المغازی للواقدی ۱/ ۱۷۳، ۱۷۴؛ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ۹۴، ۹۵، مجمع الزوائد: ۶/ ۲۶۰)

عبد اللہ بن خطل اور عبد اللہ بن ابی سرح کا واقعہ:

یہ شخص پہلے مسلمان ہو گیا تھا، آپ نے اسے عاملِ زکوٰۃ بنا کر بھیجا تو صدقات وصول کرنے کے بعد راستے میں اپنے غلام سے ناراض ہو کر اسے قتل کر دیا اور خود مرتد ہو گیا۔ صدقات کے اونٹ ساتھ لے گیا اور جا کر مشرکین مکہ سے مل گیا۔ یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں ہجو گوئی کیا کرتا اور اپنی دو لونڈیوں کو کہتا کہ ان اشعار کو گا کر لوگوں کو سناؤ۔ قرتنی اور قریبہ اس کی لونڈیوں کے نام تھے۔ جن میں سے ایک ماری گئی اور دوسری نے امان کی درخواست کی جسے امان دے دی گئی۔ (الصارم المسلول: ۱۳۲، زرقانی شرح موطا: ۲/ ۳۱۵، ۳۱۴، المغازی: ۲/ ۸۶۰، ۸۵۹)

جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چار اشخاص اور دو عورتوں کے ماسوا سب کو امان دے دی۔ مُصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

”ان افراد کو جہاں بھی پاؤ حتیٰ کہ کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہوئے بھی ملیں تو ان کو قتل کر دو: عکرمہ، عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح“۔

چنانچہ سعید بن حریث اور عمار بن یاسر نے عبد اللہ بن خطل کو (بیت اللہ کے پردوں پر لٹکا) پالیا تو سعید نے زیادہ جوان ہونے کی وجہ سے عمار پر سبقت کر کے اسے قتل کر دیا... جبکہ عبد اللہ بن سرح نے حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس پناہ لے لی۔ پھر جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا تو حضرت عثمان نے عبد اللہ کو وہاں پیش کر دیا اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سفارش کی کہ اس سے بیعت فرمالیجئے۔ آپ نے تین بار سر اُٹھا کر عبد اللہ بن سرح کو دیکھا لیکن اس کا اسلام قبول نہ کیا، آخر کار تیسری بار اس سے بیعت کر لی۔ پھر اپنے صحابہ سے گویا ہوئے: کیا تم میں کوئی سمجھ دار شخص نہیں تھا کہ جب میں عبد اللہ کی بیعت قبول کرنے سے انکار کر رہا تھا تو وہ عبد اللہ کو قتل کر دیتا؟ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے جواب دیا: ہمیں کیسے اس بات کا پتہ چلتا (کہ اس کو قتل کر دیا جائے)؟ آپ ہمیں آنکھ سے ہی اشارہ فرما دیتے تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب دیا کہ ”کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آنکھوں سے اشارے کرے۔“ فتح الباری میں عبد اللہ بن ابی سرح کا جرم ارتداد ذکر کیا گیا ہے۔ (۱۲/ ۹۵) جبکہ بعض دیگر کتبِ سیرت میں اس کو توہین رسالت کا مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۰۷۲، بخاری: ۱۸۴۶)

☆☆☆☆☆

بقیہ: نیت کی فضیلت

ایسے وقت میں اس سے کہہ دے کہ مجھے تیری کچھ پروا نہیں تو کتنا ہی مجھے بہکا اور میرے پیچھے پڑ، میں یہ کام کر کے چھوڑوں گا اور اگر پھر بھی دل میں کچھ خلش رہ جائے تو خدا سے دعا کرے کہ اے اللہ! میں کمزور ہوں، میری دست گیری فرما۔

ایک بزرگ کا واقعہ یاد آیا کہ ان کو حکومت وقت نے جیل میں بند کر دیا تو جیل میں ان کا معمول تھا کہ جب جمعہ کا دن آتا تو غسل کرتے، کپڑے بدلتے اور جب اذان کی آواز آتی تو جیل خانے کے دروازے تک تشریف لے جاتے، پھر لوٹ آتے، لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے:

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ

”جب جمعہ کے دن اذان ہو جائے تو تم اللہ کی یاد کی طرف دوڑو“۔

سو میں اس حکم کی تعمیل کرنے کے لیے تیاری کرتا ہوں اور جہاں تک جا سکتا ہوں چلا جاتا ہوں۔ تو اس طرح ان بزرگ کو جمعہ کی نماز پڑھنے کا ثواب مل جاتا تھا۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ شیطانی وساوس کی پروانہ کریں اور کہہ دیں کہ میں تو اللہ کی لیے اس کام کو ضرور کروں گا، تو بلا سے راضی ہو یا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہماری نیتوں کو درست فرمائے اور حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یا رب العالمین وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

”اے مجاہدین! رومی ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے لڑنے کے لیے آج صلیب تلے جمع ہوئے ہیں چنانچہ تم بھی جہاد ہی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھو، آج تم پر ایک بھاری زمہ داری آن پڑی ہے۔ اس کی ادائیگی میں اللہ کو نہ بھولنا!، اللہ کے بعد تم سے ہی کچھ توقعات وابستہ کی گئیں ہیں ان توقعات کو بھی یاد رکھنا اور مسلمانوں کی رسوائی کا باعث نہ بننا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (النساء: ۱۰۴)

”اِس گروہ کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمہاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ سے اُس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں اللہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ حکیم و دانا ہے“۔

محسن امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

جمہوریت کا کارنامہ........ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جانا

مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ

قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ معروف مجاہد عالمِ دین اور جماعۃ قاعدۃ الجہاد برِّصغیر کے امیر حضرت مولانا عاصم عمر صاحب حفظہ اللہ نے جمہوریت کے موضوع پر لکھی اپنی معتدل تصنیف ''ادیان کی جنگ دینِ اسلام یادینِ جمہوریت'' میں قرآن وسنت کے نصوص، قدیم ومتاخرین فقہائے کرام اور برصغیر کے ماضی قریب کے علمائے حق کی عبارات کی روشنی میں اس سوال کو حل کیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں اہلِ جہاد کی جانب سے شروع کی گئی مبارک جہادی تحریکیں اور علمائے جہاد کی تحریرات امتِ مسلمہ کے لیے نعمتِ عظمیٰ ہیں کیونکہ غالب وغاصب جمہوری ظلم وجبر کے شکار ہونے کے نتیجہ میں بہت سے دینی معاملات پر دین کی حقیقی تشریحات کو بیان کرنے سے سر مو انحراف کیا گیا تو اس جبری ماحول میں انہی مجاہدین کے علمائے کرام نے اپنے سابقہ اسلاف کی اقتداء میں دین کو اپنی اصل شکل میں باقی رکھا اور اس کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دینے میں تمام مادی منافع پر اپنی آخرت ہی کو مقدم رکھا۔ فللّٰہ الحمد! (ادارہ)

جو لوگ جمہوریت کے ذریعے اسلامی نظام لانے کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہم نے اس نظام میں شامل ہو کر قادیانیوں کو کافر قرار دلوایا ہے۔ اسی طرح ایک دن ہم اسلامی شریعت بھی نافذ کرلیں گے۔ قادیانیوں کو کافر قرار دیے جانے کو مذہبی سیاسی قوتوں کا بہت بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے اور اس کو جمہوریت کے ذریعہ اسلام لانے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانیوں کے خلاف چلنے والی اس تحریک میں جن حضرات نے بھی حصہ لیا، ان کی نیت اچھی تھی اور ان کا مقصد قادیانی فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا، لیکن اس نظام کو چلانے والے مکار کارندوں نے یہاں بھی علما کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اور قادیانیوں کو بچانے کے لیے اپنے شیطانی ذہن کو کام میں لائے۔

اس سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قادیانی، اسلام کی رو سے کافر اصلی ہیں، مرتد یا پھر زندیق؟ اہلِ علم حضرات جانتے ہیں کہ اسلام میں یہ تینوں اصطلاحاً الگ الگ مفہوم کے لیے استعمال کی جاتی ہیں اور ان کا حکم بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

قادیانی کافر اصلی تو ہیں ہی نہیں کیونکہ وہ پہلے سے خود کو مسلمان کہتے تھے۔ مرتد اس لیے نہیں ہیں کہ انہوں نے کفر کا ارتکاب کرنے کے باوجود خود کو کافر نہیں کہا تھا، بلکہ اپنے باطل نظریات کے ہوتے ہوئے خود کو مسلمان ثابت کرنے پر مُصر تھے۔ چنانچہ ان پر زندیق کی تعریف ہی صادق آتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں زندیق کا کیا حکم ہے؟ تمام اہلِ علم کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے تو توبہ قبول ہے، ورنہ گرفتاری کے بعد اس کو صرف قتل کیا جائے گا، توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

لیکن یہاں تو قادیانیوں کو کافر قرار دے کر ان کو ذمی سے مشابہ حیثیت دی گئی اور ان کی جان و مال کو ریاستی تحفظ فراہم کر دیا گیا۔ حالانکہ شرعی حکم یہ تھا کہ پہلے ان کو قادیانی عقیدے سے توبہ کا حکم دیا جاتا، توبہ کر کے صحیح مسلمان ہو جاتے تو ٹھیک تھا ورنہ ان کو قتل کیا جاتا۔ ان کو قادیانیت پر باقی رکھنا اور پھر ان کو ریاستی اور قانونی تحفظ فراہم کرنا گویا ان کے الحاد پر راضی ہونا اور بحیثیتِ جماعت ان کی حفاظت پر ریاست کو مامور کرنا ہے۔ حالانکہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ واجب القتل ہے۔ اگر اس کو کوئی اسلامی ریاست کی اجازت کے بغیر بھی قتل کر دے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔

اب آپ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ جس طبقے کا شریعت میں یہ حکم تھا کہ اس کی جان و مال مسلمانوں کے لیے مباح ہے اور کوئی بھی مسلمان ان کو بغیر ریاست کی اجازت کے قتل کر دیتا یا ان کا مال لوٹ لیتا تو شرعاً اس پر کوئی جرم نہیں تھا، اب اس طبقے کی جان ومال کو محترم قرار دے کر ان کی حفاظت کو ریاست کے لیے فرض قرار دے دیا گیا، حالانکہ قادیانی ابھی تک اسی زندیقیت والحاد پر قائم ہیں جس پر وہ اس سے پہلے قائم تھے۔ ان کے عبادت خانے پہلے سے زیادہ ہو چکے ہیں، ان کی تبلیغ پہلے کھل کر ہو رہی ہے۔ تو سوچئے کہ قادیانیوں کے ساتھ برا ہوا یا اچھا ہوا؟ یہ تو آپ نے ایک ایسی جماعت کو ریاست کا تحفظ فراہم کر دیا جس کو کسی بھی حال میں ملک میں رہنے کی اجازت ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو کافر اصلی سے بھی بدتر ہیں کیونکہ کافر اصلی پھر بھی ذمی بن کر کسی مسلم ملک میں رہ سکتا ہے، لیکن زندیق اور مرتد نہیں رہ سکتے۔ اس کے باوجود یہ یہاں ریاست کے امور میں اسی طرح دخیل ہیں جس طرح اور سب۔ اگر یہ کہا جائے کہ پہلے قادیانی مرتد تھے اور ان کی اولادیں کافر اصلی کے حکم میں ہیں، تو یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قادیانی نہ پہلے مرتد تھے اور نہ اب کافرِ اصلی ہیں۔ شریعت کی نظر میں وہ کل بھی زندیق تھے اور آج بھی زندیق ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار مجاہدین نے لاہور میں قادیانیوں کے مرکز پر حملہ کیا تو بعض لوگوں نے یہ کہہ کر اس حملے کی مذمت کی کہ چونکہ قادیانیوں کو کار قرار دیا جا چکا ہے لہٰذا اب وہ ذمی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض علم کا بوجھ لادنے والوں نے یہاں تک کہا کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 'قادیانیوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے (العیاذ باللہ۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد)۔ حالانکہ تمام اہلِ علم کو معلوم ہے کہ قادیانی زندیق ہیں اور زندیق ذمی نہیں بن سکتا۔ لہٰذا جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا بڑا بہتان باندھا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس ملعون طبقے کے ساتھ کھڑے ہوں گے جس نے ختمِ نبوت کے عقیدے کو لہولہو کرنے کی کوشش کی ہے، اور جو فرقہ براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ اور دشمن ہے... سو ایسا بھاری جملہ کہنے والوں کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ اندیشہ ہے کہ قادیانیوں کی محبت کے جرم میں ان کو قادیانیوں ہی کے ساتھ اٹھایا جائے!

☆☆☆☆☆

اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا ثبوت دیجیے !

عبد اللہ غازی

موجودہ باطل جمہوری نظام سے انصاف کی امید رکھنا اور اس طاغوتی نظام سے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی بھیک مانگنا جواں مردوں کا شیوہ نہیں ہے...اگر تم واقعی اپنے نبی کی حرمت کا دفاع چاہتے ہو تو قران وسنت سے راہنمائی لو اور اپنے اسلاف کی راہ پر چلنے کی کوشش کرو...اگرچہ یہ راستہ پرخطر اور ازمائشوں سے بھرا پڑا ہے لیکن اسی راہ پر چل کر منزل تک پہنچنا یقینی ہے ان شاءاللہ !!

....

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا صرف قتل ہے چاہے وہ گستاخ پاکستان کے اندر قادیانی ملعون کی ذریت کی شکل میں ہو یا ہالینڈ کے گیرٹ ویلڈر کی شکل میں ... سزا دونوں کی ایک ہی ہو گی...

....

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل

کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر !

جو لوگ تحفظ ناموس رسالت، ناموس صحابہ اور اس سے بھی بڑھ کر نفاذ اسلام کی خاطر مختلف مذہبی جماعتوں میں شامل ہیں اور موجودہ مغربی جمہوریت کے دائرے میں رہتے ہوئے ائینی و قانونی جدوجہد میں مصروف ہیں ...ان کے لئے موجودہ سانحات (راؤانوار کے خلاف جمہوری جدوجہد اور معصوموں کا زیادتی کے بعد بہیمانہ قتل کے خلاف عوامی جدوجہد) میں کافی عبرت ہے...کہ جب دو ٹکے کے پولیس افسر کو اس جدوجہد کے ذریعے گرفتار نہیں کیا جاسکتا حالانکہ پورا پاکستان اس ائینی جدوجہد میں شامل ہے...تو تحفظ ناموس رسالت اور ناموس صحابہ یا نفاذ اسلام کے خواب دیکھنا چہ معنی دارد...؟؟

....

پر عزم ہیں سر گرم ہیں ...ہم پاسبان حرم ہیں

کردار میں پختہ بہت...گفتار میں ہم نرم ہیں !

یہ امت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے لیکن اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہرگز برداشت نہیں کر سکتی ...تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کسی نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دیوانے مستانے تمام رکاوٹیں عبور کر کے گستاخوں تک پہنچے ہیں اور ان گستاخوں کے گلے کاٹ کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا ثبوت دے چکے ہیں...وہ وقت دور نہیں جب امت مسلمہ کے نوجوان ہالینڈ سمیت ہر جگہ گستاخوں کے لئے موت کا پیغام بن کر ان پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان گستاخوں کو نشان عبرت بنا کر اپنے اسلاف کی تاریخ زندہ کریں گے ان شاءاللہ !!

جو لوگ بھی چاہے وہ کوئی بھی عالم، مولوی، پیر، فقیر، گدی نشین ہو موجودہ حالات میں امت مسلمہ کے نوجوانوں کو پرامن رہنے کا درس دیتا ہے وہ آستین کا سانپ اور مسلمانوں کے روپ میں چھپا قادیانی ہے...

گستاخان رسول کو جہاں بھی پاؤ، قتل کر کے اپنے نبی سے وفاداری کا ثبوت دو !

....

نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"جب تم قتال چھوڑ دوگے تو تم پر ذلت مسلط کر دیا جائے گا اور اس وقت تک یہ ذلت مسلط رہے گا جب تک تم واپس اپنے دین (قتال) کی طرف نہ آجاؤ"۔

اس سے زیادہ ذلت اور کیا ہو گی کہ اج ختم نبوت کے منکر اور بدترین گستاخ مرزا قادیانی ملعون کے پیروکار کروڑوں مسلمانوں کے درمیان دندناتے پھر رہے ہیں ...اپنی دعوت چلا رہے ہیں اور عبادت خانے تعمیر کر رہے ہیں ...کسی میں جرات و غیرت ایمانی باقی نہیں رہی کہ ان گستاخوں کا راستہ روک سکے حتیٰ کہ اب وہ مسلمانوں پر ہلہ بول دیتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی لوگ قتل اور زخمی کر کے ارام سے گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں ...زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں...کچھ ہفتوں قبل فیصل آباد میں پیش آنے والا واقعہ ہر کسی کو یاد ہو گا جس میں کئی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے...اب ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ یہ ترک جہاد کے نتیجے میں مسلط ہونیوالی ذلت و رسوائی نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟

اب بھی وقت ہے...توبہ کیجیے ! اٹھئے اور اس بھلائے گئے فریضے کو دوبارہ سے زندہ کیجیے ! جہاد کی تیاری کیجیے...گستاخان رسول کا پیچھا کریں...چُن چُن کر اُنہیں ان کی گستاخی کی سزا دیجیے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور وفاداری کا ثبوت دیجیے !!!

....

قادیانی حکم شرعی کے لحاظ سے زندیق ہیں جو ہر حال میں واجب القتل ہیں...آئین پاکستان میں قادیانی کو کافر لکھ کر اقلیت کے نام سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے جو کہ مسلمانان پاکستان کے ساتھ بدترین غداری ہے ! جہاں جہاں بھی گستاخی ہو رہی ہے سب کا سرچشمہ مرزا قادیانی ملعون ہے جس نے ختم نبوت کا انکار کر کے اس فتنے کو جنم دیا اور اج تک اس کی ذریت مختلف ناموں سے گستاخی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

....

قادیانی گستاخ رسول اور زندیق ہیں...جو آئین و قانون اس حکم شرعی سے انحراف کر کے ان گستاخوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے، ایسے آئین کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں !

....

اگر آپ موجودہ طاغوتی جمہوری نظام یا اس نظام کے محافظین (فوج و خفیہ اداروں) کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے کسی بھی طرح کوشش کرتے ہیں چاہے وہ سوشل میڈیا کی حد تک ہی کیوں نہ ہو...تو یہ نظام فوراحرکت میں اجاتا ہے اور اس جرم (حق گوئی) کی پاداش میں اپ کو کسی جعلی مقابلے میں قتل کر دیا جاتا ہے یا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غائب... لیکن کئی عرصے سے شعائر اللہ خاص کر نبی الرحمہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا سلسلہ عروج پر ہے اور اب تو باقاعدہ یہ بین الاقوامی سطح پر مقابلوں کی شکل میں منظر عام پر ارہا ہے لیکن یہ ادارے نہ تو پاکستان میں کسی گستاخ کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو سکی اور نہ ہی ان گستاخ ملکوں کے ایمبیسی یا دیگر افراد پر کوئی پابندی لگی.. کیا اس کے بعد بھی کسی کو شک ہے یہ ادارے صرف اور صرف شریعت کے چاہنے والوں کے خلاف ہی استعمال ہو رہے ہیں۔

....

جو ایک ایمبیسی تک بند کرانے کے لئے تیار نہیں ہم ان ہی سے ناموس رسالت کی دفاع کی امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں...سادگی دیکھ ہم کیا چاہتے ہیں ...؟؟

....

گستاخ رسول کی سزا سر تن سے جدا

اس پر تو پوری امت کا اتفاق ہے لیکن یہ سزا دلوانے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے بلکہ فرض اور واجب ہے اس سے امت کترا رہی ہے اور وہ ہے قتال فی سبیل اللہ...اس کے علاوہ یہ گستاخیاں رکی ہیں اور نہ ہی آئندہ رکنے کا کوئی امکان ہے...سوائے میرے مسلم بھائی! ابھی سے نیت کر لیں اور ابھی سے تیاری شروع کر لیں ...واللہ تم ایک مرتبہ میادین جہاد کا رخ کر کے تو دیکھ لو کس طرح یہ سلسلہ نہیں رکتا...باذن اللہ تعالی !!

....

افسوس ہو تم پر اے مسلمان! اگر تمارے گھر کی دیوار کوئی گرادے تو تم احتجاج کرتے ہو نہ مظاہرے اور نہ ہی کوئی اور آئینی جدوجہد...بلکہ سیدھا لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہو لیکن جب حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اتا ہے تو تمہیں یہ تمام باطل اور لاحاصل راستے یاد اجاتے ہیں...یہ دوہرا معیار کیوں...؟؟

....

افسوس ان مسلمانوں پر جو گستاخانہ خاکوں کے معاملے میں اب بھی نام نہاد اسلامی ممالک کے سربراہان ور انکی افواج کی طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں ناموس رسالت کے دفاع کی دعوت دیتے ہیں حالانکہ یہ ممالک اور افواج تو بذات خود کفار کے صف اول کے اتحادی ہیں۔

....

یہ کفار وقتاً فوقتاً گستاخانہ خاکے شائع کر کے امت مسلمہ کے ایمان کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا یہ امت اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر میدانوں کا رخ کرتے ہیں اور گستاخوں کی گردنیں اڑاتے ہیں یا پھر یہ جمہوری راستوں (پرامن احتجاج، مظاہروں، ائینی جدوجہد) جیسے باطل اور لایعنی کاموں میں اپنا وقت ضائع کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں .....!!

....

امت مسلمہ جب تک مسلح جہاد (قتال فی سبیل اللہ) کا راستہ اپنا کر میادین جہاد کا رخ نہیں کرے گی گستاخانہ خاکوں کا یہ سلسلہ کبھی نہیں رکے گا چاہے اس باطل جمہوری نظام کے تحت کتنی ہی پر خلوص ائینی جدوجہد' مظاہرے اور احتجاج کئے جائیں...

....

نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل کیا ہوتا تھا...؟

کیا تاریخ اسلامی میں گستاخوں کے خلاف "پرامن احتجاج" کا کوئی ثبوت ملتا ہے...؟؟؟

....

گستاخ رسول کی سزا قتل ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر! اور گستاخ کو جہنم رسید کرنے والوں کو تاریخ اسلام نے مجاہد' غازی اور عاشق رسول کے نام سے محفوظ کر رکھا ہے اور اس معرکے میں جان کی بازی لگانے والوں کو شہید ناموس رسالت کے نام سے یاد رکھا ہے!

آپ پاکستان سمیت کسی بھی نام نہاد اسلامی ممالک میں ایسے ہی گستاخوں کا پیچھا کریں اور ان کو انجام تک پہنچائیں پھر دیکھیں "اسلامی جمہوریت" آپ کے ساتھ کیا کرتی ہے...؟؟

....

کہتے ہیں پاکستان اسلامی ملک ہے بلکہ اس سے بھی اگے بڑھ کر یہ " اسلام کا قلعہ" ہے...تو سوال یہ ہے کہ اسلام کے اس قلعے کے اندر موجودہ دور کے بدترین گستاخ ملک کی ایمبیسی اور ان کے افراد کا وجود چہ معنی دارد ؟؟؟

....

اس باطل جمہوری نظام کے حدود میں رہتے ہوئے کبھی بھی ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ممکن نہیں کیونکہ جمہوریت میں رائے کی آزادی ہے اور اسی نظام نے ان گستاخوں کو نہ صرف اس فعل شنیع کے ارتکاب کی اجازت دی ہے بلکہ اس نظام کے تحت ان گستاخوں کو ہر طرح کا تحفظ بھی دیا گیا ہے یقین نہیں آتا تو اپنے ہی ملک " اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں موجود اس ملک کی ایمبیسی یا اس میں موجود افراد کو ہاتھ لگا کر تجربہ کر لیں... آزمائش شرط ہے!!

....

عشق نبوی کا تقضا یہ ہے کہ جب نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہو تو فوراً گستاخ کی جان لے لے یا اس مشن میں اپنی جان دے دے!!

غازی عبدالقیوم شہید رحمہ اللہ

حسان نوید

غازی عبدالقیوم کا تعلق غازی آباد ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ تلاش روزگار میں کراچی منتقل ہوگئے تھے اور گھوڑا گاڑی (تانگہ) چلایا کرتے تھے۔اس قلیل آمدنی سے اپنی بوڑھی ماں،بیوہ بہن ضعیف چچااور نوبیاہتابیوی کی کفالت کرتے تھے۔غازی صوم الصلواۃ کے پابند تھے۔ایک بدبخت نھورام آریہ سماجی ہندو تھا جس نے ۱۹۳۳ء میں اپنے خبث باطن کا اظہار "ہسٹری آف اسلام" نامی کتاب لکھ کر کیا جس میں اس نے پیغمبر اسلام کی ذات مقدس کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کئے تھے۔اس حرکت سے مسلمانوں میں سخت غم وغصہ پیدا ہوگیا۔اس ملزم کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم ہوا اور اس کو ایک سال قید اور جرمانے کی سزا دی گئی۔لیکن کراچی کے جوڈیشنل کمشنر نے اس کی عبوری ضمانت منظور کرکے اس کو رہا کردیا۔اس پر مسلمانوں میں شدید غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔غازی کو جب امام مسجد نے یہ افسوسناک خبر سنائی کہ ایک خبیث ہندو نھورام نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے تو آپ تڑپ اٹھے اور اسی وقت عہد کیا کہ وہ اس کافر کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

نھورام کا مقدمہ جس روز سندھ ہائی کورٹ میں دو انگریز ججوں کے سامنے پیش ہونا تھا اس دن عدالت کے باہر ہندو اور مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی جو فیصلہ سننے کے انتظار میں تھے۔نھورام اپنے وکلا کے ساتھ ہنسی مذاق کرتا ہوا کورٹ میں داخل ہوا۔

غازی موقع ملتے ہی کورٹ روم میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے آپ نے موقع ملتے ہی اپنے نیفے میں چھپا ہوئے خنجر کو نکالا اور عقاب کی طرح جھپٹ کر اس ملعون کے جسم میں اتار دیا۔اس خیال سے کہ یہ بدبخت کہیں زندہ نا بچ جائے غازی نے ایک بھرپور وار اس کی گردن پر کرکے اس کی شہ رگ بھی کاٹ دی۔اس خبیث کا کام تمام کرنے آپ نے اس کی لاش پر تھوک دیا اور فرمایا "اس خنزیر نے میرے آقا کی توہین کی تھی اس لئے میں نے اس کو جہنم رسید کردیا ہے " اس کے بعد آپ نے نہایت اور سکون سے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کردیا۔اس واقعہ کے بعد عدالت میں بھگدڑ مچ گئی اور جج بھی سراسیمہ ہوگئے

مقدمہ قتل کی سماعت کے دوران ایک انگریز جج نے جب آپ سے دریافت کیا کہ تم نے بھری عدالت میں اس واردات کی ہمت کیسے کی تو آپ نے عدالت میں آویزاں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا" تم انگریز کیا اپنے بادشاہ کی توہین برداشت کرسکتے ہو؟ نہیں تو پھر میں کیسے اپنے دین ودنیا کے آقا رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی توہین کیسے برداشت کرسکتا تھا"۔ آپ نے اپنی صفائی پیش کرنے سے انکار کردیا۔ سیشن کورٹ نے آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا۔کہا جاتا ہے کہ یہ سزا سن کر آپ خوشی اور مسرت ضبط نہیں کرسکے اور آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی۔مسلمانوں نے جب اس فیصلے کے خلاف اپیل کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا

آپ لوگ مجھے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں؟؟

عدالت عالیہ میں آپ کی سزا کے خلاف اپیل دائر کی گئی۔ہر پیشی پر آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے مسلمانوں کے بے پناہ ہجوم ہوا کرتا تھا جو آپ پر گل پاشی کرتا اور نعرہ تکبیر بلند کرتا رہتا تھا۔انگریز حکومت اپنی فطری مسلم دشمنی اور ہندو نوازی کے باعث ہر صورت آپ کو سزا دینا چاہتی تھی۔ بالآخر آپ کی اپیل اعلی عدالت نے خارج کرکے آپ کی سزا برقرار رکھی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا" مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے کہ میرے ہاتھوں وہ خبیث جہنم رسید ہوا اور میرے رب نے مجھے شہادت جیسی نعمت سے سرفراز کیا۔ یہ ایک جان کیا چیز ہے،اگر ایسی ہزاروں جانیں بھی ہوتیں تو وہ سب اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردیتا۔

مسلمانوں کا ایک بھاری وفد لاہور علامہ اقبال کے پاس پہنچا اور کہا "آپ وائسرائے سے مل کر عبدالقیوم کی سزائے موت کے بجائے عمرقید سے بدل دینے کیلئے کہیں۔" علامہ نے یہ سب کچھ سنا اور کوئی دس منٹ تک گہری سوچ میں ڈوبے رہے۔لبوں کو جنبش تک نہ دی۔ آنکھیں بھر آئیں اور جذبے سے کپکپاتی آواز میں پوچھا" کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟"جواب ملا "نہیں وہ تو اسے اپنی خوش بختی سمجھتا ہے۔"علامہ کا چہرہ سرخی سے تمتمانے لگا۔"بولے،جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر وثواب کی راہ میں کیسے حائل ہوسکتا ہوں۔کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی منت کروں جو زندہ رہا تو غازی اور پھانسی چڑھ گیا تو شہید"۔

۱۹مارچ ۱۹۳۵ء کو آپ کی سزا پر عملدرآمد کیا گیا۔ آپ کی عمر اس وقت ۲۳ سال تھی۔یہ دن لوح تاریخ پر ثبت ہوگیا۔ غازی عبدالقیوم شہادت سے ہم کنار ہوکر امر ہوگیا۔ شہید کے جنازے میں ہزاروں مسلمان شریک ہوئے جن کے ہجوم پر انگریزی حکومت کے ایما پر فوج وپولیس نے گولیوں کی بارش کردی۔سیکڑوں مسلمان اس درندگی کا شکار بنے۔یہاں تک کے مکانوں کی چھتوں پر موجود عورتیں اور بچے جو شہید کا جنازہ دیکھ رہے تھے وہ بھی اس شقاوت سے محفوظ نہیں رہ سکے۔شہید کو کراچی کے مشہور قبرستان میوہ شاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

☆☆☆☆☆

یہ غبار نہ چھٹنے پائے گا!

شیخ انور العولقی رحمہ اللہ
ترجمہ: ام ہمام

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، سلامتی اور برکتیں ہوں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے صالح اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین پر۔

کفار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے کے لیے جو جواز پیش کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہوتا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے رئیس یا سردار کو کیوں نہ بناتا، تاکہ لوگ اس کی بات توجہ سے سنتے اور اس کے اثر و رسوخ اور معاشرے میں اس کے مقام کی وجہ سے جلد اس کے مطیع ہو جاتے۔ ان کی اسی بات کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کچھ یوں ذکر کیا ہے:

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ (زخرف: ۳۱)

"اور کہتے ہیں کہ کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر ان دو بستیوں میں سے"۔

یہ کفار کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (الانعام: ۱۲۴)

"اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کہاں بھیجے رسالت اپنی"۔

کفار کی طرف سے بتائے گئے رسالت کے مجوزہ امیدواروں میں سے ایک عُروہ بن مسعود ثقفی تھے جن کا تعلق طائف سے تھا۔ سالوں بعد ایک مہم میں کفارِ مکہ نے عُروہ بن مسعود ثقفی کو بطور ایلچی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے بھیجا تاکہ وہ ان سے معاہدے کے لیے مذاکرات کریں جو بعد میں معاہدۂ حدیبیہ کے نام سے معروف ہوا۔ (گو کہ وہ معاہدے کی شرائط طے کرنے میں ناکام رہے تھے اور معاہدہ بعد ازاں ایک اور ایلچی سہیل بن عمرو کے ساتھ طے کیا گیا)۔ کفار کے نمائندے کی حیثیت سے جب عروہ بن مسعود حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کے پڑاؤ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے آئے تو انہیں محسوس ہوا کہ گویا وہ کسی دوسری دنیا میں قدم رکھ رہے تھے۔

عروہ بن مسعود ثقفیؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آئے تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے ایسے مناظر دیکھے جنہوں نے انہیں حیران و ششدر کر کے رکھ دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو صحابہ کرامؓ آگے بڑھ کر وضو کا وہ پانی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے ٹپکتا تھا، اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے پر مل لیتے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت حاصل کی جا سکے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بال جسمِ اطہر سے گرتا تو سبھی اس کو حاصل کرنے کو لپکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو کوئی حکم دیتے تو وہ سرعت کے ساتھ اس کی تکمیل میں لگ جاتے تھے۔

جب عروہ بن مسعود ثقفیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہے تھے تو وہاں ایک زرہ پوش جوان بھی کھڑا تھا۔ جب کبھی عروہ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو تھامنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے تو یہ جوان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا تھا، عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنی تلوار کے دستے سے ضرب لگاتا اور کہتا تھا: "اپنے ہاتھ دور کھینچ لو اس سے پہلے کہ یہ تمہارے پاس واپس نہ لوٹ سکیں"۔ اس پر عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا: "میرے خیال میں یہ شخص آپ لوگوں میں سے سب سے برا، سخت اور درشت ہے، آخر کون ہے یہ؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: "یہ تمہارا بھتیجا ہے، مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔ یہ عروہ بن مسعود کے بھتیجے تھے لیکن اب چونکہ وہ مسلمان ہو چکے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان پر جاں نثاری کا جذبہ اس قدر تھا کہ انہوں نے اپنے چچا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی چھونے کی بھی اجازت نہ دی۔ عروہ بن مسعود کو اس بات سے لازمی طور پر صدمہ پہنچا۔

ذرا اپنے آپ کو اس معاشرے میں لے جایئے، خود کو ان کی جگہ تصور کیجیے اور سوچئے جیسے وہ سوچا کرتے تھے اور ان حالات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے جو ان لوگوں کے ارد گرد تھے۔ یہ ایک قبائلی معاشرہ تھا جہاں قبیلہ اور خاندانی رشتے ہی سب کچھ تھے اور عروہ بن مسعود یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ اسلام نے کس طرح ان کے بھتیجے کی کایا پلٹ دی اور وہ کیسے ان کے ساتھ پیش آ رہا تھا! عروہ بن مسعود جب قریش کی طرف واپس لوٹے تو ان کو بتایا:

"اے گروہِ قریش! میں نے دنیا کے بادشاہوں کی زیارت کی ہے، میں نے قیصر و کسریٰ سے ملاقاتیں کی ہیں اور میں نے کبھی کسی بادشاہ کے تابع فرمانوں کو اپنے قائد کے لیے اتنا فداکار نہیں پایا جتنا صحابہ کرامؓ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جان نثار کرنے کے جذبوں سے معمور پایا ہے اور میں نے کبھی کسی بادشاہ کے اطاعت گزاروں میں ایسی اطاعت نہیں دیکھی جیسی صحابہؓ کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دیکھی۔ جب بھی وہ ان کو کوئی حکم دیتے تو وہ دوڑ کر اس کی تعمیل کرتے تھے اور جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مخاطب ہوتے تو وہ یوں خاموش ہو جاتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں جو ان کے بولنے سے اُڑ جائیں گے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ دوڑ کر جسمِ اطہر سے گرنے والے پانی کو حاصل کرتے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بال گرتا تو سبھی اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ پس اے قریش کے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تم

لوگوں کو ایک پیش کش کی ہے اس کو قبول کرلو، کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے جاں نثار کبھی اس کا ساتھ چھوڑیں گے!!"

یہ وہ تاثر تھا جو کفار اہلِ ایمان کے بارے میں رکھتے تھے کہ وہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور کبھی ان کو دغا نہیں دیں گے اور نہ تنہا چھوڑیں گے بلکہ آخری آدمی تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے جنگ کریں گے۔ مگر اب وقت تبدیل ہو چکا ہے! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت تھا اور وہ عروہ بن مسعود کی گواہی تھی...جب کہ آج حالات یکسر مختلف ہیں۔

کچھ عرصہ قبل اللہ کی کتاب کو کچھ امریکی فوجیوں نے بطورِ مشق ہدف کے طور پہ استعمال کیا اور یہ واقعہ کہاں پیش آیا؟ ایک مسلمان ملک میں جو کہ اسلامی دنیا کے قلب میں واقع ہے۔ پھر کیا ہوا؟؟؟ اسلامی دنیا کی طرف سے ردعمل خاموشی تھی!!

اس سے پہلے جب ڈنمارک میں کارٹونوں کی اشاعت کا قضیہ وقوع پذیر ہوا تو مسلم دنیا سخت غضب ناک ہوئی لیکن پھر جب سویڈن میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا جو کہیں زیادہ بدتر تھا، ردعمل مقابلتاً کم تھا اور اب بتدریج ردعمل کم ہو رہا ہے۔ سو ہمارے دشمنوں نے ہمیں کامیابی کے ساتھ بے حس کر دیا ہے۔

جب یہ واقعہ پہلی دفعہ پیش آیا تو ہر کوئی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس کی مذمت کر رہا تھا اور اس معاملے پر متاسف تھا مگر پھر آہستہ آہستہ ہم اس کے عادی ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ کفار گستاخی کی آخری حد تک پہنچ گئے ہیں۔ مگر ردِعمل کیا ہے؟؟ بہت تھوڑا!! آیئے ذرا ایک نظر اپنے درخشندہ ماضی پہ ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تب گستاخان کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے قلوب و اذہان کو منور کرنے کا سبب بنے گی اور بالآخر ہمارے اندر یہ احساس بیدار ہو گا کہ گستاخانِ رسول کا انجام وہی ہونا چاہیے جو صحابہؓ نے کیا اور بے شک اس معاملے میں بھی ہمیں صحابہ کرامؓ ہی اتباع کرنا چاہیے۔

کعب بن اشرف ایک یہودی لیڈر اور بہت ہی فصیح شاعر تھا۔ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر مدینہ پہنچائی گئی اور یہ خبر کعب بن اشرف کے کانوں تک پہنچی تو وہ بے اختیار بول پڑا:

"اگر یہ خبر سچی ہے تو ہمارے لیے زمین کے اوپر والے حصے میں ہونے کی بجائے نیچے والے حصے میں ہونا بہتر ہے (یعنی ہمارے لیے مرنا بہتر ہے)۔ قریش کی شکست کے بعد زندہ رہنے میں کیا خیر باقی ہے!"

پھر اس نے شعر کہنے شروع کیے جس میں وہ مشرکین کے نقصان پہ مرثیے کہتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا اور اسی پر بس نہیں بلکہ اس نے تو مسلمان خواتین کو بھی نہ چھوڑا اور ان کے خلاف بھی شعر کہنے لگا اور اپنی ان حرکتوں پہ داد وصول کرنے اور مشرکین مکہ کو اپنی مدد اور تعاون کا یقین دلانے کی خاطر وہ گاہے بگاہے مکہ بھی جاتا۔ جب اس کی یہ حرکتیں حد سے بڑھنے لگیں تو نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہے"۔

قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے ایک انصاری صحابی محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں"۔ پس محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعدہ کر لیا کہ وہ گستاخِ رسول کعب بن اشرف کو قتل کر کے رہیں گے۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے واپس گھر لوٹے اور اس معاملے پہ غور و خوض شروع کیا تو انہیں احساس ہوا کہ یہ کام آسان نہیں کیونکہ کعب بن اشرف ایک قلعے کے اندر یہودی بستی میں رہ رہا تھا۔ ان حالات میں اس کو قتل کرنا یقیناً ایک مشکل کام تھا۔ جاں نثار رسول محمد بن مسلمہؓ سخت متفکر ہو گئے۔ اس لیے نہیں کہ اس کام میں ان کی جان جانے کا شدید خطرہ تھا کیونکہ وہ تو ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ محض اللہ کی رضا کے حصول کے لیے نچھاور کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ انہیں اپنی جان کی تو کچھ فکر نہ تھی بلکہ فکر تھی تو اس بات کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا نہ کر سکیں۔ وعدہ پورا کیے بغیر مرنا بھی ان کو گوارا نہ تھا۔ ان کی اس فکر نے ان کو کھانے پینے سے بھی روک دیا۔ تین دن تک لگاتار صبح و شام آپ اپنے وعدے کی تکمیل کے بارے میں سوچتے رہے۔ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے آپ بمشکل تھوڑا بہت کھانا کھاتے اور ہر وقت اس فکر میں رہتے کہ کس طرح گستاخ رسول کو ٹھکانے لگایا جائے۔ اس بات کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا: "اے محمد بن مسلمہ! تمہارے ساتھ کیا مسئلہ پیش آیا ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے کہ تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے؟" محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا: "ہاں یا رسول اللہ"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو جواب دیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کے ساتھ ایک وعدہ کیا ہے اور سوچتا ہوں کہ کیا میں کامیابی کے ساتھ اس کو پورا کر سکوں گا؟" اس پر نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "تم پر اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق بھرپور کوشش کرنا لازم ہے اور اس کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے یہ تم اللہ پر چھوڑ دو"۔

ذرا لمحہ بھر کو یہاں توقف کریں اور غور کریں کہ کیسا جاں نثارانہ جوش اور جذبہ تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس! کیسی شدید محبت تھی ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ... کہ فکر تھی تو اپنی جان کی نہیں بلکہ اس بات کی کہ وعدہ کیسے پورا کیا جائے! اور وہ (محمد بن مسلمہؓ) اس بات پر اتنے متفکر تھے کہ کھانا پینا چھوٹ گیا اور

وہ اس قابل نہ رہے کہ معمولاتِ زندگی کو معمول کے مطابق چلا پائیں کیونکہ ان کے لیے توہینِ رسالت بہت سنجیدہ معاملہ تھا۔ وہ تو ان لوگوں میں سے تھے جو یہ بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے اور وہ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں **اور آج........نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کو کس طرح پے در پے نشانہ بنایا جارہا ہے...توہینِ رسالت کا وہ کون سا طریقہ ہے جو ملعون کفار نے چھوڑا ہے؟؟ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کے بتائیں کہ کیا آپ کا دل تڑپ رہا ہے؟ ذرا بتائیں آپ کتنے متفکر ہیں؟ ہم کتنے متفکر ہیں ناموسِ رسالت کی حفاظت اور گستاخانِ رسول کو انجام بد تک پہنچانے کے لیے؟ ذرا موازنہ تو کریں اپنی فکر اور تڑپ کا صحابہ کرامؓ اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی اس معاملے میں فکر اور تڑپ سے تو حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند بانگ دعووں کی قلعی کھل جاتی ہے!! اگر کوئی گستاخانِ رسول کو انجام بد تک پہنچانے میں سنجیدہ ہے تو اسے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار اپنانا پڑے گا۔ اُن جیسا جذبہ اور تڑپ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔**

غرض یہ کہ جب محمد بن مسلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلی کے کچھ کلمات سنے تو آپ کو کچھ اطمینان نصیب ہوا۔ بعد ازاں محمد بن مسلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے منصوبے کے حوالے سے بتایا کہ کعب بن اشرف کا قُرب حاصل کرنے کے لیے انہیں مسلمانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے زاری کا اظہار کرنا پڑے گا اور ان کے خلاف بولنا پڑے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو چاہتے ہو کہو (یعنی لڑائی کے حربے کے طور پہ تم مسلمانوں کے خلاف بات کرو تو تم سے کچھ مواخذہ نہ ہو گا)“۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر محمد بن مسلمہ اور قبیلہ اوس کے انصار کا ایک چھوٹا سا گروہ کعب بن اشرف سے ملاقات کو گیا تا کہ اس کا اعتماد حاصل کر سکیں اور اس کو اپنے جال میں پھانس سکیں۔ محمد بن مسلمہ کے ساتھیوں میں ایک ابو نائلہؓ بھی تھے جو کہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ جب گفتگو کا آغاز ہوا تو انہوں نے کعب سے کہا: ”یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لیے ایک آفت اور آزمائش بن گیا ہے اور مدینہ میں اس کی موجودگی ہمارے لیے ایک مسئلہ بن گئی ہے (معاذ اللہ) اور محض ان کی وجہ سے تمام عرب اہلِ مدینہ سے جنگ پر اُتر آئے ہیں اور اُن کو اپنا دشمن گردانتے ہیں“۔ کعب نے کہا: ”میں نے تو پہلے ہی تم لوگوں کو بتایا تھا اور ابھی تو تم مزید بُرے وقت کا مشاہدہ کرو گے“۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا: ”خیر ہم انتظار کرنا چاہتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ کیسے اختتام پذیر ہو گا۔ اے کعب! اس شخص کی وجہ سے ہماری معاشی حالت بگڑ چکی ہے، ہم تم سے کچھ اُدھار لینا چاہتے ہیں اور ضمانت کے طور پر ہمیں کیا چیز تمہارے حوالے کرنا ہو گی؟“ کعب نے کہا: ”اپنے بچے میرے پاس چھوڑ جاؤ“۔ یہ سُن کر محمد بن مسلمہ اور اُن کے ساتھیوں نے کہا: ”ہم اپنے بچے تمہارے پاس چھوڑ جائیں اور پھر زندگی بھر لوگ ان کو بتایا کریں گے کہ تمہارے والدین نے تھوڑے سے پیسوں کے لیے تمہیں گروی رکھوا دیا تھا اور یہ بات ساری زندگی ان کے لیے باعث عار ہو گی“۔ اب کعب نے کہا: ”پھر اپنی خواتین میرے پاس بطور ضمانت چھوڑ جاؤ“۔ محمد بن مسلمہ اور اُن کے ساتھیوں نے کہا: ”ہم اپنی خواتین تمہارے پاس کیسے چھوڑ جائیں جب کہ تم حسین مرد ہو ہاں مگر ہم اپنے ہتھیار لا کر تمہارے پاس گروی رکھوا سکتے ہیں“۔ کعب نے یہ بات منظور کر لی اور ہتھیار گروی رکھوا کر اُدھار لینے کے لیے اگلی ملاقات کا دن طے پا گیا۔ اس طرح محمد بن مسلمہؓ نے ہتھیار بند ہو کر کعب بن اشرف کے ہاں آنے کی راہ ہموار کر لی۔

مقررہ روز رات گئے محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی وہاں پہنچے اور اُسے پُکارا۔ کعب کی بیوی نے کہا کہ ”میں اس پکار میں خون کی بُو سونگھ سکتی ہوں“۔ کعب نے کہا: ”فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں یہ محمد بن مسلمہ ہے میرا دوست اور یہ میرا بھائی ابو نائلہ ہے“۔ (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے درمیان زمانہ جاہلیت میں دوستانہ تعلقات تھے)۔ سو وہ قلعے سے نیچے اُتر گیا۔ اس سے پہلے محمد بن مسلمہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ طے کر چکے تھے کہ جب تم لوگ مجھے اس کا سر تھامے ہوئے دیکھو تو اس پر جھپٹ پڑو اور اپنی تلواروں سے اس کے ٹکڑے کر ڈالو۔ پس جب کعب بن اشرف نیچے اترا تو انہوں نے اسے کہا: ”کیا خیال ہے کیوں نہ شعب العجوز چل کر وہاں گپ شپ میں رات گزاریں؟“ کعب نے اس رائے کا خیر مقدم کیا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ اس طرح جانثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قابل ہوئے کہ کعب کو اس کی محفوظ پناہ گاہ اور اس کے ہم مذہب لوگوں کے درمیان سے نکال کر وہاں سے دور شعب العجوز لے جائیں۔ کعب نے اپنے سر میں مشک یا کوئی اور خوشبو لگا رکھی تھی۔ پس جب وہ ادھر پہنچے تو محمد بن مسلمہؓ نے کعب سے کہا: ”یہ خوشبو جو تمھارے سر سے اُٹھ رہی ہے کتنی پیاری ہے! کیا میں اسے سونگھ سکتا ہوں؟“۔ کعب نے کہا ”ہاں سونگھ لو“۔ سو محمد بن مسلمہ نے اس کا سر تھاما، اپنی طرف کھینچا اور سونگھا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے کہا: ”یہ خوشبو تو بڑی شان دار ہے۔ کیا میں اسے دوبارہ سونگھ سکتا ہوں؟“ اس نے پھر اجازت دے دی تو محمد بن مسلمہؓ نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور ان کے ساتھیوں نے اس ملعون پر حملہ کر دیا۔ اسی اثنا میں اس نے مدد کے لیے چلانا شروع کر دیا۔ آس پاس کے قلعوں کی روشنیاں جل اٹھیں مگر اس سے پہلے کے کوئی کعب بن اشرف کی مدد کے لیے نکلتا، محمد بن مسلمہؓ نے اپنا چاقو نکال کر کعب بن اشرف کے پیٹ میں گھونپ دیا یہاں تک کہ چاقو کا پھل اس کی ریڑھ کی ہڈی تک اتر گیا۔ اس طرح اس کی موت کو یقینی بنا کر یہ گروہ انصار وہاں سے فرار ہو گیا۔ اس طرح محمد بن مسلمہؓ اور قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے ان کے ساتھیوں نے ایک ایسے شخص کو اپنے منطقی انجام تک پہنچا کر دم لیا جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ نے اس قصے کا تذکرہ اپنی کتاب 'الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول' (شاتم رسول پر سونتی ہوئی تلوار) میں کیا ہے اور انہوں نے چند چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کو ہم یہاں دہرائیں گے۔ سب سے پہلے وہ سیرت کے علما میں سے ایک عالم واقدی کا بیان پیش کرتے ہیں۔ واقدی اس واقعے کے نتائج پر بحث کرتے ہیں کیونکہ اپنے نتائج کے اعتبار سے یہ ایک بڑا اہم واقعہ تھا۔ اس نے مدینے میں رہنے والے مشرکین اور یہودیوں میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔ واقدی لکھتے ہیں:

"یہودی مشرکین کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور شکایت کی کہ گزشتہ رات ان کے ایک معزز آدمی کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا (انہوں نے قتل کے لیے 'غلّہ' کا لفظ استعمال کیا جس کا مطلب ہے کہ کسی کو چپکے سے بے خبری میں قتل کر دینا)۔ انہوں نے کہا، "اس کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا گیا"۔

کعب بن اشرف کو کیوں قتل کیا گیا؟ یہ تھا وہ سوال جسے لے کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک امن معاہدہ موجود تھا۔ معاہدے کے ہوتے ہوئے کعب کو کیوں قتل کیا گیا؟ آخر یہ واقعہ کیوں پیش آیا؟ کیا مسلمان اس معاہدے کو سبوتاژ کرنا چاہتے تھے؟ یہ تھے وہ سوالات جن کے جوابات یہود جاننا چاہتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوالات کے جواب میں فرمایا:

"اگر وہ پُر سکون رہتا ان لوگوں کی طرح جو اس کے ہم خیال ہیں اور اُس جیسی رائے رکھتے ہیں تو وہ قتل نہ کیا جاتا۔ مگر اس نے ہمیں نقصان پہنچایا اور اپنی شاعری سے ہماری ہجو کی ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اور بھی یہ کام کرے گا تو ہم اس کی ساتھ تلوار سے ہی نمٹیں گے"۔

ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر غور کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کعب بن اشرف جیسا بغض وعناد رکھتے ہیں، سو وہ اپنے کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا تھا نہ ہی وہ اس وجہ سے قتل کیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرتا تھا یا مسلمانوں سے بغض وعناد رکھتا تھا۔ نہیں! یہ مرض تو بہت سے لوگوں کے دلوں میں موجود تھا جن سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ پس اگر وہ پر سکون رہتا جیسے کہ اس جیسے باقی لوگ رہے تو اس کو بھی قتل نہ کیا جاتا۔ مگر کیونکہ اس نے زبان درازی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کی تو اس کی گردن مار دی گئی۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں پر واضح کر دیا کہ اگر یہود یا مشرکین میں سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور اپنے دل میں چھپے ہوئے بغض وعناد کو ظاہر کر دیا تو ایسا کرنے والے سے اسی طرح نمٹا جائے گا جیسے کعب بن اشرف سے نمٹا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا مفہوم تھا: "ہمارے اور تمہارے درمیان پھر تلوار کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا۔ کوئی مذاکرات نہ ہوں گے اور نہ ہی کوئی معافی ہو گی۔ مفاہمت کی کوئی کوشش نہ کی جائے گی اور ہمارے اور تمہارے درمیان صرف اور صرف تلوار ہو گی!!"۔ اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر روزِ روشن کی طرح واضح کر دی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو بلایا اور ایک دستاویز پر دستخط کیے جس میں اُن سب نے یہ عہد کیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں بولیں گے اور اگر کوئی بولے گا تو اس کا فیصلہ تلوار کرے گی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا ایک حجت ہے مسلمانوں کو ترغیب دلانے کے لیے کہ وہ قتل کریں ہر اس شخص کو جس نے یہ فعل کیا، چاہے ان کے مسلمانوں کے ساتھ معاہدے ہی کیوں نہ ہوں، حتٰی کہ وہ ذمی ہی کیوں نہ ہوں"۔

ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب میں اس حکم کے خلاف اٹھنے والے اعتراضات اور شکوک کا بھی جواب دیا ہے۔ انہوں نے اس قصے کو دلیل کے طور پر، اعتراضات کا رد کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کوشش کی ہے کہ اس حدیث کے مطلب کو موڑیں اور کہیں کہ کعب کو اس لیے قتل کیا گیا کیونکہ وہ کفار کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑنے پہ اُبھار رہا تھا اور اُسے اس کے گستاخانہ الفاظ کی وجہ سے نہیں قتل کیا گیا۔ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"نہیں! وہ اپنی گستاخانہ شاعری کی بدولت قتل کیا گیا جو کہ اس کے سفر مکہ پہ روانہ ہونے سے پہلے بھی موجود تھی۔ سو اس کا تعلق ہرگز مکہ جانے اور وہاں ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی پہ اُبھارنے سے نہیں بلکہ اس کے قتل کا براہِ راست تعلق اس کی گستاخانہ شاعری سے ہی تھا"۔

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

"ابن اشرف نے جو بھی کیا وہ زبان سے تکلیف پہنچانے کی صورت میں تھا۔ کفار کے مرنے پر مرثیہ نگاری اور ان کو لڑائی پر اُبھارنا، مسلمانوں کو گالیاں دینا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا، دینِ اسلام کو نیچا دکھانا اور مشرکین کے دین کو ترجیح دینا، یہ سب کچھ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تھے۔ اس نے جسمانی طور پر مسلمانوں کے خلاف کوئی لڑائی نہیں شروع کر دی تھی۔ جو کچھ اس نے کیا وہ یہ تھا کہ اس نے اہلِ ایمان کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچائی اور یہ ایک حجت ہے ہر اس شخص کے خلاف جو ان معاملات میں بحث ومباحثہ کرتا ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر اس شخص کا خون جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیّت دیتا ہے شاعری اور گستاخی کے ذریعے سے، کسی بھی صورت میں محفوظ نہیں ہے"۔

یہ تھا کعب بن اشرف کا قصہ جسے قبیلہ اوس کے چند جانبازوں نے جہنم واصل کر دیا تھا۔
حضرت کعب بن مالکؓ کے بیٹے کہتے ہیں: اوس اور خزرج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آپس میں دو گھوڑوں کی طرح مقابلہ کیا کرتے تھے۔ جب کبھی ان میں سے کوئی ایک قبیلہ کوئی ایسا کام کرتا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو دوسرا اُس پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ سو اب اہلِ خزرج جمع ہوئے اور انہوں نے باہم کہا کہ اوس کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں میں سے ایک کو قتل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ہمیں بھی اب کچھ ایسا ہی کرنا پڑے گا تاکہ ہم سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں۔ پس کعب بن اشرف کے بعد کون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بدتر دشمن ہے؟ اس بات پر غور و خوض کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ بدتر دشمن ابو رافع ہے۔ انہوں نے اپنا منصوبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ وہ ابو رافع کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منصوبہ منظور کر لیا اور آگے بڑھ کر یہ کام انجام دینے کا کہا۔ پس خزرج کے کچھ لوگوں نے مل کر منصوبہ بندی کی اور پھر وہ ابو رافع کے قتل کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ رات کے اندھیرے میں عبد اللہ بن عتیکؓ دھوکے سے قلعے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور ابو رافع کے کمرے کی چابی حاصل کر لی۔ پھر وہ ابو رافع کے کمرے میں داخل ہو گئے مگر ابو رافع کو دیکھ نہ پائے کیونکہ کمرے میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ یہ جاننے کے لیے کہ گستاخِ رسول ابو رافع کمرے میں کس سمت موجود ہے، انہوں نے ابو رافع کو پکارا۔
ذرا تصور تو کریں کہ آپ ایک شخص کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے ہیں اور نصف شب کے وقت اس کے کمرے میں گھس کر اسے پکار رہے ہیں! جب کہ آپ کو معلوم بھی نہیں کہ وہ کس طرف ہے؟ کس قدر خطرناک اقدام ہے یہ! یقیناً عبد اللہ بن عتیکؓ بھی اس بات سے واقف تھے لیکن ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت ان کی جان سے زیادہ قیمتی تھی۔ وہ اپنی جان سے کہیں زیادہ اپنے مقصد کو محبوب رکھتے تھے کیونکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اصل اور دائمی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور سب سے قیمتی تو بس اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ہی ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ پس وہ اپنی جان کو حقیقی مالک کی طرف لوٹانے سے بھلا کیوں گھبراتے!
وہ سیدھا آگے بڑھے اور پکارا: ''ابو رافع تم کدھر ہو؟'' عبد اللہ بن عتیکؓ کہتے ہیں کہ جب ملعون ابو رافع نے جواب دیا تو میں نے آواز کی سمت میں وار کیا جو اس کو لگا مگر اس ایک ضرب سے وہ مرا نہیں اور مدد کے لیے پکارنے لگا۔ اب عبد اللہ بن عتیکؓ جن کی قوتِ فیصلہ یقینا قابلِ تعریف تھی، انہوں نے فوراً پینترا بدلا، پھر واپس آئے اور آواز بدل کر ایسے بولے جیسے کوئی مددگار ہو اور کہا: ''اے ابو رافع کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟''
جواباً ابو رافع نے کہا: ''افسوس ہے تمہاری ماں پر یہاں کوئی ہے جو مجھے قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے''۔ عبد اللہ بن عتیکؓ کہتے ہیں: ''میں نے پھر آواز کی سمت کا اندازہ کر کے وار کیا لیکن اس بار بھی وار زیادہ کارگر ثابت نہ ہو سکا اور وہ پھر مدد کے لیے چلّایا''۔ اب کی بار عبد اللہ بن عتیکؓ نے پھر اپنی جگہ تبدیل کی اور آواز بدل کر بولے اور پھر ابو رافع کے پاس آئے۔ اس دفعہ ابو رافع پہلے ہی پُشت کے بل گرا ہوا تھا کیونکہ اس سے پہلے وہ دو ضربیں کھا چکا تھا۔ عبد اللہ بن عتیکؓ کہتے ہیں: ''میں نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار گھونپ دی اور اسے اندر کی طرف دباتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ میں نے ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سُن لی''۔ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کا مطلب یہ تھا کہ تلوار اس کے پیٹ سے پار ہو گئی اور اس کی زندگی اختتام پذیر ہو گئی!!!
دیکھیے! صحابہ کرامؓ کیسے اپنا کام پورا کرنا چاہتے تھے! انہوں نے اپنی ٹانگ تڑوالی اور دشمن خدا کی ریڑھ کی ہڈی توڑ ڈالی، لیکن پھر بھی وہ پیچھے رہ کر اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے کہ آیا کام پوری طرح ہو چکا یا نہیں۔ اس ساری تکلیف کے باوجود وہ پیچھے رہ کر انتظار کرنا چاہتے تھے! فجر کے وقت یہ خبر پھیل گئی کہ ابو رافع، حجاز کا مشہور تاجر قتل کیا جا چکا ہے۔ عبد اللہ بن عتیکؓ نے کیا کہا؟ یہ کہ ہم اس دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں؟ اس شخص کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے تھا، یہ ایک غیر اسلامی کام ہے وغیرہ وغیرہ؟؟ نہیں بلکہ انہوں نے کہا؟ ''جب میں نے ابو رافع کے قتل کی خبر سنی، جب میں نے وہ اعلان سنا میں قسم کھاتا ہوں کہ ان الفاظ سے زیادہ میرے کانوں کے لیے کوئی شیریں الفاظ نہ تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی ان الفاظ سے زیادہ میٹھے الفاظ نہیں سنے!'' یہ ہے ان کا قول! اس طرح وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے! وہ پھر جلدی سے مدینہ کی طرف گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: افلح الوجوہ! تمہارا چہرہ کامیاب ہو! انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواباً کہا: آپ کا چہرہ کامیاب ہو، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ خوش تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش تھے۔
تیسری مثال فتح مکہ کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ مقدس شہر بغیر کسی خون خرابے کے فتح ہو اور ان کا لشکر امن کے پروانے کے ساتھ شہر میں داخل ہو۔ وہ عاجزی کے ساتھ، اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور اس کا شکر کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔ نہ کوئی جشن ہوا، نہ گانے بجائے گئے، نہ کوئی قتل و غارت گری ہوئی۔ چہار جانب امن ہی امن تھا۔ اور یہ اعلان عام کر دیا گیا کہ:

اذھبوا فانتم طلقاء........جاؤ تم سب آزاد ہو!

ہاں البتہ ایک فہرست ان لوگوں کے ناموں پر مشتمل تھی جن کے بارے میں فرمایا: ''اگرچہ انہیں کعبے کے غلاف سے لپٹا ہوا پاؤ تب بھی انہیں قتل کر دو''۔ پوری دنیا میں سب سے زیادہ قابل احترام جگہ مکہ کو سمجھا جاتا تھا اور وہاں بھی خانہ کعبہ سب سے زیادہ محترم

جگہ تھی، اگر کوئی حرم میں ہوتا تو چاہے وہ جانی دشمن ہی کیوں نہ ہو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں بھی مشرکین کا یہی دستور تھا۔ لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فقتلوهم وان كانوا معلقين على استار الكعبه

''ان کو قتل کر دو! چاہے وہ کعبہ کے غلاف سے لپٹے ہوئے ہوں!''

یہ لوگ کون تھے جن کے بارے میں اتنے سخت احکامات دیے گئے؟

اس فہرست میں چند نام تھے اور انہی میں عبد اللہ بن خطل، اس کی دو گانے والی لونڈیوں اور ابو لہب کی لونڈی سارہ کا نام شامل تھا۔ عبد اللہ بن خطل کی یہ لونڈیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار پڑھا کرتی تھیں اور مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گانے کی محفلیں سجایا کرتی تھیں۔

سب سے پہلے عبد اللہ بن خطل کا ذکر کرتے ہیں، وہ کعبہ کے غلاف کو تھامے کھڑا تھا کہ ایک صحابیؓ نے اس پر حملہ کر کے اسے اپنے انجام تک پہنچا دیا۔

اب ان خواتین کے دلچسپ ماجرے کو دیکھتے ہیں۔ پہلی بات میرے عزیز بھائیو اور بہنو! آپ سب جانتے ہی ہیں کہ عورتوں کو مارنا جائز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے لیکن ان دونوں کا نام خصوصی طور پر لیا کہ ان کو قتل کر دو!

دوسری بات ہم جانتے ہیں کہ اگر خواتین مسلمانوں کے خلاف کسی فوج میں شامل ہوں تو انہیں قتل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ عورتیں لڑ نہیں رہی تھیں، نہ ہی انہوں نے کسی جنگ میں باقاعدہ حصہ لیا تھا۔ بلکہ انہوں نے تو مکمل طور پر ہتھیار ڈالے ہوئے تھے۔

تیسری بات یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے تمام لوگوں کو امن اور تحفظ دیا لیکن ان کو مستثنیٰ رکھا۔ اس پر مزید یہ کہ یہ تینوں آزاد عورتیں بھی نہیں تھیں، لونڈیاں تھیں۔ اور اسلامی قوانین اور حدود میں آزادی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے اور غلاموں کی سزا ہلکی ہوتی ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار کہنے کے معاملے میں آزاد نہیں تھیں، ان کے مالک عبد اللہ بن خطل اور ابو لہب ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ اس کے باوجود بھی ان لوگوں کے لیے سب سے مختلف حکم دیا گیا کہ ان کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے۔ ابن تیمیہؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یہ اس بات کا بالکل واضح ثبوت ہے کہ سب سے بڑا جرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا ہے۔ کیونکہ ان سب باتوں کے باوجود کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے لوگوں کو امن دیا تھا، یہ خواتین تھیں، لڑائی میں بھی شریک نہیں تھیں اور لونڈیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا کے لیے علیحدہ سے ان کا نام لیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جرم کتنا سنگین ہے!''۔

اس کے علاوہ ایک اور شخص الحویرث بن نقیز تھا جس کا نام اس فہرست میں موجود تھا۔ وہ بھی اپنی زبان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچایا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے وقت وہ اپنے گھر میں چھپا بیٹھا تھا کہ حضرت علیؓ اس کو تلاش کرتے ہوئے اس کے گھر پہنچ گئے۔ لوگوں نے ان کو بتایا کہ وہ یہاں موجود نہیں ہے بلکہ بدیجہ یعنی مکہ سے باہر چلا گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حویرث کو بھی خبردار کر دیا کہ علیؓ تمہیں ڈھونڈتے ہوئے یہاں آئے تھے۔ علیؓ جا کر گھر کے عقب میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب حویرث دوسرے کسی گھر کی طرف بھاگنے کے لیے نکلا تو علیؓ نے اس پر حملہ کر کے اس کا قلع قمع کر دیا۔

اسی طرح کی ایک اور مثال کعب بن زہیر کی ہے۔ وہ خود بھی شاعر تھا، اس کا بھائی بھی شاعر تھا اور اس کا باپ زہیر بن ابی سلمہ بہت مشہور شاعر تھا۔ وہ ان شعراء میں سے تھا جن کی شاعری کعبہ کی دیوار پر لگائی جاتی تھی۔ یہ عربوں کے ہاں دستور تھا کہ شاعری کے بہترین نمونوں کو وہ کعبہ کی دیوار پر لگا دیا کرتے تھے۔ زہیر کے دونوں بیٹے کعب اور بوجیر شاعر تھے۔ بوجیر مسلمان تھے جب کہ کعب کافر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار پڑھا کرتا تھا۔ جب مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بوجیر نے اپنے بھائی کو خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ان لوگوں کو ختم کر رہے ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شاعری کی ہے۔ کعب اس وقت مکہ میں موجود نہیں تھا تاہم اس کے بھائی نے اسے قبل از وقت خبردار کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے ہیں۔ اور جو لوگ بچ گئے ہیں مثلاً عبد اللہ بن زبریہ اور مغیرہ بن ابی وہب وہ بھی بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ ایسے تمام لوگوں کے قتل کا حکم دیا جا چکا ہے۔

یہ اس جرم کی سنگینی کی ایک اور مثال تھی!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو انتہائی رحم دل تھے اور اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا کرتے تھے لیکن اس معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ مختلف تھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆

پس اے دعوت و اعلام کے میدان میں کام کرنے والے مجاہدو!

جس عظیم الشان ذمہ داری کو تم نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اس کا حق ادا کرنے میں اللہ سے ڈرو! سچائی تمہارا شعار اور توحید کی طرف بلانا تمہارا لائحہ عمل ہونا چاہیے! اس بھٹکی ہوئی امت کو رسول اللہ ص کے طرز زندگی اور صحابہ کے نقوش حیات کی طرف واپس لانے کے لیے تمہی کو جدوجہد کرنا ہوگی۔ تمہیں ہی گمراہوں کی گمراہی، ایمان فروشی سے معمور دانشوروں کے جھوٹ، شکست خوردگی اور پسپائی کی حکمت علمی، طاقت کے سامنے جھکنے اور سجدہ ریز ہونے کے فلسفے، بھکاری بننے کی شرمناک فقہ اور فقہائے صلیب کے رسوا کن فتاوی سے اس امت کو آزاد کرنا ہے اور ان قائدین کا فسون باطل مٹانا ہے۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

یہ غبار نہ چھٹنے پائے گا!

شیخ انور العولقی رحمہ اللہ

ترجمہ: ام ہمام

اس کے بعد ہمارے سامنے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کا واقعہ آتا ہے۔ غزوہ بدر میں قریش کے ستر مشرک قیدی بنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام قیدیوں کو ان کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ فرداً فرداً ان سے بات کی جاسکے۔ انہی قیدیوں میں نضر بن حارث بھی شامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ نضر بن حارث نے یہ دیکھ کر اپنے ساتھ والے آدمی سے کہا:

> ''سنو! مجھے قتل کر دیا جائے گا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں اپنی موت دیکھ رہا ہوں''۔

وہ شخص بولا:

> ''نہیں تم ایسے ہی بول رہے ہو، کچھ نہیں ہو گا، تمہیں دراصل ڈر لگا ہوا ہے''

نضر نے کہا:

> '' نہیں، میں صحیح کہہ رہا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں اپنی موت دیکھی ہے''۔

پھر نضر بن حارث نے مصعب بن عمیرؓ کو بلایا جو اس کے رشتہ دار تھے اور ان سے کہا:

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر ان سے کہو کہ میرے ساتھ بھی باقی لوگوں والا معاملہ کریں، اور مجھ سے اسی طرح کا برتاؤ کریں جس طرح میری قوم کے دیگر لوگوں سے کریں۔ اگر وہ ان کو مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے بھی مار دیں اور اگر ان کو معاف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے بھی معاف کر دیں''۔

مصعب بن عمیرؓ نے جواب دیا:

> ''تم وہ ہو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے اور تم تو وہ شخص ہو جو اللہ کی کتاب کے خلاف باتیں بنایا کرتے تھے!''

نضر بن حارث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلے کے لیے ان کے قریب حلقے بنالیا کرتا تھا۔ وہ ایران جاکر قصے کہانیاں سیکھ کر آیا اور واپس آکر مشرکین سے کہتا:

> ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قصے ہی تو سنا رہے ہیں، میرے پاس ان سے بہتر قصے ہیں، آؤ آکر میرے قصے سنو!''۔

اس نے مصعبؓ سے دوبارہ التجا کی کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو۔ مصعب بن عمیرؓ بولے:

> ''کیا تم وہی نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اذیتیں دیا کرتے تھے؟!''۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نضر بن حارث کو بلایا اور علیؓ بن طالب کو اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ یوں اس کے ساتھ تمام قیدیوں سے علیحدہ سلوک کیا گیا۔ اس وقت مسلمان مدینہ واپس جا رہے تھے۔ ایک خاص مقام پر پہنچ کر نضر بن حارث کو قتل کیا گیا۔ جب ذرا اور آگے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا۔ عقبہ بولا:

> ''ہائے میری بربادی! صرف مجھے ہی کیوں قتل کیا جا رہا ہے؟ میرے ساتھی یہاں جتنے لوگ ہیں ان سب نے تمہارے ساتھ جنگ کی ہے، یہ سب قریش، میرے ہی قبیلے کے لوگ ہیں تو پھر صرف مجھے کیوں قتل کر رہے ہیں؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

> لعداوتک لله ورسوله
>
> ''اللہ اور اس کے رسول سے تمہاری عداوت کی وجہ سے''۔

اس نے کہا:

> ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ساتھ باقی قبیلے والوں کی طرح ہی برتاؤ کیجیے۔ اگر ان کو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کر دیں، اگر ان کو چھوڑیں تو مجھے بھی چھوڑ دیں، اگر ان سے فدیہ لیں تو مجھ سے جو چاہے لے لیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بچوں کا خیال کون رکھے گا؟!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''جہنم کی آگ! عاصم اس کو پکڑ کر اس کی گردن اڑا دو!''۔

اس کے قتل کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''تم کتنے برے آدمی تھے! واللہ میں نے تم سے بڑھ کر اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول کا انکاری نہیں دیکھا۔ تم نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی۔ میں اس اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں جس نے تمہیں مارا اور تمہاری موت دکھا کر میری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں''۔

یہ بالکل واضح بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ بہت مختلف طریقے سے پیش آئے۔ اس کے علاوہ ایک نابینا صحابیؓ کا واقعہ ہے جن کے پاس ایک لونڈی ام ولد تھی۔ ام ولد اُن کے بچوں کی والدہ تھی، اسی لیے اسے ام ولد کہتے تھے۔ ان کے دو بچے تھے۔ یہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ وہ نابینا صحابیؓ اس کو منع کرتے لیکن وہ پھر بھی باز نہ آتی۔ ایک رات وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہی تھی

کہ ان صحابیؓ نے خنجر لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے قتل کر دیا۔ صبح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

"میں اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ جس نے یہ کام کیا ہے وہ کھڑا ہو جائے"۔

چنانچہ وہ نابینا صحابیؓ کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ انہوں نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اسے قتل کیا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتی تھی اور میرے منع کرنے پر رکتی نہیں تھی۔ میرے پاس اس سے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں اور میری ذات کے لیے وہ بہت رحم دل تھی لیکن جب رات کو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تو میں نے خنجر لے کر اسے قتل کر دیا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہو گیا ہے۔ یعنی اس کا کوئی خون بہا نہیں اور اس کے قاتل کے لیے کوئی سزا نہیں ہو گی"۔

ذرا ان صحابیؓ کے الفاظ پر غور کریں۔ ان کے دو بچے تھے اور وہ ان کو موتیوں سے تشبیہ دے رہے تھے اور انہوں نے کہا کہ وہ عورت میرے لیے بہت رحم دل تھی۔ وہ نابینا تھے جنہیں ایسی رحم دل عورت کی ضرورت بھی تھی جو ان کے ساتھ حسن سلوک کرتی تھی۔ لیکن کیونکہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ذات سے بڑھ کر محبت ہونی چاہیے، اپنے گھر والوں سے بڑھ کر، دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہیے۔ اسی لیے انہوں نے اسے قتل کر دیا، صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر، ان کی محبت میں۔ درحقیقت ہر مسلمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں اسی طرح ہونا چاہیے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کی مذمت نہیں کی بلکہ اسے پسند کیا اور فرمایا: "گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہو گیا ہے"۔

اسی طرح کی ایک اور صورت حال تب پیش آئی جب ایک صحابیؓ نے اپنے قبیلے کی کسی عورت کو قتل کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردعمل کیا تھا؟ کیا انہوں نے اسے سزا دی؟ نہیں بلکہ فرمایا: اس پر تو دو بکریاں بھی آپس میں سینگ نہیں ماریں گی! ہم اس واقعے کو تفصیل سے دیکھتے ہیں۔ علامہ واقدیؒ نے اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اس عورت کا نام اسماء بنت مروان تھا۔ اس کا تعلق انصار سے تھا اور وہ بہت عمدہ شاعری کیا کرتی تھی۔ لیکن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی اور اسلام کے خلاف باتیں بنا کر لوگوں میں فتنہ پھیلانے کی کوشش کرتی تھی۔ اس طرح کی باتیں کرتی کہ یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قبیلے کا نہیں ہے پھر کیوں ہم اس کی میزبانی کر رہے ہیں اور اس کی وجہ سے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال رہے ہیں۔ کیوں اس کو اپنے درمیان رہنے دے رہے ہیں۔ اس کو یہاں سے نکال دو! انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی وجہ سے بہت سی مشکلات برداشت کی تھیں۔ معاشی طور پر انہیں نقصان ہوا، ان کے بہت سے لوگ مارے گئے، ان کے شہر کا محاصرہ کر لیا گیا لیکن یہ سب کچھ وہ اللہ کی خاطر برداشت کر رہے تھے اور اسی لیے انہیں انصار کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی۔

عمیرؓ بن عدی اس عورت کے گھرانے کے ایک نابینا فرد تھے۔ انہوں نے کہا:

"اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ لوٹنے کے بعد میں اسے قتل کر دوں گا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران بدر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس آنے کے بعد عمیر بن عدیؓ آدھی رات میں اس کے گھر گئے اور سیدھا اس کے کمرے تک پہنچ گئے۔ وہ اپنے بچوں کے درمیان سو رہی تھی اور ان میں سے ایک اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ عورت نے بچے کو پکڑا ہوا ہے تو اس بچے کو اٹھا کر الگ رکھ دیا اور اپنی تلوار سے اس کے سینے پر وار کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

اس کے بعد انہوں نے فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کر لی تو عمیرؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

"کیا تم نے مروان کی بیٹی کو قتل کیا ہے؟"

جواباً عرض کیا:

"جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں"۔

عمیرؓ بن عدی کو یہ خدشہ تھا کہ کہیں میں نے کچھ غلط نہ کر دیا ہو، مجھے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لینی چاہیے تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولی الامر تھے۔ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا؟"

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب کیا تھا؟ کیا انہوں نے یہ کہا کہ ہاں اجازت لینی چاہیے تھی یا نہیں تم نے بہت غلط کیا؟ نہیں بلکہ فرمایا:

لا ینتطح فیھا عنزان!

"اس پر دو دو بکریاں بھی آپس میں سینگ نہیں ماریں گی!"

یعنی یہ معاملہ اتنا واضح ہے دو بکریوں کے درمیان بھی اس پر اختلاف نہیں ہو گا! جانوروں کی رائے بھی اس پر ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہو گی! اور اب سبحان اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ اس معاملے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ یہ بات تو جانوروں کی سمجھ میں بھی آتی ہے! وہ بھی اس پر نہیں جھگڑیں گے تو آخر ایسا کیوں ہے کہ اچھے خاصے سمجھ دار لوگ اس پر اختلاف کر رہے ہیں۔ اتنی صاف اور سیدھی بات

میں اختلاف کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اس پر علما کا اجماع ہے، جو ہم آگے چل کر بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارد گرد بیٹھے افراد کو دیکھ کر فرمایا:

اذا احببتم ان تنظروا الی رجل نصر اللّٰہ ورسولہ بالغیب فنظروا الی عمیر بن عدی

”اگر تم ایک ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی غیب میں مدد و نصرت کی تو عمیرؓ بن عدی کو دیکھ لو!“

عمرؓ بن خطاب بولے:

”اس نابینا شخص کو دیکھو جو رات کو اللہ کی اطاعت میں نکلا!“

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقل الاعمی ولکنہ البصیر

”اس کو نابینا نہ کہو! اس کے پاس تو بصارت ہے“۔

افسوس! آج بہت سے لوگ اندھے ہیں! بہت سے لوگ اندھے ہیں!

جب عمیرؓ واپس پلٹے تو اس عورت کے بچے اپنے قبیلے کے کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر اسے دفنا رہے تھے۔ وہ ان کے پاس آکر ان کو دھمکانے لگے۔ ”اے عمیر تم نے اس کو مارا ہے؟“ ذہن میں رکھیں کہ یہ انتہائی جنگجو قسم کے لوگ تھے۔ اوس اور خزرج نے اپنی آنکھیں ہی جنگوں میں کھولی تھیں! عمیرؓ نے جواب دیا:

”ہاں! تم سب مقابلے کے لیے آجاؤ! اگر تم میں سے کوئی اس جیسی بات کرے گا تو میں تم سب سے بھی لڑوں گا یہاں تک کہ تمہیں ختم کر دوں یا خود ختم ہو جاؤں!“

اس عمل کا نتیجہ کیا نکلا؟ کیا لوگ اسلام سے دور بھاگ گئے؟ کیونکہ یہ تو ہجرت کے فوراً بعد کا واقعہ ہے۔ غزوہ بدر کے فوراً بعد یہ پیش آیا جب کہ تمام انصار مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس طرح کے فعل سے تو لوگوں کو اسلام سے دور ہو جانا چاہیے تھا نا! لیکن ہوا کیا؟ علامہ واقدیؒ کے مطابق:

”اس کے بعد ان لوگوں میں اسلام رائج ہو گیا کیونکہ جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور اپنی قوم کے لوگوں کی وجہ سے اسے چھپائے بیٹھے تھے، جب انہوں نے اسلام کی یہ قوت اور شان دیکھی تو اپنے ایمان کو ظاہر کرنا شروع کر دیا“۔

اس واقعہ میں اور اس سے پہلے والے واقعہ سے ہم کیا سیکھ سکتے ہیں؟ ایک بات جو ہمیں ملتی ہے وہ اجازت کے حوالے سے کیونکہ آج کل حاکم وقت سے اجازت لینے کی بہت بات ہو رہی ہے۔ اور یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ اگر آپ کے گھر پر کوئی حملہ کرے اور آپ کو مارنا چاہے تو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے؟ حدیث میں آتا ہے:

”جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مرا وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے، وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے، جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے“۔ (ابو داؤد، ترمذی)

یقیناً آپ سب اس حدیث سے واقف ہوں گے! اب اگر کوئی آپ کے گھر آجاتا ہے اور آپ کے سر پر پستول لے کر کھڑا ہے اور آپ کو قتل کرنے لگا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ اس سے اپنا دفاع کریں جسے اسلامی فقہ میں دفع الصائل کہتے ہیں، تو کیا آپ کو حاکم وقت سے اجازت لینے کی ضرورت ہو گی؟ وہ آپ پر پستول تانے کھڑا ہے لیکن آپ صدارتی محل میں یا بادشاہ کے محل میں فون کرتے ہیں، اس کے سیکڑوں سیکرٹریوں سے گزرنے کے بعد بالآخر اس تک رسائی ہوتی ہے اور آپ پوچھتے ہیں: براہ مہربانی! میں اپنا دفاع کر سکتا ہوں؟ یہاں کوئی مجھے مارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی کوئی تک بنتی ہے؟ اگر آپ کو اپنے دفاع کے لیے حاکم سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لیے امام سے اجازت لینا پڑے گی؟؟

اس شخص نے جس نے بنی خثمہ کی عورت کو جا کر قتل کیا تھا کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی تھی؟ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے نہیں! اور کیا ان نابینا صحابیؓ نے اجازت لی تھی؟ جنہوں نے اپنے بچوں کی ماں کو مارا تھا نہیں! انہوں نے اپنا کام کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عمل کو پسند کیا اور فرمایا: اس پر تو دو بکریاں بھی آپس میں سینگ نہیں ماریں گی!

لہٰذا امام سے اجازت لینے کا یہ مسئلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اور شان اس سے بہت اونچی ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امام سے بڑھ کر ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں کسی حاکم کی اجازت کی ضرورت نہیں! کسی حاکم کا اتنا مرتبہ نہیں کہ وہ اس معاملے میں اپنی کوئی بات کہے!

میرے عزیز بھائیو اور بہنو! یہ یاد رکھیے کہ ہم کس کی بات کر رہے ہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کر رہے ہیں۔ وہ جن کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے دفاع کے لیے کسی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خاص ہیں اور یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سب سے الگ ہے اور ان کے لیے خاص احکام ہیں۔ یہ اجازت کے اصول ان کی ذات کے لیے نہیں ہیں!

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆

یہ غبار نہ چھٹنے پائے گا!

شیخ انور العولقی رحمہ اللہ
ترجمہ: ام ہمام

پھر ایک اور شاعر کا واقعہ ہے جس کا تعلق بنو بکر کے قبیلے سے تھا۔ بنو بکر قریش کے حلیف تھے اور ان کا یہ شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار کہتا تھا۔ ایک دوسرا قبیلہ بنو خزاعہ کا تھا۔ یہ بھی مشرکین تھے لیکن صلح حدیبیہ کی رو سے یہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ قبیلہ خزاعہ کے ایک نوجوان نے اس شاعر کے سر پر حملہ کر دیا جس سے وہ مرا تو نہیں البتہ زخمی ہو گیا۔ پھر وہ لوگ ایک وفد کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال سے آگاہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس کا خون بہہ گیا ہے، اسے قتل کر دو"۔

بعد ازاں جب مکہ فتح ہوا تو بنو بکر مسلمان ہو گئے اور نوفل بن معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شاعر کی بابت گفتگو کے لیے آیا۔ یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے خیانت کا مرتکب ہوا تھا۔ اس نے خزاعہ کے لوگوں کو مسجد حرام میں قتل کیا اور جب اس کے ساتھیوں نے جو کافر تھے اس سے کہا کہ اللہ سے ڈرو، تم مسجد حرام میں لوگوں کو قتل کر رہے ہو! تو اس نے جواب دیا تھا:

"آج کوئی خدا نہیں، اپنا بدلہ لے لو، اللہ کو بھول جاؤ، اپنا بدلہ لے لو!"

کس کا جرم زیادہ بڑا ہے نوفل کا یا اس شاعر کا؟ نوفل نے جو کام کیا تھا وہ آفت انگیز تھا لیکن پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ اور پھر یہ شخص اس شاعر کی سفارش کرنے کے لیے آیا اور کہنے لگا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اب توبہ کر کے مسلمان ہونا چاہتا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توبہ قبول کر لی۔ میں نے آپ کے سامنے اسلام کے اولین دور سے چند واقعات رکھے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ علما اس مسئلے کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ البتہ اس مسئلے پر دو کتابیں تفصیل سے موجود ہیں، اگر کوئی مزید پڑھنا چاہے وہ ان کتب سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔ ایک کتاب کا تذکرہ میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول (شاتم رسول کے خلاف ننگی تلوار)۔ یہ پوری کتاب توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی ہے۔ دوسری کتاب فقہ مالکی کے عالم قاضی عیاضؒ کی "الشفاء فی احوال المصطفیٰ" ہے۔ یہ کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مشتمل ہے اور آخر میں توہین رسالت پر ایک باب موجود ہے۔ ابن تیمیہؒ کے قول سے ابتدا کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"جو کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے چاہے وہ مسلمان ہو یا وہ غیر مسلم ہو وہ واجب القتل ہے اور یہی تمام علما کی رائے ہے"۔

ابن المنذرؒ لکھتے ہیں:

"ہمارے علما کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے"۔

امام مالکؒ، اللیثؒ، امام احمدؒ، اسحاقؒ، امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

الشفاء میں قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

"امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اسے بغیر کسی تنبیہ کے قتل کر دینا چاہیے"۔

ابن عتابؒ کہتے ہیں:

"قرآن اور سنت کا یہ تقاضہ ہے کہ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانا چاہے یا ان کی توہین کرے اسے قتل کر دینا چاہیے، چاہے کتنی چھوٹی بات ہو۔ امام مالک کا قول ہے: اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بٹن گندا ہے تو اسے بھی مار دینا چاہیے!"

سبحان اللہ! یعنی اتنی سی بات سے بھی اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے تو اسے بھی مار دینا چاہیے!

اس کے بعد قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

"اس کے علاوہ کوئی اختلافی رائے ہمارے علم میں نہیں، اس پر تمام علما کا اجماع ہے"۔

میرے بھائیو اور بہنو اگر آپ میں سے کسی نے اصول الفقہ پڑھے ہوں تو اسے معلوم ہوگا کہ اجماع 'حجت ہے۔ اگر علما کا کسی بات پر اتفاق ہو جائے تو وہ قرآن اور سنت کے بعد حجت ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا تجتمع امتی علی ضلالة

"میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی"۔ (احمد)

الواقدی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبان استعمال کی تھی۔ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے کہا کہ عراق کے فقہا نے اس شخص کو کوڑے مارنے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس پر امام مالکؒ غصہ ہوئے اور کہا:

"اے امیر المومنین! امت زندہ کیسے رہ سکتی ہے جب کہ اس کے نبی کی توہین کی جا رہی ہو! جو کوئی انبیا کی توہین کرے وہ واجب القتل ہے"۔

میرے بھائیو اور بہنو! اس خطبے کے لیے تحقیق کرتے ہوئے مجھے بہت سے عجیب و غریب فتاویٰ ملے۔ اور یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ لوگ اللہ کے دشمنوں کو راضی کرنے کی کوشش میں کس قدر گر جاتے ہیں! ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيْهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَن تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ (المائدہ: ۵۲)

"آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے"۔

یہ منافقین ہیں اور ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔ ان کو ڈر لگتا ہے کہ اگر ہم نے حق بات کہہ دی تو کہیں ہم پر کوئی مصیبت نہ آ جائے۔ یہ لوگ اللہ سے زیادہ اللہ کے دشمنوں سے ڈرتے ہیں۔

اسلامی معاشروں کے لوگ فطری رد عمل کی وجہ سے سڑکوں پر نکل آئے کیونکہ جو کچھ انہوں نے سنا اس پر وہ غم و غصے سے بھر گئے تھے۔ ان سادہ مسلمانوں کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہیں۔ یہ محبت ان کی فطرت کا حصہ ہے! وہ کوئی عالم نہیں ہیں بلکہ بس سادہ سے مسلمان ہیں جنہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور یہی محبت انہیں احتجاج کے لیے کھینچ لائی۔ ممکن ہے ہم ان جلوسوں سے اتفاق کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں، اس کے فوائد اور نقصانات پر بات ایک الگ بحث ہے۔ لیکن اصل چیز جو دیکھنی چاہیے وہ جذبہ ہے جس کے تحت یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ ان مسلمانوں کی فطری محبت کا تقاضہ ہے، اسی لیے انہوں نے پرچم وغیرہ نذر آتش کیے۔ ان حالات میں علما نے عوام کے سامنے ان کی اصل ذمہ داری اور شرعی حکم واضح نہیں کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے کہ:

لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلاَ تَكْتُمُونَهُ

علما کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے احکام چھپانے کے بجائے ان کو کھول کر بیان کریں۔ اس کے برعکس انہوں نے لوگوں کو مزید الجھن میں ڈال دیا اور بجائے اس کے کہ وہ عوام کو اللہ کے حکم سے آگاہ کرتے انہوں نے جلسے جلوسوں کی مذمت شروع کر دی، جھنڈے جلانے پر ان کی مذمت کی، سڑکوں پر نکل آنے پر ان کی مذمت کی اور کچھ علما تو اس حد تک بھی بڑھ گئے کہ ڈینش مصنوعات کے بائیکاٹ کی بھی مذمت کر دی اور کہنے لگے کہ

"یہ ہمارے اور ان کے درمیان اچھے تعلقات قائم کرنے میں مزاحم ہے اور ہمیں چاہیے کہ اپنے اختلافات مٹا کر ایک دوسرے کے قریب آ جائیں"۔

ان سارے بیانات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا کیا بنا؟! آخر اس کے حوالے سے بات کیوں نہیں کی گئی اور اس کو کیوں نہیں واضح کیا گیا؟ اگر آپ حق بات نہیں کر سکتے تو کم از کم خاموش رہنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

من كان يومن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا او ليصمت

"جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے"۔ (صحیح بخاری، مسلم)

آج یہ لوگ علم کی دستار پہن کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور ان کے افعال کی مذمت کر رہے ہیں کہ ایسا مت کرو۔ لوگوں نے بھی کیا کیا؟ گھروں سے احتجاج کے لیے نکلے اور ڈینش مصنوعات کا بائیکاٹ کیا۔ حالانکہ یہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کے بجائے گاندھی کے پیروکاروں کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں جنہوں نے فرمایا تھا:

انا نبی المرحمة وانا نبی الملحمة

"میں رحمت کا نبی ہوں اور میں جنگ کا نبی ہوں"۔ (بیہقی، ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا:

بعثت بالسيف بين يدى الساعة حتى يعبد الله وحده

"مجھے قیامت کے دن تک کے لیے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے یہاں تک کہ اللہ وحدہ، لاشریک کی عبادت کی جائے"۔ (مسند احمد)

اور فرمایا:

امرت ان اقاتل الناس

"مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک مرتبہ قریش کے لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

جئتكم بذبح

"میں تمہارے پاس ذبح کا حکم لے کر آیا ہوں"۔ (مسند احمد)

ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار اور امتی ہیں گاندھی کے نہیں!! ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم کون ہیں اور ہم کس کی بات کر رہے ہیں۔ یہاں معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ یہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا معاملہ ہے!

اس کے بعد بات حد سے بڑھ گئی جب ایک سویڈش لارس ولز (Larce Wills) نے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بنائے۔ نعوذ باللہ یہ الفاظ منہ سے نکالنا بھی مشکل لگتا ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ناپاک جانور کی شکل میں دکھایا (لعنۃ اللہ علیہ)۔ اور اس پر یہ بدمعاش آ کر ان لوگوں کے خلاف فتوے جاری کرتے ہیں جنہوں نے اس کو دھمکایا تھا! اس کفر کے خلاف آواز اٹھانے اور لوگوں کے سامنے حکم شرعی رکھنے

کے بجائے اگر زبان کھولی تو صرف مسلمانوں کی مذمت کے لیے! علم کے اس منصب کا تقاضا کہاں پورا ہو رہا ہے؟

اس کردار کا حق ادا کرنا چاہیے، حق کو صاف صاف کھول کر بیان کریں اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو علم کی یہ دستار اتار کر گھر بیٹھ جائیں۔ یہاں بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے! محمد بن مسلمہ نے کہا تھا: "جب تم دیکھو کہ میں نے اس کا سر تھام لیا ہے تو اس پر اپنی تلواروں سے حملہ کر دینا"۔ یہ تھے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار کرنے والے! افسوس آج ہم میں کوئی محمد بن مسلمہ نہیں! ہمیں اپنی جان، مال اور ہر ہر چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنا ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے۔ ہم ان علما کے بارے میں وہی بات کہہ سکتے ہیں جو قاضی عیاض نے کہی تھی کہ:

"ہو سکتا ہے یہ وہ علما ہوں جن کا علم معتبر نہ ہو یا جن کے فتاویٰ قابل اعتماد نہ ہوں یا یہ وہ لوگ ہوں جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں"۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔ اگر سیرت میں اس کے برعکس ہمیں کوئی واقعات ملتے ہیں تو اس لیے کہ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر توبہ کر لی اور مسلمان ہو گئے تھے، اور اگر توبہ نہیں کی تھی تو ان کے لیے حکم شرعی یہی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا سب سے بڑا جرم ہے، اسی لیے اس کی سزا بھی دوسرے جرائم سے بڑھ کر ہے اور اگر ایسا کرنے والا حربی کافر ہو تو ہم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرنا واجب ہو جاتی ہے۔ اس کا خون بہانا بہت افضل اعمال میں سے ہے اور ایک ایسا عمل ہے جس کا وجوب بھی بہت زیادہ ہے۔ اس عمل میں جلدی کرنی چاہیے۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ کی اعلیٰ ترین صورتوں میں سے ایک ہے"۔

یہ تھے ابن تیمیہؒ کے الفاظ! ہمارے حق گو علما کے الفاظ!

اب ہم چند اعتراضات کی بات کرتے ہیں جو اس ضمن میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ واقعہ ہے جب کچھ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملاقات کے لیے آئے تو انہوں نے السلام علیکم کے بجائے 'السام علیکم' کہا جس کے معنی ہیں تم پر موت ہو۔ جب عائشہؓ نے ان کو برا بھلا کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہر چیز میں نرمی کو پسند کرتا ہے"۔ (بخاری)

لہٰذا ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں توہین رسالت کرنے والوں سے اسی طرح نرمی سے پیش آنا چاہیے۔ ابن تیمیہؒ اور قاضی عیاض نے یہاں بھی ہمیں خالی نہیں چھوڑا بلکہ اس اعتراض کا بھی جواب دیا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں:

"یہ حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث اسلام کے اوائل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے بعد شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو معاف نہیں کرنا چاہیے"۔

یعنی ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

"پہلی بات یہ کہ اس میں بالکل واضح طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں کی گئی تھی کیونکہ یہ ایسے الفاظ تھے جنہیں سب نہیں سمجھ سکتے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو معاف کر سکتے تھے لیکن ہم نہیں کر سکتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔ ان کی مرضی ہے وہ معاف کریں یا نہ کریں کیونکہ ان کی توہین کی گئی ہے لیکن ہمیں معاف کرنے کا کوئی حق نہیں۔ مثلاً اگر کوئی مجھ سے پیسے چوری کرے اور آپ جا کر اسے معاف کر دیں! ایسا ہو سکتا ہے؟ آپ کیسے اسے معاف کریں گے؟ میں کروں تو کروں آپ کون ہوتے ہیں؟ اسی طرح یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اختیار ہے کہ وہ معاف کر دیں لیکن ہمارے پاس نہیں۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب ہم کسی کو معاف کرنے کے مجاز نہیں۔ جب لوگ ہمیں نقصان پہنچائیں تب تو ان سے درگزر کر سکتے ہیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائیں تب نہیں!"

ایک اور اعتراض جو پیش کیا جاتا ہے وہ یہ کہ کفار اللہ تعالیٰ کی توہین کرتے ہیں اور عیسیٰؑ کی بات کرتے ہوئے نعوذ باللہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے۔ یہ توہین رسالت سے بھی زیادہ بڑی بات ہے۔

اس پر ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"جب وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسے کلمات کہتے ہیں ان کا مقصد اللہ کی توہین کرنا نہیں ہوتا بلکہ یہ ان کا ایمان ہے اور وہ اس پر سچے دل سے یقین کرتے ہیں۔ ان کی نیت توہین کی نہیں ہوتی البتہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بات کرتے ہیں تو ان کی نیت مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کی ہوتی ہے اور وہ اسلام کو نشانہ تضحیک بنانا چاہ رہے ہوتے ہیں۔ اسی لیے ان دونوں باتوں میں بہت فرق ہے"۔

خلاصہ کلام:

پہلی بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے میں کوئی فرق آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ ان کا نام ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی وہ جس کی تعریف کی جائے۔ دن کے ہر لمحے میں دنیا کے مختلف حصوں میں، مختلف

اوقات میں کوئی نہ کوئی مینار ایسا ضرور ہوتا ہے جہاں اشھد ان محمدا لرسول اللّٰہ کی پکار بلند کی جارہی ہوتی ہے۔ اور کوئی ایسا لمحہ نہیں ہوتا جب فرشتے صلی اللہ علی سیدنا محمد نہ کہہ رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتیں نازل فرمارہے ہوتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وملائکتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیّ

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں''۔

دنیا کے ہر کونے میں مومنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے ہوتے ہیں۔ اب یہ خبثا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ کہتے رہیں آپ کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ہاں! لیکن ہمیں ضرور نقصان پہنچتا ہے! اگر ہم اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتے رہنے دیں تو ہمارے لیے یہ باعث گناہ ہوگا۔

دوسری بات، اگرچہ اس توہین سے ہمارے دل بہت مغموم ہو جاتے ہیں لیکن یہ اس بات کی نشانی ہے کہ کفار کی شکست اب قریب ہی ہے۔ ان شاء اللہ! کیونکہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

''بہت سے قابل اعتماد، تجربہ کار اور فقہی علم رکھنے والے مسلمان شام کے شہروں اور قلعوں کے محاصرے کے تجربات بیان کرتے ہیں جہاں انہوں نے عیسائیوں کا محاصرہ کیا تھا۔ ہم کسی قلعے یا شہر کو ایک مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک کے لیے گھیرے رکھتے اور ہمارے محاصرے سے ان کو کچھ فرق نہیں پڑ رہا ہوتا تھا، بس ہم ہمت ہار کر ہٹنے ہی والے ہوتے۔ لیکن پھر جب اس جگہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے تو ایک دن کے اندر اندر ہی قلعہ فتح ہو جاتا تھا۔ اسی لیے جب کبھی ہم سنتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں ہم اسے فتح کی نوید سمجھتے۔ اگرچہ ہمارے دل نفرت سے بھرے ہوتے تھے لیکن ہم اسے بشارت کے طور پر لیتے تھے کہ یہ ہماری فتح کی نشانی ہے۔ سورہ کوثر کی آیت کا بھی یہی مطلب ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر (الکوثر)

''بے شک آپ کا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے''۔

یعنی اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو رسوا کر دے گا''۔

توہین رسالت کے حوالے سے آج کا دور ہماری تاریخ کا بدترین دور ہے۔ توہین رسالت کا یہ سلسلہ ڈنمارک کے ایک اخبار سے شروع ہوا اور پھر بہت سی حکومتوں اور اخبارات نے آزادی رائے کے نعرے کے تحت ان سے اظہار یکجہتی کی۔ یوں یہ خاکے ساری دنیا میں پھیل گئے۔ اس کے بعد سویڈن میں بننے والے خاکے ہیں جن کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت میں دکھایا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر توہین آمیز کوئی چیز نہیں ہو سکتی!

اس کے علاوہ اللہ کی کتاب کے ساتھ جو سلوک کیا جارہا ہے وہ ناقابل بیان ہے! اسے ٹائلٹ پیپر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس پر نشانہ بازی کی مشق کی جاتی ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جس حد تک ہو رہا ہے، اگرچہ مسلمانوں کے دل اس پر رنجیدہ ہوتے ہیں لیکن یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ ان کفار کا انجام نزدیک ہے۔

آخری بات میرے عزیز بھائیو اور بہنو! جو ہمیں بحیثیت امت، بحیثیت مسلمان یاد رہنی چاہیے کہ چھٹی صلیبی جنگ کے دوران جب صلیبیوں نے مصر کے شہر دمیاط پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا اس وقت ایوبی امیر محمد کامل منصورہ میں ان سے جنگ کر رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ صلیبیوں میں سے ایک شخص تھا جو روزانہ باہر نکلتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا تھا۔ مسلمانوں کے امیر محمد کامل کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح اس پر قابو پا کر اسے ختم کر دے۔ انہوں نے اس کا چہرہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔

دس سال بعد صلیبی ہار کر لوٹ گئے لیکن وہ شخص مزید جنگ کے لیے شام کی طرف گیا جہاں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ امیر کامل کو دس سال بعد بھی وہ شخص یاد تھا۔ انہوں نے اسے مدینہ بھیج دیا اور وہاں کے امیر کو حکم دیا کہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے سامنے جمعہ کے دن ذبح کیا جائے۔ دس سال تک انہوں نے اس شاتم رسول کو اپنے ہدف پر رکھا ہوا تھا!

میرے بھائیو اور بہنو! ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے درمیان ایسے مرد اور خواتین پیدا کرے جن کی تعریف اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (المائدہ:۵۴)

''وہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے''۔

ایسے لوگ جو کفار کو یہ باور کرا سکیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے دراصل انہوں نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا ہے اور یہ غبار اب کبھی نہیں چھٹے گا!!! باذن اللہ

☆☆☆☆☆

''آج کی قیادت کے منصب پر براجمان ان سب لوگوں نے عوام کو دھوکہ دینے، انہیں ان منافق حکمرانوں کے گرد اکٹھا کرنے اور انہیں جہاد سے روکنے کا ذمہ اٹھا رکھا ہے۔ آخر کیا مشکل ہے ہمارے لیے کہ ہم ان کے سامنے کھڑے ہو کر ان منافقین سے بھی وہی کہہ دیں جو عبد اللہ بن ابی بن سلول سے کہا گیا کہ: 'بیٹھ جا اے اللہ کے دشمن، تو ہر گز اس کا اہل نہیں، تو نے جو کرنا تھا وہ کر دکھایا'۔''

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ